عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com	www.islamic-forum.net
www.sadaislam.com	www.khatm-e-nubuwwat.com
www.zekr.tv	www.kitabosunnat.com
www.kalemeh.tv	www.muhammadilibrary.com
www.ahlehaq.org/hq	www.islamqa.info/ur
www.islamhouse.com	www.quran-o-sunnah.com
www.eeqaz.com	www.deeneislam.com
www.tauheed-sunnat.com	www.nadwatululama.org

بنات اربعہ

یعنی

چار صاحبزادیاں

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ

★

مکّہ بکس ۵ بخشی سٹریٹ متصل چوک اردو بازار لاہور

تصحیح اغلاط برائے کتاب بنات اربعہؓ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
سرورق	۱	بعمدہٗ	مجدہٗ	
〃	۸	اللہ تعالیٰ عنہم	اللہ تعالیٰ عنہنّ	
۴	۶	بغدادی المحبّر	بغدادی کی المحبّر	
۶	۱	فہرست	———	
۶	۱۵	فقدماء بہا لیلا علی	فقدما بہا علی	
۶	۱۷	ابوالعاص کا گرفتار ہونا	———	
۱۶	۱۲	طلیّنات	ظنّیات	
۲۳	۱۳	سکتی تھیں	سکتی تھیں؟	
۲۹	۱۲	سیح پا	بیخ پا	
۴۴	۱۷	شانہٗ حضرت	شانہٗ نے حضرت	
۴۸	۴	مشکوٰۃ شریف ص۵۳۷	مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳	
〃	۸	کرنے والے ان کے	کرنے والے حضرت علیؓ کے	
۴۹	۸	پیدا ہوئیں. اس ترتیب	پیدا ہوئیں. پھر حضرت رقیہؓ متولد ہوئیں. اس ترتیب...	
۵۰	۱۴	اختلاف ہے مذکور ہے	اختلاف مذکور ہے	
۵۹	۸	تاکہ ناظرین طرفین	تاکہ طرفین کی	
۶۰	۱۲	یعنی یہ مسئلہ کے	یعنی اس مسئلہ کے	
〃	۱۶	ہیں۔ سراسر غلط	ہیں۔ یہ سراسر غلط	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۶۲	۱۳	رد نہیں کیا	کمر رد نہیں کیا	
۶۵	۴	نے ان پر دو حوالہ جات	نے ان پر دو حوالہ جات	
〃	۱۰	عبداللہ الماقالی	عبد اللہ الہامقالی	
۶۶	۱	پہلی تمام سطر الجنۃ سے عمتہما تک اور دوسری سطر کا پہلا حرف "فی" حذف کریں		
〃	۱۰	کہ فرمایا کہ	پھر فرمایا کہ	
۶۸	۱	طور پر فرق معلوم	طور پر معلوم کرلیں گے	
〃	۱۱	ابو العاص بن الربیعۃ	بن الربیع	
۷۲	۱۰	دُورا سلام	دور اسلام	
۸۱	۱۵	لہ ابناتہ	لہ ابنانہ	
۸۴	۱	علیہ وسلم خدیجۃؓ	علیہ وسلم از خدیجۃؓ	
۸۸	۱۰	فی قبال ما	فی نقل ما یقضی	
۹۷	۱	متعلق ایک دوسری روایت	متعلق روایت	
۱۰۶	۷	رأیتھم	رأیتم	
۱۰۸	۶	اس راوی کے	اس واوی کے	
〃	۱۴	بھی چھوٹ چکے	بھی چھوڑ چکے	
۱۰۹	۱۱	زینب کٹے جا رہی	زینبؓ ہجرت کئے جا رہی	
۱۱۱	۹	پہنچا دیا گیا	پہنچا دیا	
۱۱۴	۳	فی مخدوم زینب	فی قدوم زینبؓ	
۱۱۴	۱۰	جا ردکنا	جاکر روکنا	
۱۱۷	۱	ابو العاص کا گرفتار ہونا اور	یعنی پوری سطر کینسل شدہ ہے اس سطر کو کاٹ دیں	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۱۱۸	۳	پناہ صیح قرار	پناہ دینا صیح قرار	
۱۲۲	۱۷	ساتھ جو مسلمان	ساتھ مسلمان	
۱۲۳	۸	الغداۃ	الغداۃ	
۱۲۸	۱	عنایت درجہ کی	عنایت حد درجہ کی	
۱۳۰	۶	امامۃ بنت بھی	امامۃ بھی	
۱۳۳	۱۴	تکون لونڈی	تکون لولدی	
۱۳۴	۲	علی سے یہ نکاح	علی سے کر دی۔ یہ نکاح	
۱۳۴	۳	اہل سنت اور اہل شیعہ	اہل سنت اور شیعہ	
۱۴۵	۱۰	فی نسالھا	فی نسائھا	
۱۴۸	۳	نسطع	نستطع	
〃	۳	راتیاك	رأیناك	
۱۶۷	۵	سنت اور اہل شیعہ	سنت اور شیعہ	
۱۷۸	۶	خوب نواز تھا	خوب نوازا تھا	
۱۷۹	۶	علیہ وسلم کے ان	علیہ وسلم نے ان	
۱۸۲	۴	صلی اللہ صحبھما	صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۸۷	۸	اور مہو مورخ	اور مشہور مورخ	
〃	۸	مہودی	مسعودی	
۱۹۵	۱۰	نہیں ہو سکتے تھے	نہیں ہو سکے تھے	
۱۹۶	۲	لثمانیہ	لثمانیۃ	
〃	۱۶	نہیں ہو سکتے تھے	نہیں ہو سکے تھے۔	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۱۹۸	۷	منع گیا	منع کیا	
۲۰۰	۵	فرما سکتے تھے	فرما سکے تھے	
۲۰۱	۶	جب جب ان کا	جب ان کا	
۲۰۶	۸	محبت فرمائے	محبت عطا فرمائے	
۲۳۰	۸	سطر نمبر ۸ " حفصہ رضہ کو وہ زوج نکاح کرے گا جو عثمان رضہ سے بہتر ہوگا اور عثمان رضہ اس عورت سے نکاح کریں گے جو حفصہ رضہ سے بہتر ہوگی "۔		پڑھیے
۲۳۳	۳	حوالہ جات اور پیش	حوالہ جات اوپر پیش	
۲۳۵	۱۱	نکاح کے لیے اور	نکاح کیے اور	
۲۳۶	۱۳	فی لیس السیواء	فی لبس السیواء	
۲۴۳	۴	علیہ وسلم نماز جنازہ	علیہ وسلم نے نماز جنازہ	
۲۴۷	۱	دوسری شخصیت	دوسری شخصیت ہے	
۲۵۳	۳	ماقبل نبی اقدس	ماقبل میں نبی اقدس	
۲۵۸	۶	ہوکر قدیر کے	ہوکر قدید کے	
"	۱۳	اعلام النباء	اعلام النبلاء	
"	۱۵	قلما قدم	فلما قدم	
۲۵۹	۱	وصادقوا	وصادفوا	
"	۲	بال ابی بکر	بآل ابی بکر رضہ	
۲۶۳	۵	اور تمام روایات	اور عام روایات	
"	۸	گئے اور زمانے	گئے اور نہ زمانے	
۲۶۹	۱۷	لم یبلغ رجیها	لم یبلغ رجلیها	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۲۶۹	۱۸	به رجیها	به رجلیها	
۲۷۴	آخری سطر	حالات ذخولہ	حالات دخولہ	
۲۷۶	۱۴	ان سے بہت کرکے تھے	ان سے بہت محبت کرتے تھے	
۲۷۹	۹	(عزت کی وجہ سے)	(غیرت کی وجہ سے)	
۲۸۴	۲	شخصیت جو میرے	شخصیت ہو جو میرے	
"	۱۰	طبیعات	طیبات	
۲۸۹	۲	وسلم کا وصول ہو	وسلم کا وصال ہوا	
۲۹۱	۱۴	المرتضیٰ کو وصیت	المرتضیٰ کو امامت کے متعلق وصیت	
۲۹۲	آخری سطر	باب الفوادر	باب النوادر	
۲۹۷	۶	وہ سب جمع تھے	وہ سب جمع ہوئے	
۲۹۸	۸	بعد از وفات سرانجام	بعد از وفات غسل سرانجام	
۳۰۴	۱۱	صغیرسنی	صغرسنی	
۳۲۲	۶	اهل الجنة	اهل الجنّة	
۳۲۳	۷	رکھتے ہوئے مراتب	رکھتے ہوئے فرق مراتب	
۳۲۴	۹	دور میں بھی کماحقہ	دور میں کماحقہ	
۳۳۰	۶	کرتے ہیں جن کے	کرتے ہیں جن سے	
۳۳۲	۵	تو تو صدیق اکبر	تو صدیق اکبر رضہ	
"	۱۲	جس کے وہ کماحقہ	جس کو وہ کماحقہ	
"	۱۷	اور ادا کرتا ہے	ادا کرتا ہے	
۳۳۵	۱۴	علی صحه	صحة	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۳۳۵	آخری سطر	تحت ایہ	تحت آیۃ	
۳۳۷	۶	ناراضگی بھی ابھی	ناراضگی ابھی	
۳۴۱	۱۰	مفہوم بیان ہم نے	مفہوم ہم نے بیان کر	
۳۴۶	۱۰	الفئی ولاانفال	الفئی والانفال	
〃	۱۰	تفسیر الخمیس	تغنیر الخمس	
۳۴۹	۲۰	باب چہارم دہم	باب چہار دہم	
۳۵۴	آخری سطر	لحبص الشافی	۲۰. تلخیص الشافی	
۳۵۷	۱۰	اس قصہ ناقل	اس قصہ کا ناقل	
۳۵۹	۲	کرکے اتا اور	کرکے آنا اور	
۳۶۰	۳	اس میں حمۃ بھر	اس میں حبّہ بھر	
〃	۶	ناقابلِ وتلافی	ناقابل تلافی	
〃	۸	اقتداء میں نماز پنجگانہ	اقتداء میں پنجگانہ	
〃	۱۲	قائم رکھا	قائم رکھا تھا۔	
۳۶۴	اول	تشریف لاتے ظاہر ہے	تشریف لاتے تھے۔ ظاہر ہے	
۳۶۵	۸	فضل صدیق رسندات،	فضل صدیق رسندات علی ابن ابی طالبؓ	
۳۶۶	۱۷	الاسعثیات	الاشعثیات	
۳۶۷	۸	رُحمُاء	رُحَمَاءُ	
۳۶۸	۴	حاکم وقت بھی	حاکم وقت ہی	
۳۷۱	۹،۱۰	سطر ۹، ۱۰ کو خط کشید فرمائیں۔		
۳۷۳	اول	دفع توھمات	توھمات	

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۳۷۵	۲	ذکر کرتے ہوئے ہیں	ذکر ہوئے ہیں	
۳۷۶	۱۶	ان کا ذکر بھی خیر	ان کا ذکر خیر	
۳۸۴	۳	آیت مذکورہ بالا مفہوم	مذکورہ بالا کا مفہوم	
〃	۵	اور نصیحت کرنے	نصیحت کرنے	
〃	۱۴	للقرابۃ لم تتبعونی	للقرابۃ ان لم تتبعونی	
۳۸۹	۹	بہم نرسیدہ بود	بہم رسیدہ بود	
۳۹۰	۵	فرمانا درخواست ہوا	فرمانا درست ہوا	
۳۹۸	۱۷	کی رو الف لام	کی رو سے الف لام	
۳۹۹	۱۴	سے خطاب مگر	سے خطاب ہے مگر	
۴۱۵	۱۱	الخصاص	الجصاص	
۴۱۵	۱۶	بستی	لبستی	
۴۱۷	۱۲	بنابریں صلی اللہ علیہ وسلم	بنابریں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم	
۴۱۹	۱۰	عورتوں کو بلائیں۔ ہم اپنی ذاتوں	عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی ذاتوں	
۴۲۱	۱۳	بالایہ	بالآیۃ	
۴۲۳	۲	روایات میں اسے ایک	روایات میں سے ایک	
۴۲۴	۱۳	حضرت حفقہؓ	حضرت حفصہؓ	
۴۲۷	۹	مختلف کتاب سے	مختلف کتب سے	
۴۲۸	۱۸	سطر ۱۸، سطر ۱۹ کو حذف کر کے سطر ۱۷ کے بعد درج ذیل عبارت		

پڑھیئے "بوعقیلؓ کے فضائل نسبتاً کم ملتے ہیں اب کوئی شخص حضرت علیؓ کے برادران مذکور کی اس لیے نفی کردے کہ انکے فضائل کم دستیاب ہوتے ہیں اور حضرت علیؓ کے فضائل کثرت سے"۔

الفقیر ظہور الٰہی ابن حاجی میاں محمد
ساکن بھر پور تحصیل و ضلع چکوال
[illegible] الغریب

۸ دسمبر ۱۹۸۵ء ۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط اندراج	درست اندراج	کیفیت
۴۲۹	۱۷	ہیں اور وہ اپنی جگہ	ہیں وہ اپنی جگہ	
۴۳۳	۸	اور خود ابن ابی طالب	اور خود ابن ابی حاتم	
۴۳۴	۱۴	انکی نفی مقصود ہے	کی نفی مقصود ہے.	
۴۴۰	۲۰	انوار اللغۃ میں ایک حضرت	انوار اللغۃ میں ایک مقام پر حضرت	
۴۴۳	۱۳	سطر ۱۳، ۱۴ کو حذف کر کے درج ذیل عبارت پڑھیئے "ہے۔ جس میں جو قابل جواب شبہات باقی تھے ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے. اور اس دور میں جو شبہات لوگوں نے پھیلا رکھے ہیں"		
۴۴۳	آخری سطر کے بعد درج ذیل عبارت پڑھیئے. "و مرتبہ کے بیان کے لیے یہ ایک حقیر سی سعی کی ہے مالک کریم"			
۴۴۹	آخری سطر	فروغ کافی	فروع کافی	

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ وجل مجدہٗ

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (سورۃ احزاب ۵)

لے پالکوں کو اُن کے باپوں کی
طرف نسبت کر کے بُلاؤ یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف ہے

بناتِ اربعہ رضی اللہ عنہن

یعنی

چار صاحبزادیاں

رضی اللہ تعالیٰ عنہن

بنات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد چار ہونیکا مدلّل ثبوت۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کی سوانح اور فضائل و
مناقب پر جامع و مدلّل کتاب اور مسئلہ بناتِ رسول کے بارے میں

اعتراضات کا مکمل ازالہ

تألیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

تقسیم کنندگان مکتبہ ۵ بخشی سٹریٹ اردو بازار لاہور

○ حضرت ابوبکرؓ نے سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ ○ چار تکبیر کے ساتھ پڑھایا صـ ۲۹۹ تا ۳۰۲ (طبقات ابن سعد)

○ حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تھا صـ ۳۰۵

○ سیدنا حسنینؓ انبیاء و خلفائے راشدین کے علاوہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہونگے صـ ۳۲۲ تا ۳۲۵

○ حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے رنجیدگی کا واقعہ صـ ۱۷۹ و ۳۰۶ تا ۳۱۱

19

○ کتاب مدارج النبوت کوئی معتبر کتاب نہیں اسکے مصنف نے حضرت علیؓ کو "وصی" قرار دیا

○ حضرت علیؓ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ ابن سبا کا تھا حوالجات کشف (؟) صـ ۱۵۹

○ روایت کہ حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ میرا خلیفہ و وصی ہے موضوع ہے صـ ۳۷۹ و ۳۸۱

○ بخاری کی روایت میں حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو ان دم علیکم یا اہل البیت فرمایا صـ ۳۹۷ تا ۳۹۸

○ جناب وحید الزمان صاحب سے متعلق ادارہ کی غلطیاں عبارات صـ ۴۱۲ تا ۴۱۴

جملہ حقوق بحق مصنف

نام مصنف	مولانا محمد نافع
نام کتاب	بناتِ اربعہؓ
اول اشاعت	جنوری ۱۹۸۵ء
تعداد :	گیارہ سو
ناشر :	محمد ذاکر اکیڈمی لاہور
مطبع	ندیم یونس پریس لاہور

مجلد پچاس روپے 50
کارڈ کور پینتیس روپے 35

تقسیم کنندہ :

مکتبہ بکس : ۵ بخشی سٹریٹ متصل اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

بناتِ اربعہ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	مقدمہ از علامہ خالد محمود	
	— افتتاحیہ	۳۲
	— ضرورت تالیف کتاب ہذا	۳۴
	— ترتیب مضامین کتاب	۳۶
۱	ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات	۴۱
۲	سابق ازواج کا ذکر	۴۱
۳	شرف زوجیت اور حضرت خدیجہؓ کی عظمت اور فضیلت	۴۳
۴	حاشیہ حکیم ابن حزامؓ کا مختصر تعارف	۴۶
۵	حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ سے اولاد نبویؐ	۴۸
۶	محدثین کے نزدیک اولاد نبویؐ کا مسئلہ	۴۹

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۷	ایک معذرت (یہاں اولادِ نبوی کے سلسلہ میں صرف الہیثمی کا حوالہ دیا ہے۔)	۴۹
۸	سیرت نگاروں کے نزدیک اولادِ نبویؐ کا مسئلہ	۵۰
۹	اولادِ نبویؐ علمائے انساب کے نزدیک	۵۲
۱۰	حاشیہ: ابوجعفر بغدادی کی "المحبر" میں ایک مقام پر فروگذاشت حضرت رقیہ کے ذکر کا متروک ہونا۔	۵۵

اولادِ نبویؐ شیعہ علماء کی نظروں میں ۶۰

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۱	اصول کافی کی روایت (برائے چہار صاحبزادیاں)	۶۱
۲	صافی شرح اصول کافی کی تائید	۶۲
۳	کتاب الخصال میں شیخ صدوق کی روایت	۶۳
۴	کتاب الخصال میں شیخ صدوق کی دیگر روایت	۶۴
۵	الامالی سے شیخ صدوق کی روایت (ایک خطبے کی صورت میں)	۶۵
۶	خطبہ ہذا سے پانچ چیزوں کا استنباط	۶۷
۷	تنبیہ: (بعض شیعوں کا بناتِ ثلاثہ کی فضیلت سے انکار اور پھر اس کا جواب)	۶۷
۸	قرب الاسناد سے امام جعفر صادق کی روایت	۶۸
۹	ایک حیلہ یا عذر لنگ (روایت کے رواۃ پر نقد)	۶۹

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۱۰	قابل توجہ امور (مذکورہ بالا نقد کا جواب)	۷۰
۱۱	مورخ یعقوبی کا بیان (تاریخ یعقوبی سے)	۷۱
۱۲	مورخ "مسعودی" کا بیان (مروج الذہب سے)	۷۳
۱۳	نہج البلاغہ سے حضرت علی کا فرمان	۷۴
۱۴	شیخ مفید کی روایت "الارشاد" سے	۷۶
۱۵	علی ابن عیسی اربلی کی روایت "کشف الغمہ" سے	۷۸
۱۶	ملا باقر مجلسی کی روایت "حیات القلوب" سے	۷۹
۱۷	نعمت اللہ الجزائری کا فرمان "الانوار النعمانیہ" سے	۸۱
۱۸	شیخ عبد اللہ مامقانی کا بیان "تنقیح المقال" سے	۸۲
۱۹	ہاشم خراسانی کا فرمان "منتخب التواریخ" سے	۸۳
۲۰	شیخ عباس القمی کی روایت "منتہی الآمال" سے	۸۴
۲۱	خلاصہ کلام (قریباً پندرہ اکابر شیعہ علماء کے مذکورہ فرمودات کا خلاصہ)	۸۶
۲۲	ایک انتباہ — ابو القاسم علوی کوفی کے متفردانہ قول کا جواب اور اس کی علمی و دینی حیثیت کی قابل دید تشریح شیعہ کتب سے	۸۷

فہرست

سوانح :- صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۱		
۲	ولادت	۹۵
۳	اس مقام کی ایک دوسری روایت (نکاح زینب کے متعلق)	۹۷
۴	حاشیہ ، قولہ ابوالعاص، یعنی ابوالعاصؓ کے متعلقہ احوال	۹۷
۵	شعب ابی طالب میں ابوالعاص کی خدمات	
۶	قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ اور ابوالعاص کا صاف انکار	۱۰۰
۷	ابوالعاص کا قرابتداری میں اخلاص کامل اور آنجناب کی طرف سے اعتراف قدر	۱۰۲
۸	مکی زندگی کا آزمائشی دور	۱۰۴
۹	حضرت زینب کی ہجرت	۱۰۹
۱۰	حاشیہ قولہ ہبار بن اسود (متعلقات ہبار بن اسود)	۱۱۰
۱۱	حاشیہ قولہ فقد ماء بہا ~~الخ~~ علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	
۱۲	صاحبزادی زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت (خیر بناتی)	۱۱۳
۱۳	~~ابوالعاص کا گرفتار ہونا~~، سیدہ زینب کا پناہ دینا۔ اور ابوالعاص کا اسلام لانا۔	۱۱۷
۱۴	حاشیہ قولہ، النکاح الاول۔	۱۱۹
۱۵	شیعہ مورخین کی جانب سے واقعات ہذا کی تائید۔	۱۲۱

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۱۶	اس مقام کے متعلق چند فوائد	۱۲۴
۱۷	لباس قیمتی کا استعمال	۱۲۵
۱۸	سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکر خیر	۱۲۶
۱۹	علی بن ابی العاص	۱۲۸
۲۰	امامہ بنت ابی العاص	۱۲۹
۲۱	تزویج امامہ کے بارے میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت	۱۳۳
۲۲	سیّدہ زینبؓ کی وفات	۱۳۶
۲۳	وفات کا سبب	۱۳۷
۲۴	صبر کی تلقین اور واویلا سے منع	۱۳۸
۲۵	حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام	۱۴۰
۲۶	صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اصل	۱۴۲
۲۷	صاحبزادی زینبؓ کے جنازہ پر نعش کا بنایا جانا	۱۴۳
۲۸	سیدہ زینبؓ کا جنازہ اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت	۱۴۴
۲۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر زینبؓ میں اُتر کر دُعا کرنا۔	۱۴۷
۳۰	صاحبزادی حضرت زینب کے لئے ایک خصوصی فضیلت یعنی شہیدہ کے لقب سے یاد کیا جانا	۱۵۱
۳۱	حالات حضرت زینبؓ کا اجمالی خاکہ	۱۵۳
۳۲	"لمحہ فکریہ"	۱۵۷

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	"ازالہ شبہات"	۱۵۹
۱	زینب کا ابو ہالہ کی لڑکی ہونے کا شبہ	۱۶۰
	پھر اس کا ازالہ۔	۱۶۱
۲	صاحبزادی زینب کے ربیبہ ہونے کا اعتراض اور اس کا حل،	۱۶۸

سوانح حضرت سیّدہ رقیّہ رضی اللہ عنہا

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	حضرت رقیہؓ کا تولد - تربیت	۱۷۱
۲	اسلام لانا اور بیعت کرنا	۱۷۱
۳	حضرت رقیہؓ کا کم سنی میں نکاح اور پھر طلاق	۱۷۲
۴	مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک	۱۷۴
	(مع ایک ضروری حاشیہ کے جو عتیبہ کے لئے ہے۔	۱۷۴
۵	حضرت عثمان کے ساتھ نکاح	۱۷۶
۶	تعریف حضرت رقیہؓ نساء قریش کی زبانی	۱۷۸
۷	ہجرت حبشہ	۱۷۹
۸	آنحضرت صلعم کا احوال رقیہؓ دریافت کرنا۔	۱۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۹	شیعہ علماء کی طرف سے تائید اور ایک شبہ کا جواب	۱۸۲
۱۰	حبشہ سے واپسی	۱۸۴
۱۱	مدینہ کی طرف دوسری ہجرت	۱۸۴
۱۲	حاشیہ (مہاجرین حبشہ کو اہل السفینہ کہنا۔)	۱۸۵
۱۳	اولاد رقیہؓ کا ذکر	۱۸۶
۱۴	صاحبزادہ عبد اللہ کا جنازہ اور دفن	۱۸۷
۱۵	ام عیاش کا ذکر	۱۸۸
۱۶	ہدیہ ارسال کرنا	۱۸۹
۱۷	اپنے زوج کی خدمت گزاری	۱۹۲
۱۸	حضرت رقیہؓ کی بیماری	۱۹۳
۱۹	حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے برابر حصہ	۱۹۴
۲۰	شیعہ کی طرف سے تائید	۱۹۵
۲۱	تنبیہ	۱۹۶
۲۲	وفات رقیہؓ	۱۹۷
۲۳	تاریخ وفات	۱۹۷
۲۴	بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت	۱۹۸
۲۵	حضرت فاطمہؓ کا وفات رقیہؓ پر گریہ کرنا۔	۱۹۹
۲۶	ایک خصوصی ارشاد نبوی	۲۰۰
۲۷	حضرت عثمان بن مظعون کا اجمالی تعارف	۲۰۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸	شیعہ کی طرف سے تائید	۲۰۱
۲۹	حضرت فاطمہؓ کا قبر رقیہؓ پر تشریف لانا	۲۰۲
۳۰	حاصل کلام	۲۰۵
۳۱	حضرت رقیہؓ پر درود بھیجنے کا حکم	۲۰۶
۳۲	سوانح حضرت رقیہؓ کا اجمالی خاکہ	۲۰۸
۳۳	ازالۂ شبہات	۲۱۱

(۱) انتباہ کہ حضرت سیدہ رقیہؓ آنجنابؐ کی صاحبزادی نہیں پھر اس کا حل — ۲۱۱

(۲) اعتراض کہ حضرت رقیہؓ کے لئے کوئی "فضیلت" کسی سنی و شیعہ کتاب میں نہیں ملتی۔ پھر اس کا تسلی بخش جواب — ۲۱۲

(۳) حضرت رقیہؓ پر مظالم عثمانی کا افسانہ پھر اس پر کلام — ۲۱۳

فہرست عنوانات سوانح سیدہ ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اسم گرامی	۲۱۹
۲	ولادت باسعادت	۲۱۹
۳	اسلام لانا اور بیعت کرنا	۲۲۰
۴	حضرت ام کلثومؓ کا نکاح اول اور طلاق	۲۲۱
۵	مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا۔	۲۲۳
۶	حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح	۲۲۷
۷	تاریخ تزویج سیدہ ام کلثومؓ	۲۳۳
۸	شیعہ علماء کی طرف سے تائید	۲۳۳
۹	عدم اولاد	۲۳۴
۱۰	ایک انتباہ (حضرت عثمانؓ نے احتراماً دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور یہ خصوصیت نبوی ہے۔	۲۳۵
۱۱	بیش قیمت چادر کا استعمال	۲۳۶
۱۲	حضرت ام کلثومؓ کا انتقال	۲۳۷
۱۳	حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر	۲۳۹

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۲۴۰	حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان	۱۴
۲۴۰	حاشیہ :- (یعنی ام عطیہؓ غاسلۃ المیتات تھی-	۱۵
۲۴۳	حضرت ام کلثوم کی نماز جنازہ-	۱۶
۲۴۴	حضرت ام کلثوم رضؓ کا دفن-	۱۷

ازالہ شبہات

(۱) ام کلثومؓ کے ربیبہ ہونے کا طعن پھر اس کا جواب ۲۴۶

(۲) ام کلثوم کی عدم فضیلت کا شبہ پھر اس کا ازالہ ۲۴۷

فہرست عنوانات

سوانح حیات حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۴	ولادت باسعادت،	۱
۲۵۴	اسم گرامی اور القاب	۲
۲۵۵	شمائل وخصائل	۳
۲۵۶	بچپن کا ایک واقعہ	۴
۲۵۷	مدینہ طیبہ کو ہجرت	۵
۲۵۹	تزویج سیّدہ فاطمہؓ	۶
۲۶۰	مکان کی تیاری	۷
۲۶۱	جہیز کی خرید اور انتخاب	۸
۲۶۳	انعقاد نکاح اور زوجین کی عمر	۹
۲۶۴	ایک گذارش	۱۰
۲۶۴	فراش شبینہ	۱۱
۲۶۵	خانگی امور میں تقسیم کار	۱۲
۲۶۷	خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ	۱۳
۲۶۹	درویشانہ زندگی اور مختصر لباس	۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۵	غزوہ احد میں خدمات	۲۷۰
۱۶	میت والوں کی تعزیت	۲۷۱
۱۷	قربانی کے موقعہ پر حاضری	۲۷۲
۱۸	آنجناب کے لئے غسل کے وقت پردہ کرنا۔	۲۷۳
۱۹	قربانی کا گوشت رکھنے کی اباحت	۲۷۴
۲۰	مسجد میں آتے جاتے درود شریف کا ورد	۲۷۵
۲۱	حضرت فاطمہؓ پر حضورؐ کی شفقت	۲۷۶
۲۲	نقش و نگار سے اجتناب	۲۷۷
۲۳	حضرت فاطمہؓ کو عائشہ سے محبت کی تلقین	۲۷۸
۲۴	شکر رنجی کا ایک واقعہ	۲۷۹
۲۵	عمل صالحہ کی تاکید	۲۸۱
۲۶	آنحضرتؐ کا آپؓ کو اعتماد میں لے کر گفتگو کرنا۔	۲۸۲
۲۷	انتقال نبویؐ پر سیدہ فاطمہ کا غم	۲۸۴
۲۸	سیدہ فاطمہ کو خصوصی وصیت نبوی برائے منع ماتم	۲۸۶
۲۹	سیدہ فاطمہ کا مالی مطالبہ۔	۲۸۹
۳۰	حضرت ابو بکرؓ کے ہاں ایک بشارت نبوی کا ذکر	۲۹۰
۳۱	حضرت امامہ کے حق میں وصیت	۲۹۱
۳۲	شیعہ کی جانب سے تائید	۲۹۲
۳۳	سیدہ فاطمہؓ کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری اور اسماء کی خدمات	۲۹۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۴	شیعہ کی طرف سے تائید	۲۹۴
۳۵	شیخین کی طرف سے سیدہ فاطمہؓ کی بیمار پرسی	۲۹۴
۳۶	حضرت فاطمہؓ کا انتقال	۲۹۶
۳۷	حضرت فاطمہؓ کا غسل بذریعہ اسماء بنت عمیس	۲۹۷
۳۸	آپؓ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخین کی شمولیت	۲۹۸
۳۹	اولاد سیدہ فاطمہؓ	۳۰۴

چند اہم مباحث

بحث اوّل ۔ حضرت فاطمہؓ کی رنجیدگی۔ ۳۰۶

۱ ۔ **توضیح** (واقعہ رنجیدگی کا فتح مکہ ۸ھ کے بعد پیش آنا۔ ۳۰۷

۲ ۔ رنجیدگی کے ازالہ کے متعلق چند چیزیں۔ ۳۰۸

۳ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں پر دوسرا نکاح ناجائز ہے۔ ۳۰۹
(یہ خصوصیات نبویؐ میں سے ہے نیز اس میں دیگر مصالح بھی مضمر ہیں۔)

بحث ثانی ۔ افضلیّت النساء ۳۱۴

— حضرت خدیجہؓ۔ حضرت فاطمہؓ حضرت مریمؑ حضرت آسیہؑ خواتین جنّت میں سے افضل ہیں۔ ۳۱۴

— مسئلہ ہذا شیعہ اکابر کی نظر میں۔ ۳۱۶

— حضرت عائشہ کی فضیلت باقی خواتین پر ۳۱۸

— ایک ضابطہ۔ قطعیات کا درجہ ظنّیات سے مختلف ہوتا ہے۔ ۳۲۱

— عقلی استثناء کا اعتبار ۳۲۱

— حسنینؓ کی سیادت انبیاء علیہم السلام اور خلفاء الراشدین کے ماسوا ہے۔ ۳۲۱

— مختلف جہات کا اعتبار کرنا ۳۲۲

— توقف کی تلقین ۳۲۳

بحث ثالث (۳)

حضرت سیّدہ فاطمہؓ کا مالی حقوق کا مطالبہ

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	مالی حقوق کا مطالبہ اور مسئلہ ہذا کی شیعہ کی طرف سے تائید	۳۲۴
۲	حق خمس کی تولیت	۳۲۶
۳	اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیت	۳۲۷
۴	شیعہ کی طرف سے اس کی تائید	۳۲۸
۵	صدیقی دور میں ایفائے عہد	۳۳۰
۶	بحث ہذا کا اجمالی خاکہ	۳۳۴
۷	مسئلہ ہذا کا دوسرا رُخ	۳۳۶
۸	صدیقی جواب پر حضرت فاطمہؓ کی خاموشی	۳۳۶
۹	رضامندی کی روایات (۱۴ عدد کتب سے)	۳۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰	شیعہ کتب سے رضامندی کا ثبوت	۳۳۹
۱۱	فدک کے لئے ہبہ۔ عطیہ۔ وثیقہ اور وقف کے عنوانات	۳۴۱
۱۲	قواعد کا لحاظ	۳۴۱
۱۳	ابو سعید کی روایات کا تجزیہ	۳۴۲
۱۴	دعویٰ فدک پر شہادت طلبی	۳۴۴
۱۵	ہبہ کے متعلق ایک قاعدہ	۳۴۵
۱۶	شق وثیقہ کا واقعہ اور سبط ابن الجوزی پر کلام	۳۴۶
۱۷	وقف فدک کا مسئلہ	۳۴۸
۱۸	فدک اور وصیت نبویؐ	۳۵۳
۱۹	خلاصہ کلام	۳۵۵

بحث رابع { سیّدہ فاطمہؓ کے بیت کے جلانے کے متعلقات ۳۵۶

— اس بحث میں روایتاً و درایتاً کلام ہوگا۔

— روایت کے اعتبار سے تجزیہ ۳۵۷
(سُنّی و شیعہ علماء کی کتب سے)

— درایت کے اعتبار سے تجزیہ ۳۶۰

بحث خامس { سیّدہ فاطمہؓ کے جنازے کا مسئلہ ۳۶۳

— حضرت فاطمہؓ کی تاریخ ارتحال ۳۶۳

— ان تاریخوں میں صدیق اکبر مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ ۳۶۳

— حضرت سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھایا۔ ۳۶۴
(اس پر سات عدد حوالہ جات کتب معتبرہ سے)

— مسئلہ ہٰذا کے متعلق اسلامی ضابطہ ۳۶۶
(مسلمانوں کا حاکم امامت جنازہ کا زیادہ حقدار ہے)

— مسئلہ ہٰذا کے متعلق تاریخی شواہد (چار عدد واقعات) ۳۶۸

— ایک اشتباہ کا ازالہ ۳۷۱

دفع توہّمات

(دس عدد)

① وہم اوّل ——— دعوتِ عشیرہ کے متعلق ۳۷۴

② وہم ثانی ——— المودۃ فی القربیٰ کے متعلق ۳۸۲

③ وہم ثالث ——— آیت تطہیر کے متعلق ۳۹۲

④ وہم رابع ——— آیتِ حجاب کے متعلق ۴۰۹

⑤ وہم خامس ——— سہم ذوی القربیٰ کے متعلق ۴۱۳

⑥ وہم سادس ——— دعوتِ مباہلہ کا مسئلہ ۴۱۹

⑦ وہم سابع ——— کثرتِ فضائل کو وحدتِ بنت کی دلیل بنانا۔ ۴۲۷

⑧ وہم ثامن ——— انجیل کی ایک روایت سے استدلال (بذریعہ فرقد سنجی) ۴۳۱

⑨ وہم تاسع ——— خطبات میں حضرت فاطمہؓ کا نام مذکور ہونا ۴۳۵

⑩ وہم عاشر ——— جناب وحید الزمان صاحب کی عبارت کے متعلق ۴۳۷

مقدمہ

از حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب سیالکوٹی زید مجدہم

سنت نگر۔ لاہور

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحتِ نسب قائم رکھنے کی بہت تاکید کی ہے۔ عہدِ جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ سے نسبت کیے جاتے تھے۔ یہ خلافِ واقع نسبتیں دینِ فطرت کے یکسر خلاف تھیں۔ ہندو تمدن میں نیوگ کی راہ سے کسی کی اولاد کسی کے نام آجاتی۔ اسلام نے جہاں اور بہت سی معاشرتی برائیاں دور کیں صحتِ نسب کا پاس رکھنا اور غلط نسبت سے بچنا بھی دینِ فطرت کے لیے ضروری ٹھہرایا اور یہ صحیح ہے کہ صحتمند فکر کسی دوسرے باپ کی طرف انتساب میں کوئی عزت محسوس نہیں کرتی۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

اُدعوھم لآباءھم ھو اقسط عند اللہ (پ ۲۱ الاحزاب رکوع ۱)

"بلاؤ لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے یہی انصاف ہے اللہ کے ہاں۔"

یہ حکم اس لیے ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں کسی پہلو سے اشتباہ والتباس واقع نہ ہونے پائے۔ سوچ یہ ہے کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔

یہ صرف مردوں کے لیے ہی نہیں کہ ان کا نسب مشتبہ نہ رہے۔ عورتوں کے

بارے میں بھی حکم یہی ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت نہ کرو۔ قرآن کریم کے ایسے احکام اپنے عموم میں عورتوں کو شامل ہیں۔

عرب لوگ قبائل و بطون کے امتیاز میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں۔ اس جذبہ نے اسلام کی اس اصولی دعوت کے بعد اور نکھار چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"من ادعیٰ الی غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام"
(سنن ابی داؤد۔ صفحہ ۳۵۰، ج ۲)

اور یہ بھی فرمایا: "من ادعیٰ الی غیر ابیہ وانتمیٰ الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ المتتابعہ الیٰ یوم القیٰمۃ" (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: "جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور نسل کا انتساب چاہا اور اسے پتہ ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو وہ جنّت میں کبھی نہ جائے گا۔"

اسلام کے اس انقلابی اعلان کا اثر یہاں تک پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے متبنّیٰ حضرت زیدؓ جو پہلے زید ابن محمدؐ کہلاتے تھے پھر زید ابن حارثہ بن گئے اور قانون قرار پایا کہ نسبت اصل باپوں کی طرف ہی ہے۔ یہی انصاف اور حق کے زیادہ قریب ہے۔ صلۂ رحمی اسلام کی اساسی تعلیم ہے۔ اس پر عمل تبھی ہو سکتا ہے کہ لوگ رشتہ داری میں ایک دوسرے کو پہچانیں۔ پس انساب کا ضروری علم سیکھنا لازم ٹھہرا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثرات فی المال ومنسأۃ فی الاثر (جامع ترمذی ص۱۹ ج ۲)

ترجمہ: اپنے انساب کو جانو کہ تم اپنے رشتہ داروں میں صلۂ رحمی

بروئے کار لاسکو۔ صلۂ رحمی اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے۔ مال میں ثروت ہے اور اثر میں دیر پا ہے۔

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہلِ بیت رسالتؐ نے پرورش پائی تھی۔ دین فطرت کی آواز بناتِ رسولؐ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہما کے کانوں میں بھی پہنچی ہوگی۔ انہیں بناتِ رسول کہنے والے ان کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دُوسرا فیصلہ نہ کر سکتے تھے نہ ان کے بارے میں بارے میں تاریخ کوئی دُوسرا فیصلہ دے سکتی تھی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیٹیاں تو کسی اور کی ہوں اور کہلائیں بناتِ رسولؐ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ان کو اسی عنوان سے پذیرائی دیتے رہیں۔ قرآن کریم پر اور حدیث پر اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمل نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟

اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد اگر زید ابنِ حارثہؓ زید ابنِ محمدؐ نہیں رہ سکتے تو یہ سیّدات مطہرات کسی اور کی بیٹیاں ہو کر بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کیسے رہ سکتی تھیں؟

قرآنِ کریم اور حدیث شریف کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں یہ محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم، اُمّہات المومنینؓ یا صحابہ کرامؓ ان لے پالک بیٹیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹیاں کہتے رہیں۔ اور دینِ فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر میں دینِ فطرت کو عمل میں نہ لا سکے۔

سو حق یہ ہے کہ یہ تینوں سیّدات مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن آواز تو باپوں کے نام سے دی جائے اور نسبتیں غیر باپوں کے نام سے قائم رہیں اور وہ بھی پیغمبر کے گھر میں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خود اہلِ بیتِ رسالتؐ تعلیمِ رسالت سے بے بہرہ رہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"انکم تدعون باسماء کم و اسماء اٰباءِ کُم" (رواہ ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۵)

ترجمہ: بیشک تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام سے بُلائے جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نسبی شرافت کو برملا ظاہر فرماتے۔ یہ اپنوں میں اپنی بڑائی ہے اور قوم کی ایک مرکزی عظمت کا اظہار ہے۔ یہ کسی پہلو سے کوئی عیب نہیں۔ اور اس میں کوئی خودنمائی نہیں۔ دُوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار بے شک صحیح نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا انفسکم نسباً و صھراً و حسبًا۔ لیس فی اٰبائی من لدن اٰدم سفاح کلنا نکاح۔ (الزرقانی شرح مواہب۔ ص ۶۷، ج ۱)

نسب کے اس امتیازی ماحول میں حضرت سیّدہ زینب، حضرت سیّدہ رقیہ اور حضرت سیدہ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہن کا نسب چھپا رہے یہ بات کسی طرح لائق باور نہیں۔ پھر یہ ایک بیٹی کی بات نہیں۔ تینوں کی تین بیٹیاں اس مشتبہ نسب میں رہیں اور سالہا سال تک اور کسی غیر معروف گھر میں نہیں بلکہ پیغمبر کے گھر میں جو کل جہان کے لیے مثال ہوگا۔

یہ بات کسی طرح قرینِ قیاس نہیں جو خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک بیٹے کو حضورؐ کی نسبت میں رکھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ لے پالک بیٹیوں کو کس طرح سالہا سال تک بناتِ رسولؐ کے عنوان میں اہل بیتِ رسالت میں رکھ سکتا تھا۔ اگر کوئی ایسی صُورت ہوتی تو اس کے لیے اتنا ہی جلی اور واضح اعلان ہوتا جتنا حضرت زید ابنِ حارثہ کے لیے ہُوا تھا۔

باپ کی فطرت اولاد میں: اکثر دیکھا گیا ہے کہ باپ کے بدنی خصائص اور

آثارِ حلیات اولاد میں بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ڈاکٹر لوگ خُون ملا کر اصل اور فرع کو بھانپ لیتے ہیں، باپ بیٹے کا خون عام طور پر مل جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کہتے ہیں کہ ایک یہودی عورت (زینب بنت حارث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت لائی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپؐ نے اس سے کچھ گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صُورتِ حال سے اطلاع دے دی اور آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ دیکھیے صحیح بخاری جلد اوّل ص ۳۵۶ اور جلد ثانی ص ۶۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہلک اثر سے محفوظ رہے۔ مگر صحابہؓ محسوس کرتے تھے کہ آپؐ کے تالو میں اس کے اثرات ہیں۔ محدّثین لکھتے ہیں:

ان اثر تلکَ اللقمه من الشاة کان باقیاً تعتریه حتی الوفات۔ اِذ کان یعرف ذٰلكَ بتغیر لون اللهوات۔ اس زہریلے لقمے کا اثر باقی رہا۔ یہ صُورت آپؐ کو وفات تک پیش آتی رہی اور یہ صورت تالو کے رنگ کی تبدیلی سے پہچانی جاتی تھی۔ وفات کے وقت آپؐ نے اس کے پُورے اثر کو محسوس کیا اور اکابر صحابہؓ اس پہلو سے آپؐ کو شہید کہتے رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ آپؐ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پُورا کام کر دیا ہے۔ تو اس معنیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زہر سے شہادت ہُوئی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے۔ (نشر الطیب ص ۲۰۳)

مہلک اثرات کا پہلے دبے رہنا اور وفات کے قریب پھر سے تازہ ہو جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیّدہ زینب میں بھی دیکھا گیا آپؓ نے اپنے سفرِ ہجرت میں جو تکلیفیں اُٹھائی تھیں ان کا اعتراف خود لسانِ نبوت سے منقول ہے۔ حضور نے فرمایا تھا:

"خیر بناتی اُصیبت فیَّ"

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت اس زہر کے اثرات بڑی شدّت سے محسوس کیے۔ یہ صورت حضرت زینبؓ میں بھی دیکھی گئی۔ وفات سے قبل ان کے وہی زخم پھر سے تازہ ہوگئے۔ یہ ایک عجیب بدنی نسبت تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی بیٹی میں منتقل ہوئی۔ اور حضرت زینبؓ بھی شہید ہوکر ہی دُنیا سے رُخصت ہوئیں۔

فَلَمْ تزل وجعة حتیٰ ماتت من ذٰلكُ الوجع فكانوا یرون انها شهیدةٌ۔ (مجمع الزوائد ج ۹ - صـ۲۱۶)

حافظ ابن کثیر نے بھی آپؓ کے لیے "شہیدہ" کے الفاظ لکھے ہیں:

"ماتت شهیدة۔" (البدایه والنهایة - جلد۵ - صـ۳۰۸)

اس قسم کے واقعات تبلا رہے ہیں کہ حضرت زینبؓ کے بعض جسمانی حالات میں ان کے والد گرامی کے بعض جسمانی حالات کارفرما تھے۔ یہ فطری مناسبت تاریخ کا ایک ناقابلِ انکار واقعہ ہے۔ اور ان لوگوں کی آنکھوں کا سُرمہ ہے جو اس موضوع کو پُوری بینائی سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو اس میں ہرگز کسی پہلو سے تردّد نہیں کہ حضرت سیّدہ زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی صاحبزادی تھیں اور آپؐ کے بدنی اثرات آپ کی بیٹی میں دیکھے گئے۔ شہید باپ کی شہیدہ بیٹی میں یہ اثر بہت نمایاں تھا۔ پھر آپ یہ بھی دیکھیے کہ حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہوکر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور کا جذبہ پدری کس طرح حضرت زینبؓ کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپؐ اپنی بیٹی کے لیے کس قسم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے۔

کبھی کسی نے بیوی کی پچھلی اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذباتِ شفقت

اُبھر[illegible] دیکھے؟ بالخصوص جب کہ ان کی والدہ بھی موجود نہ رہی ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اولاد کے لیے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے۔ حضور اکرمؐ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لیے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

خیریت اور فضیلت میں فرق

وقائعِ بدر اور واقعاتِ ہجرت نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ حضرت زینبؓ کا یہ اذیتیں اٹھانا حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔ حضرت زینبؓ کی یہ اچھائی (خیر) حضرت ابوالعاص تک متعدی ہوئی اور یہ وہ صفت ہے جس میں آپ تینوں بہنوں سے ممتاز رہیں۔ حضرت سیدہ رقیہؓ اور حضرت سیّدہ اُمّ کلثومؓ کے خاوند حضرت عثمانؓ پہلے سے مسلمان تھے لیکن حضرت زینبؓ کے خاوند حضرت ابوالعاص پہلے سے مسلمان نہ تھے۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ ہوکر آئے تھے پھر قید بھی ہوئے اور حضرت زینبؓ کو ان کا فدیہ مکّہ سے مدینہ بھیجنا پڑا اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا دیا ہوا ہار تھا جو حضرت زینبؓ نے اپنے خاوند کے فدیہ میں بھیجا تھا۔ ہار کا یہ واقعہ کس طرح حضرت زینبؓ کے مدینہ آنے کا سبب بنا۔ یہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔ اب حضرت ابوالعاص سے جو نیکی اور قربانی عمل میں آئے گی وہ سب حضرت زینبؓ کا ہی خیر شمار ہوگا۔ جو مختلف افراد میں پھیلتا چلا گیا تھا۔

"خیر" اور "افضل" کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیٹیوں میں افضل حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا ہیں ان کی شان اپنی ذات میں بہت اونچی

اور بلند ہے لیکن خیر البنات حضرت زینبؓ ہی شمار ہوں گی۔ اپنی ذات میں فضیلت رکھنا اور بات ہے اور دوسروں تک اچھائی پہنچے۔ یہ پہلوئے خیر ہے۔

عالم کبیر ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ رب الباری لکھتے ہیں:

فباب الخيرية وهي الطاعة للحق والمنفعة للخلق متعد وباب الفضيلة لازم۔ (شرح فقہ اکبر صہ ۸۲)

ترجمہ: خیر جو طاعت حق اور لوگوں کو نفع پہچانے کا نام ہے متعدی ہے اور فضیلت فعل لازم ہے۔

فضیلت کا دوسروں تک پہنچنا ضروری نہیں لیکن خیر کا دوسروں تک متعدی ہونا ضروری ہے۔

افضل البنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی حضرت علیؓ کی زوجہ تھیں تو خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق حضرت زینبؓ کی بیٹی حضرت امامہ (بنت ابی العاص) سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی خیر البنات کا ہی خیر تھا جو حضرت علیؓ کو ملا اور حضرات حسنینؓ کے لیے درجہ شفقتِ مادری بنا۔ اور دیکھا جائے تو اس پہلو سے حضرت علیؓ بھی ذی النورین ہو گئے اور اس جہت سے خیر البنات حضرت زینبؓ حضرت علیؓ کی والدہ ٹھہریں اور افضل البنات آپ کی زوجہ محترمہ بنیں۔

کعبۃ بیت اللہ شریف قیام کائنات کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ ہے جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے نواسے حضرت سیدہ زینبؓ کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

توفّی علی بن ابی العاص وقد ناهز الحلم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم

اردفہ علی راحلته یوم الفتح (الاصابہ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)

المختصر کہنا صرف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی جس بیٹی کو خیر البنات فرمایا اس کا خیر پوری اُمت تک متعدی ہوا اور اس لیے حضورؐ نے فتح مکہ کے دن اپنے نواسہ حضرت علی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ لے پالک بیٹی یا ربیبہ کے بیٹے سے یہ لطف و محبت جو حضورؐ علی سے فرما رہے تھے تاریخ عرب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خصوصاً جبکہ وہ بیوی جس کی یہ اولاد ہو بقیدِ حیات نہ ہو اور پھر سوتیلا باپ اور نکاح بھی کر چکا ہو۔ پس حق یہی ہے کہ یہ علی حضورؐ کے حقیقی نواسے تھے اور حضرت زینبؓ آپؐ کی حقیقی بیٹی تھیں اور اپنے والدِ محترم کی شفقت و محبت کی بجا طور پر حقدار تھیں۔

حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم کا نکاح عتبہ و عتیبہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح اسلام کے قوانینِ نکاح اترنے سے پہلے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا ہوا تھا لیکن رخصتی کی نوبت ابھی نہ آئی تھی۔ سورۃ تبت یدا کے نزول سے ابولہب سیخ پا ہو گیا اور اس کی جاہلیت اور اُبھری۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بدلہ لینے کی ایک صُورت نکالی۔ اپنے بیٹوں کو بلایا، باپ کی غیرت کا واسطہ دیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی لڑکیوں رقیہ اور اُمِّ کلثوم کو طلاق دے دو۔

عرب معاشرہ میں بیوی کی پچھلگ بیٹیاں یا لے پالک بیٹیاں کبھی غیرت یا دشمنوں کی عداوت کا موضوع نہیں بنیں اور ان کی تکلیف کبھی اس وقتی باپ کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں کا حکم دینا کہ تم رقیہ و اُمِّ کلثوم کو طلاق دے دو، یہ اسی لیے تھا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اذیت پہنچے۔ وہ اس لیے انہیں طلاق نہیں دلوا رہا تھا کہ اس سے حضرت خدیجہؓ کو اذیت پہنچے۔ او نچے

گھرانوں میں پچھلگ بیٹیاں غیرت کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔ عداوت انہی بچوں سے ہوتی ہے جو اس خاندان کے ہوں۔ رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اترا تھا۔ سورۃ "تبت یدا" اسی میں تھی اس سے چڑ کر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا تھا اس سے حضرت خدیجہ کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہ تھی۔

سو عتبہ اور عتیبہ کا حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو طلاق دینے کا واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ حضورؐ کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ پچھلگ یا لے پالک ہرگز نہ تھیں۔ لے پالک بیٹیاں دوسرے باپ کے لیے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں نہ تاریخ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے یہ بذاتِ خود ایک صدمہ کی بات تھی۔ اگر وہ حضرت خدیجہؓ کی پچھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ ان کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہوتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیثم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الهيثم عن موسى بن كثير ان عمرؓ بعثمان رضي الله عنهما وهو حزين قال ما يحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بيني وبين رسول اللهؐ وذلك حدثان ماتت بنت رسول الله۔ (مسند امام اعظم مطبع مجیدی لاہور صـ ۲۰۵)

حافظ ابو بشر دولابی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وفات رقیہؓ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

" الحمد لله دفن البنات من المكرمات "

(بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے)۔

حضرت عثمانؓ کی بے کلیجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھی۔ آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخ ولد آدم میں حضرت عثمانؓ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمانؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

خصائص بناتِ رسولؐ

بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی الجھن ہو گی تو کیا ایک دوسری کے خاوند کو برا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے، وہ ایک دوسری کے سسرال کو برا کہیں گی؟ نہیں سسرال تو دونوں کے ایک ہیں۔ سو یہ جذبۂ رقابت جب بھی ابھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا، کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔

اب غور کیجیے جو خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہو گی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبۂ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت پیغمبرؐ کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بیچاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتایئے ان خواتین کے

گھرانوں میں پچھلگ بیٹیاں غیرت کا موضوع تو بن سکتی ہیں عداوت کا نہیں۔ عداوت انہی بچوں سے ہوتی ہے جو اس خاندان کے ہوں۔ رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر بحث تھی اور قرآن کریم آپ پر ہی اُترا تھا۔ سورۃ تبت یدا اسی میں تھی اس سے چڑ کر ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی تو سوچ سکتا تھا اس سے حضرت خدیجہ کی یتیم بچیوں سے عداوت پیدا ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہ تھی۔

سو عتبہ اور عتیبہ کا حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو طلاق دینے کا واقعہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ حضورؐ کی ہی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ پچھلگ یا لے پالک ہرگز نہ تھیں۔ لے پالک بیٹیاں دوسرے باپ کے لیے کبھی اس طرح غیرت کا موضوع نہیں بنتیں نہ تاریخِ عرب میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی

حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہوگیا ہے یہ بذاتِ خود ایک صدمہ کی بات تھی۔ اگر وہ حضرت خدیجہؓ کی پچھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہونی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضورؐ سے رشتہ صہری منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیثم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الهيثم عن موسى بن كثير ان عمر مرّ بعثمان رضي الله عنهما وهو حزين قال ما يحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بيني وبين رسول اللهؐ وذلك حدثان مانت بنت رسول الله۔ (مسند امام اعظم مطبع محمدی لاہور صہ ۲۰۵)

حافظ ابوبشر دولابی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وفات رقیہؓ کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

"الحمد للہِ دفن البنات من المکرمات"

(بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے)۔

حضرت عثمانؓ کی بے غمگینی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھی۔ آپؐ نے اپنی دوسری بیٹی اُمِ کلثومؓ بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخ ولد آدم میں حضرت عثمانؓ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمانؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

خصائص بناتِ رسولؐ

بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی اُلجھن ہوگی تو کیا ایک دُوسری کے خاوند کو بُرا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے، وہ ایک دوسری کے سسرال کو بُرا کہیں گی؟ نہیں سسرال تو دونوں کے ایک ہیں۔ سو یہ جذبۂ رقابت جب بھی اُبھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا، کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔

اب غور کیجیے جو خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبۂ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت پیغمبر کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون کے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بیچاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتائیے ان خواتین کے

اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے ؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ پیغمبر کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے۔ تاکہ پہلی بیوی کے جذبۂ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو گی کہ آپؐ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضورؐ کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آسکے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "الخصائص الکبریٰ" میں ایک باب باندھا ہے

"باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان بناتہ لایتزوج علیہن -" (جلد ۲ صہ ۲۵۵)

جب تک حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہیں آپؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پھر جب تک حضرت ام کلثومؓ آپؓ کے نکاح میں رہیں آپؓ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔

اُمّ کلثومؓ بنتِ رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے بھی اور نکاح کیے اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے بھی اور نکاح کیے۔ یہ صورتِ حال کھلی اتفاقی شہادت ہے کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بیٹیاں تھیں۔ اگر یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی پچھلگ بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے حضرت عثمان کے لیے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ حضرت اُمّ کلثومؓ کے بعد آپ نے کئی نکاح کیے۔ فاطمہ بنتِ ولید، فاختہ بنتِ غزوان۔ رملہ بنتِ شیبۃ اور نائلہ سب آپ کی بیویاں تھیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر دے

اور آپ کی مساعی جمیلہ کو اور نافع بنائے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے حالات، کمالات اور درجات ایسے محققانہ اور نفیس پیرائے میں بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت واقعی اس عہد کا ایک نہایت اہم علمی اضافہ ہے۔ مولانا کا انداز بیان محض تبلیغی نہیں تحقیقی بھی ہوتا ہے۔ ایک مؤرخ کی حیثیت میں آپ بات کی آخری تہ تک اُترتے ہیں۔ رُحماء بینہم کے بعد آپ کی یہ تحقیقی پیشکش بیشک دُنیائے علم پر ایک عظیم احسان ہے۔ رب العزت آپ کی ان مساعی کو مشکور فرمائیں اور آپ کو ہر فتنہ اور ہر عین لامہ سے محفوظ فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ اس کے پڑھنے سے قارئین اپنے دلوں میں ان نفوسِ کریمہ کی مزید عظمت و عقیدت محسوس کریں مؤلف کے عقیدہ محبت اہلِ بیت اور اس کے اخلاصِ عمل کی ایک کھلی شہادت ہے۔ اُمید واثق ہے کہ قارئین اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے دلوں میں ایک غیر معمولی سکون و طمانیت محسوس کرینگے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کا خاصہ ہے کہ ان کے حالات سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

حال وارد پاکستان - (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاخرین امام الرسل وخاتم النبیین وعلی ازواجہ المطہرات وبناتہ الاربعۃ الطاہرات الطیبات زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ وعلی اہل بیتہ وجمیع اصحابہ واتباعہ باحسان الی یوم الدین

ضرورت تالیف

تالیف ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور سیرت تحریر کرنے کا ارادہ ہے (بعونہ تعالیٰ)۔ بعض لوگ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں افراط وتفریط کرتے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو حقیقی دختر شمار کرتے ہیں اور باقی تین صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو آنجنابؐ کی حقیقی اولاد شریف سے خارج گردانتے ہیں۔ اور ان کو ربائب اور لے پالک بیٹیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔

جبکہ فرمان خداوندی اس طرح ہے کہ:۔

ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ (سورہ احزاب : ۵)

یعنی لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے پکارو۔ یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا انصاف ہے۔

چنانچہ فرمان خداوندی کا تقاضا ہے کہ اولاد کو اپنے آباء کی طرف منسوب کریں اور غیر آباء کی طرف انتساب ہرگز نہ کریں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یہی حکم ہے۔

بنابریں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بنات ثلاثہ کو دوسرے آباء کی طرف منسوب کرنا نہایت ناروا طریق ہے اور شریعت کی تعلیمات کے بالکل برعکس رویہ ہے۔

یہ دور بڑا پرفتن اور ابتلاء وآزمائش کا دور ہے۔ اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے۔ اسلام کے واضح مسائل اور مصدقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم وتنسیخ کی جا رہی ہے۔ اور مسلمہ معتقدات کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ اولاد نبویؐ کو بڑی بے باکی سے طعن وتشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ ان کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں ضروری سمجھا گیا ہے کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چہار صاحبزادیوں کے نسب شریف کو صحیح طور پر پیش کیا جائے اور پھر ہر ایک صاحبزادی کے سوانح اور سیرت کو الگ الگ مرتب کیا جائے تاکہ ان مخدرات طاہرات کا عالی مقام واضح ہو سکے۔

ترتیب مضامین

اب ان مضامین کو مندرجہ ذیل طریقے پر پیش کرنے کی صورت اختیار کی گئی ہے۔

ابتدائی امور کے بعد سب سے پہلے سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکرِ خیر، ان کے سابق ازواج اور ان کی اولاد کو تفصیل سے لکھا گیا ہے:۔

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اولاد ہوئی، اس کو درج کیا گیا ہے اس کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے فضائل و مناقب کو بھی بیان کر دیا گیا ہے اور یہ مضامین فریقین کی کتابوں سے مرتب کیے گئے ہیں خصوصاً شیعہ کی چودہ (۱۴) عدد معتبر کتب سے ہر چہار بنات کا ثبوت اور ان کا تذکرہ بقدر ضرورت نقل کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں علی الترتیب ہر چہار صاحبزادیوں کے سوانح اور حالات زندگی تحریر کیے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ازالہ شبہات کے عنوان سے قابل اعتراض چیزوں کے جوابات بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوانح کے آخر میں چند ضروری مباحث لکھے گئے ہیں جن میں حضرت فاطمہ رض کے سوانح اور فضائل سے متعلق اہم گوشوں کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں "دفع توہمات" کا ایک عنوان ہے جس میں بعض لوگوں نے "توحید بنت الرسول" پر جو اپنے مزعومات تحریر کیے ہیں۔ ان کو مستحسن طریقہ سے زائل اور ان کے خام مظنونات کو شائستہ طرز سے مسترد کر دیا گیا ہے اور جو چیزیں قابل جواب معلوم ہوئیں ان کو صاف کر دیا گیا ہے۔ (بتوفیقہ تعالیٰ)

مزید برآں واضح رہے کہ ہم نے بیشتر مقامات پر سنی و شیعہ ہر دو فریق کی کتب سے قابلِ اعتماد مواد پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ناظرین کرام کو ان مباحث کے سمجھنے میں سہولت میسر آ سکے اور قلبی اطمینان نصیب ہو۔ اور "مسئلہ بنات" میں جو صحیح مسلک ہے اس سے آگاہ ہو سکیں۔

"اصل استدلال"

"بنات اربعہ رض" (یعنی چار صاحبزادیاں) کے مسئلہ میں بنیادی استدلال قرآن مجید سے ہے۔ چنانچہ پردہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ:

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین

یدنین علیھن من جلابیبھن .....الخ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہ نیچے لٹکالیں اپنے اوپر اپنی چادریں ......الخ

پردہ کا حکم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جمیع ازواج مطہرات جناب کی سب "صاحبزادیوں" اور اہل اسلام کی تمام خواتین کے لئے ہے قرآن مجید کی یہ صریح عبارت تبلا رہی ہے کہ آنجناب ؐ کی ازواجِ مطہرات اور آنجناب ؐ کی صاحبزادیاں زیادہ ہیں۔ ایک نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی عورتیں بے شمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس میں تاویل و توجیہہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

آیت ہذا میں "ازواج و بنات" اور نساء" تینوں صیغے جمع کے مذکور ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً "بنات" کو واحد کے معنی میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل کر دی جائے تو اس تاویل کی بنا پر ایک دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی اقدس ؐ کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً "وازواجہ امھاتھم"

اور قل لازواجک" وغیرہ تو ان مقامات میں ایک زوجہ مراد ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے۔ اس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے۔ اسی طرح بنات طاہرات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً بنانا بھی درست نہیں۔

جہاں بعض مقامات پر لفظ جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہاں دوسرے قرائن اس کے مؤید و معاون ہوتے ہیں تب وہاں تاویل درست ہوتی ہے۔ مگر یہ صورت یہاں نہیں ہے اور اس نوع کے قرائن یہاں مفقود ہیں۔ بلکہ یہ تاویل یہاں احادیث صحیحہ، اسلامی تاریخ، اور انساب وغیرہ سب کے متعارض ہے۔

ایک قاعدہ

قاعدہ یہ ہے کہ "الاخذ بالنص مقدم علی الاخذ بالاستنباط"

یعنی کسی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے۔"

فتح الباری شرح بخاری ص ۲۲۹ ج - ۹

کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنۃ لحال زوجھا

تو آنجناب ؐ کی صاحبزادیوں کے تعدد اور ایک سے زیادہ ہونے کا مسئلہ قرآنی نص سے صریحاً ثابت ہے یہاں کسی تاویل اور استنباط سے ثابت کرنا درست نہیں۔

اس مسئلہ کے اثبات کے لئے آئندہ جتنا قدر ہم مواد پیش کر رہے ہیں احادیث صحیحہ سے ہو یا رجال کی کتابوں یا انساب سے یا اسلامی تاریخ سے یہ سب نص قرآنی مذکور کی تائید کے طور پر ہے۔

اب ہم ترتیب مذکور کے موافق حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات پہلے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ہر چہار بنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال حسب ترتیب درج ہونگے اور کتاب کے آخر میں "اہم مباحث" اور "دفع توہمات" کا ذکر کیا جائے گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات

حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد بن اسد ایک مشہور و معروف خاندان (بنی اسد) سے تعلق رکھتی تھیں آپ نہایت شریف اور باوقار خاتون تھیں۔

ان کو قدرت کی طرف سے اپنے دور میں تموّل اور مالداری نصیب تھی۔ خاندانی شرافت اور اپنے بلند کردار کی وجہ سے بڑی معزز اور محترم سمجھی جاتی تھیں۔ خوش بخت اور صالحہ خواتین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

سابق ازواج

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرف زوجیت سے قبل حضرت خدیجہؓ نے دو خاوندوں سے نکاح کئے تھے ان کا مختصر سا ذکر ذیل میں درج ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک خاوند کا نام "ابوہالۃ" (ہند بن نباش بن زرارۃ) تھا۔ اس سے ایک لڑکا "ہند بن ابی ہالہ" اور ایک لڑکی "ہالۃ بنت ابی ہالہ" پیدا ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک دوسرے خاوند کا نام "عتیق بن عائذ مخزومی" تھا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام "ہند" تھا۔

حضرت خدیجہؓ کی یہ تمام اولاد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تزویج سے قبل پیدا ہوئی یہ اولاد اہل سنّت اور شیعہ علماء دونوں فریق نے تسلیم کی ہے۔ اور اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہے البتہ یہاں اتنی بات مؤرخین میں قابل اختلاف رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا نکاح پہلے عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا یا پہلے ابوہالہ اُسیدی کے ساتھ ہوا اور بعد میں عتیق کے ساتھ بہرکیف ان سے جو اولاد ہوئی وہ درج کی گئی ہے اور اس مقام میں مشہور اقوال کے مطابق یہ اولاد ذکر کی گئی ہے۔ ورنہ یہاں دوسرے

اقوال بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۱۹ ج ۹ تحت باب فضل خدیجہ بنت خویلدؓ۔
۲۔ کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص ۷۸-۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم
۳۔ طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۸ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رضؓ
۴۔ انساب الاشراف للبلاذری ص ۴۰۶ ج ۱ تحت ازواج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وولدہ
۵۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۱ کتاب النکاح باب تسمیۃ ازواج النبیؐ ...... الخ

(شیعہ) ۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری الشیعی ص ۳۶۷ ج ۱ باب اوّل تحت نور مولودی
(شیعہ) ۲۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی الشیعی ص ۷۲۸ ج ۲ باب ۵۲ تحت بیان عدد زنان آنحضرت صلعم طبع نول کشور لکھنؤ۔

تنبیہ :۔ اہل تحقیق کی اطلاع کے لیے یہاں یہ درج کرنا مناسب ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سابق خاوند عتیق کے والد میں اختلاف ہے کہ عابد ہے (با کے بعد دال مہملہ ہے) یا عائذ (ہمزہ کے بعد ذال معجمہ ہے)۔ اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو شرح مواہب اللدینہ للشیخ محمد الزرقانی رحؒ ص ۲۰۰ ج ۱ تحت تزوجہ علیہ السلام خدیجۃ رضؓ ملاحظہ فرماویں۔

یہاں شیخ موصوف نے عمدہ تحقیق ذکر کی ہے۔

شرف زوجیّت اور خدیجہ رضؓ کی عظمت

---

(۱)۔ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی عمر جب چالیس برس کے قریب پہنچی تو ان کے بخت نے یاوری کی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف[۱] شرافت و صداقت[۲] اور دیانت و امانت[۳] کے چرچے ان کو پہنچے تو انھوں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے ہاں از خود ہی ابتدائی پیغام نکاح بھجوایا کہ آنجنابؐ ان کو تزویج کے لئے منظور فرمالیں۔ آنجنابؐ نے خدیجہؓ کی درخواست منظور فرمالی اور اس دور کے دستور کے مطابق یہ نکاح حضرت خدیجہؓ کے چچا عمر بن اسد کی اجازت سے ۱۲ / اوقیہ کے عوض میں منعقد ہوا اور اس طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو یہ شرف زوجیّت نصیب ہوا۔

(۲)۔ سردار دو عالمؐ کی عمر مبارک نکاح کے وقت پچیس[۲۵] برس یا بقول بعض تیئس[۲۳] برس کی تھی اور یہ اعلان نبوت سے پہلے کا دور ہے بقول حکیم ابن حزام حضرت خدیجہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں پندرہ برس بڑی تھیں۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس[۴۰] سال کے لگ بھگ تھی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۹-۱ ج ۸ تحت ذکر خدیجہ رضؓ طبع اوّل۔ لیڈن
۲۔ طبقات ابن سعد ص ۸ ج ۸ تحت ذکر خدیجہؓ طبع اوّل لیڈن
۳۔ الاصابہ ص ۲۷۴ ج ۴ تحت ذکر خدیجہ رضؓ معہ الاستیعاب۔
۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸ تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم۔

(۳) پھر دورِ نبوّت و رسالت شروع ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال رفاقت کا جو ثبوت پیش کیا وہ محدثین و علمائے سیرت اور اسلامی مؤرخین نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے اہل علم حضرات ان تفصیلات سے بخوبی واقف ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور کی مشکلات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی استقامت اور غم گساری کو کئی عنوانات کے ساتھ علماء فن نے ذکر کیا ہے۔ صاحب زاد المعاد نے لکھا ہے کہ :۔

ھی التی وازرته علی النبوة وجاھدت معه و واسته بنفسها ومالها " الخ

مطلب یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکلات نبوت میں خوب مدد کی اور تقویت کے سامان مہیا کئے اور آنجنابؐ کے ساتھ مجاہدات کشی میں شامل رہیں۔ اور آپؓ نے مال و جان کے ساتھ آنحضورؐ کی غمخواری کی اور ہر مرحلہ پر آپؐ کی خیر خواہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کا کمال ایثار تھا جو مشکل ترین وقت میں اسلام کی تبلیغ و ترویج میں مدد و معاون ہوا۔

(۴) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی ایک فضیلت یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ اللہ جل شانہٗ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے اور جبرائیل کی طرف سے خدیجہ پر "سلام" کہیں اور انہیں جنت میں ایک عالی شان مکان کی

۱۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بشارت دیں۔

فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جانب سے خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کی طرف سلام کا ارسال کیا جانا اور اس دنیا میں جنّت کے اندر ایک عالی شان مکان کی بشارت کا دیا جانا ان کے حق میں ایک بہت بڑی عظمت اور فضیلت کی چیز ہے۔

(۵) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ "خدیجہ رضؓ کے لئے جنّت میں ایسے مکان کی خوشخبری دی گئی ہے کہ جہاں نہ کوئی شور و شغب ہوگا اور نہ وہاں تھکان محسوس ہوگی"

(۶) زاد المعاد میں حضرت خدیجہ رضؓ کی ایک اور بڑی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضؓ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا حتیٰ کہ سیّدہ خدیجہ رضؓ کا انتقال ہو گیا۔

یہ ان کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو ان کا مقام تھا اس کی یہ علامت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۱۔ بخاری شریف ص ۷۸۷ ج ۲ کتاب النکاح باب غیرة النساء و وجدھن
۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ زاد المعاد لابن قیم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۔ جامع مسانید الامام الاعظم ص ۲۰۷ ج۔ اوّل۔ الفصل الرابع فی الفضائل۔ طبع اوّل۔ دکن
۵۔ زاد المعاد لابن قیّم ص ۲۶ ج ۱ فصل فی ازواجہ صلّی اللہ علیہ وسلم۔

(۷) حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوج[illegible] کا شرف قریباً چوبیس سال اور چند مہینے رہا۔ نبی اقدس ؐ کے چچا ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد ماہِ رمضان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا مکہ شریف میں انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کے قریب تھی اور یہ ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے کا واقعہ ہے۔

(۸) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس رفیقۂ حیات کی جدائی پر نہایت صدمہ اور ملال ہوا۔ "حجون" کے مقام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے دفن کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس وقت قبر مبارک تیار ہو گئی تو خدیجہ رضؓ کو قبر میں اتارنے کے لئے سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قبر میں داخل ہوئے۔ حکیم[1] ابن حزام بھی اس تدفین میں آنجنابؐ کے

۱۔ { المعارف لابن قتیبہ ص ۵۹
تحت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ { تاریخ ابن جریر طبری ص ۲ ج ۱۳
المنتخب من کتاب ذیل المزیل لابی جعفر الطبری

۳۔ { طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸
تحت ذکر عدد ازواج النبی صلعم

(حاشیہ) [1] قولہ حکیم ابن حزام۔ ان کا پورا نام حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے سگے برادر زادہ ہیں یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضؓ حضرت حکیم ابن حزام کی عمہ
(باقی اگلے صفحہ پر)

ساتھ تھے۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم شرعی نازل نہیں ہوا تھا۔ (ولم تکن شرعت الصلوٰۃ علی الجنائز۔")

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۱ ج ۸ تحت ذکر خدیجہ رضؓ =

۲۔ الاصابہ ص ۲۷۶ ج ۴ تحت ذکر خدیجۃ الکبریٰ رضؓ =

(۹) ایک فضیلت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حق میں یہ بھی ذکر کی جاتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریمؑ بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :۔

"مریمؑ اپنے دور کی تمام عورتوں سے بہترین عورت ہیں اور خدیجہ رضؓ بنت خویلد اپنے دور کی خواتین میں سے بہترین خاتون ہیں"

۱۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۴۹۲/۴۹۳ جلد سابع
تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) محترم ہیں۔ علمائے فن نے ان کی خصوصی چیز یہ ذکر کی ہے کہ موصوف "مولود فی الکعبہ" ہیں۔ یعنی ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت حکیم ابن حزام بھی بیت اللہ میں پیدا ہوئے تھے آپ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے۔

......وحکیم ھذا ولد فی الکعبۃ"

۱۔ { کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص ۱۷۶ — المتوفی ۲۴۵ھ
تحت عنوان الذمار من قریش

۲۔ { الاصابہ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر ص ۳۴۸
تحت حکیم ابن حزام ابن خویلد =

۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ص ۵۹۱ تحت حکیم بن حزام

بخاری شریف صہ ۵۳۸ جلد اوّل

۲- باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

۳- مسلم شریف صہ ۲۸۴ جلد ۲ باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا

۴- مشکوٰۃ شریف صہ ۵۷۳ الفصل الاوّل

باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یہ ارشاد نبوی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت خدیجہؓ کے مقام کو اپنے دور کی تمام خواتین سے فائق کرتا ہے۔ اور اس ارشاد کو نقل کرنے والے ان کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے بعد اہم مباحث میں انشاء اللہ ذکر کی جائے گی۔

حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ سے اولادِ نبویؐ

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے شرف زوجیت میں ان کو سبقت حاصل ہے اور پھر آنجنابؐ کی تمام اولاد ماسوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ان سے متولد ہوئی۔

۱- مجمع الزوائد للہیثمی صہ ۲۲۰ ج ۹ باب فضل خدیجہ بنت خویلد

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے چند مناقب وفضائل ذکر کرنے کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اولادِ نبویؐ محدثین کے نزدیک

حضرات محدثین نے آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے مسئلہ کو کئی عنوانات کے تحت مفصل ذکر کیا ہے مشہور محدث ہیثمیؒ نے اپنی عبارت میں اس مسئلے کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے پہلے صاحبزادے قاسمؓ متولد ہوئے یہ آپؐ کی تمام اولاد میں سے بڑے تھے پھر صاحبزادی زینبؓ پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے ان کو طیب و طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور پھر صغرسنی میں فوت ہو گئے۔ پھر صاحبزادی ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں اس ترتیب سے یہ اولاد متولد ہوئی (بقول بعض یہ ترتیب ہے)۔

پھر مکہ شریف میں پہلے صاحبزادہ قاسمؓ فوت ہوئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ فوت ہوئے۔ (رواہ طبرانی ورجالہ ثقات)

۱- مجمع الزوائد للہیثمی جلد نہم صہ ۲۱۷

باب فی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک معذرت

قارئین کرام کی خدمت میں اس موقع پر ایک معذرت پیش خدمت ہے وہ یہ ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف چار صاحبزادیوں کے سمیت ہمارے بے شمار محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کی ہے۔ یہاں صرف علامہ ہیثمی کا حوالہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ صحاح ستہ اور غیر صحاح ستہ میں ان کا ذکر اپنی اپنی جگہ میں لاتعداد مقامات پر ملتا ہے۔

اولادِ نبویؐ

سیرت نگاروں کے نزدیک

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے اولاد کے مسئلہ کو ابن ہشام نے "سیرت نبویہ" میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد صاحبزادہ ابراہیمؓ کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے پیدا ہوئی۔ قاسمؓ (ان کے نام سے آپ کی کنیت "ابو القاسم" جاری ہوئی۔ طیبؓ اور طاہرؓ پھر زینبؓ اور رقیہؓ ام کلثومؓ اور فاطمہؓ متولد ہوئیں۔

۱۔ سیرۃ نبویّہ لابن ہشام ص ۱۹۰ ج۔ اول
تحت حدیث تزویج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا واولادہ صلّی اللہ علیہ وسلم من خدیجہؓ

۲۔ کتاب الثقات لابن حبان ص ۴۶ / ۴۷
جلد اوّل طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ حیدر آباد دکن
تحت ذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام

روایت مذکور بالا میں کچھ معمولی سا اختلاف بھی مذکور ہے تاہم یہ چیز مسلم ہے کہ آنجنابؐ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں اور یہ حضور اکرم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ کسی دیگر خاوند سے نہیں کہ ان کو "لے پالک" کے الفاظ سے ذکر کیا جائے۔

مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک حافظ ابن قیمؒ بھی ہیں انھوں نے سیرت نبویہ کو "فقیہانہ طرز" پر مرتب کیا ہے اس میں ایک مستقل فصل حضرت رسالتمآبؐ صلی اللہ

وسلم کی اولاد کریم کے لئے ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے پہلے پہلے صاحبزادہ قاسمؓ متولد ہوئے انہیں کے نام سے حضور علیہم کی کنیت "ابو القاسم" مشہور ہوئی۔ یہ بچپن ہی میں فوت ہوگئے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنا زمانہ زندہ رہے کہ سواری پر سوار ہونے کے قابل ہوگئے تھے پھر حضرت زینبؓ متولد ہوئیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ قاسمؓ سے بھی بڑی تھیں پھر رقیہؓ ام کلثوم اور فاطمہ متولد ہوئیں۔

.... وھؤلاء کلھم من خدیجۃ"

یعنی مندرجہ بالا تمام اولاد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے متولد ہوئی اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے بغیر دوسری ازواج مطہرات سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی پھر اس کے بعد مدینہ شریف میں آپؐ کی ایک خادمہ مسماۃ "ماریّہ قبطیّہ" سے (جس کو المقوقس نے ہدیۃً ارسال کیا تھا) صاحبزادہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ ابو رافع نے حاضر ہو کر ابراہیمؓ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ اس بشارت پر ابو رافع کو آپؐ نے ایک غلام عنایت فرمایا۔ یہ صاحبزادہ ابراہیمؓ صغر سنی میں فوت ہو گئے تھے ابھی ان کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا .... الخ

۱۔ زاد المعاد لابن قیمؒ ص ۲۶-۲۵ ج۔ اوّل
فصل فی اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات محدثین اور علمائے سیرت کے بیانات کے بعد اب علمائے انساب کے بیانات ذکر کئے جاتے ہیں انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کی چاروں بیٹیوں کے رسالت مآبؐ کی حقیقی اولاد ہونے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اولادنبویؐ

علمائے انساب کے نزدیک

اہل علم حضرات تو اس مسئلہ کو جانتے ہیں لیکن عام دوستوں کے لئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ علمائے انساب اپنی انساب کی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں اور ان کی اولاد کے جو کچھ شجرے ذکر کرتے ہیں یہ سب کچھ فن تاریخ کے اعتبار سے ذکر کیا جاتا ہے اس میں کسی فرقے (مثلاً شیعہ یا سنی کے فکری نظریات) کے اعتبار سے نسب نہیں بیان کئے جاتے اور ان نسبی تفاصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا۔

کتب انساب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے مدون و مرتب کیا جاتا ہے۔

اس گزارش کے بعد عرض ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف، جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئی تھی اس کا ذکر ہم انساب کے اکابر علماء سے نقل کرنا چاہتے ہیں اور اس طریقہ کار میں مقصد یہ ہے کہ ناظرین کرام کے لئے علی وجہ البصیرۃ یہ بات واضح ہو جائے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے متعلق جو کچھ آج کل ذاکرین کرام لوگوں میں نشر کر رہے ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالتمآب کی تین صاحبزادیاں آنجنابؐ کی حقیقی اولاد نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد تھیں۔ یا حضرت خدیجہؓ کی خواہر زادیاں تھیں، سراسر جھوٹ ہے۔

یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور نبی پاکؐ کی اولاد پر افتراء ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنوں کے ساتھ غلط سلوک کیا جا رہا ہے یہ تینوں

صاحبزادیاں رسالتمآبؐ کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور یہ تینوں جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں تھیں۔

اس مسئلہ کو قارئین کرام اس فن کے کبار علماء کی کتب کے ذریعے تحقیق فرما کر تسلی کر لیں۔ ذیل میں علمائے انساب کی تحقیقات اس مسئلے پر ایک ترتیب سے پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ علماء انساب کے چھ عدد حوالہ جات حاضر خدمت ہیں۔ اور یہ کتابیں اس فن میں قدیم ماخذ کے درجہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

(1)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:-

"كان اول من ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة قبل النبوة القاسم وبه كان يكنى ثم ولد له زينب ثم رقية ثم فاطمة ثم ام كلثوم ثم ولد له في الاسلام عبد الله فسمى الطيب والطاهر وامهم جميعا" خديجة بنت خويلد بن اسد"

1- طبقات ابن سعد ص ۸۵ ج۔ اول۔ قسم اول
تحت ذکر اولاد رسول اللہؐ وتسمیتہم۔

2- طبقات ابن سعد ص ۱۵۶ ج ۸
تحت ذکر عدد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپؐ کے پہلے

فرزند قاسم پیدا ہوئے ان کے ساتھ آنجناب کی کنیت "ابوالقاسم" جاری ہوئی پھر جناب کی صاحبزادی زینب پیدا ہوئی پھر صاحبزادی رقیہ پھر فاطمہ پھر ام کلثوم پھر اسلام کے دور میں آپ کے صاحبزادہ عبداللہ متولد ہوئے انہیں کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲

قدیم علمائے انساب میں سے "المصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ نے اپنی مشہور تصنیف "نسب قریش" میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد شریف (جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے:-

...... واما خديجة بنت خويلد، فولدت لرسول الله صلى الله عليه وسلم القاسم وكان يقال له "الطاهر" و"الطيب" ولد بعد النبوة ومات صغيرًا، واسمه عبد الله وفاطمة وزينب وام كلثوم، ورقية، بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱- { نسب قریش للمصعب زبیری ص۲۳۱
تحت ولد اسد بن عبد العزیٰ۔

یعنی خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے "القاسم" اور "الطاہر" جنہیں طیب بھی کہا جاتا تھا جو بعد از نبوت پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں فوت ہو گئے اور جن کا نام عبداللہ تھا) اور تین صاحبزادیاں فاطمہ، زینب

اُم کلثوم اور رقیہ متولد ہوئیں رضوان علیہم اجمعین۔

۳

ابوجعفر (۲۴۵ھ) البغدادی مشہور النسابہ ہیں انھوں نے اپنی مشہور تصنیف "المحبّر" میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اولاد شریف کا مسئلہ ذکر کیا ہے۔ حضرت خدیجہ کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:-

"فولدت للنبي صلى الله عليه وسلم القاسم وزينب وام كلثوم وفاطمة وعبد الله وهو الطيب اسم واحد وكان عليه السلام يوم تزوجها ابن خمس وعشرين سنة وهي بنت اربعين سنة"

۱- { کتاب المحبّر ص۷۹ تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لابی جعفر محمد بن حبیب البغدادی۔ طبع اوّل دکن۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجۃ الکبریٰ سے القاسم، زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور عبداللہ (جن کا نام الطاہر و طیب ہے) پیدا ہوئے۔ تزویج کے وقت آنجناب کی عمر پچیس[25] برس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس[40] برس تھی۔

(حاشیہ) قولہ فولدت للنبی...... الخ

ابوجعفر بغدادی نے اس مقام (احوال ازواج رسول اللہ) میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف (جو خدیجہ سے پیدا ہوئی)، ذکر کی ہے یہاں صاحبزادیوں کے مبارک اسماء

(باقی اگلے صفحہ پر)

۴

اس فن کے مشہور و معروف عالم ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) اپنی کتاب "المعارف" میں اولادِ نبویؐ کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

"وولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ القاسم وبہ کان یکنی والطاہر وطیب وفاطمۃ وزینب ورقیۃ وام کلثوم ومن ماریۃ القبطیۃ ابراهیم"

(المعارف لابن قتیبۃ ص۶۱ تحت اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف خدیجہؓ سے یہ تھی۔ القاسمؓ انہی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے متعلق اتنی وضاحت کی ضرورت ہے کہ یہاں اصل مسودہ میں سے ناقل سے فروگزاشت ہو گئی ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ صاحب کتاب "المحبر" نے آگے چل کر دوسرے مقام میں جہاں (اسماء النسوۃ المبایعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی ہاشم) ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے۔

بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینبؓ وام کلثومؓ وفاطمہؓ ورقیہؓ وصفیہ عبدالمطلب" یعنی یہاں چاروں صاحبزادیوں کے نام حضرت رقیہؓ سمیت ذکر کئے گئے ہیں۔ (منہ)

۱۔ کتاب المحبر ص۴۰۶

تحت اسماء النسوۃ المبایعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... الخ

کے نام سے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی، طاہر اور طیب، فاطمہؓ، زینب، رقیہ اور ام کلثوم۔ اور صاحبزادہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔

۵

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم انساب احمد بن یحییٰ بلاذری (المتوفی ۲۷۷ھ / ۲۷۹) نے اس فن کی اپنی کتاب "انساب الاشراف" جلد اوّل میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے "ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ" خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد کو ازواج میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے پھر ساتھ ہی ان کی اولاد کو نمبروار تحریر کیا ہے۔

۱۔ خدیجہؓ سے آنجنابؐ کے صاحبزادے قاسم بن رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔

۲۔ اس کے بعد حضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ متولد ہوئیں یہ آنجنابؐ کی تمام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی ہالہ بنت خویلد بن اسد کے بیٹے تھے۔

۳۔ پھر خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں۔

۴۔ اور خدیجہؓ سے آنجنابؐ کی صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۵۔ اور خدیجہؓ سے فاطمۃ الزہراؓ پیدا ہوئیں۔

بلاذریؒ نے یہاں ہر ایک کے احوال کی تفصیل دے دی ہے۔[۱]

[۱] کتاب انساب الاشراف ص ۳۹۶/۳۹۷ ص ۴۰۱/۴۰۲ جزء اوّل

تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ۔

۶

ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب "جمہرۃ انساب العرب" میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

"ھذا نسب عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف" اس کے تحت بعبارت ذیل مسئلہ ہذا ذکر کیا ہے۔

"وکان لہ علیہ السلام من البنات زینب اکبرھن وتالیھا رقیۃ وتالیھا فاطمۃ وتالیھا ام کلثوم ام جمیع ولدہ حاشی ابراھیم خدیجۃ ام المؤمنین بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی" [1]

"اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار صاحبزادیاں تھیں۔ زینبؓ سب سے بڑی تھیں۔ ان کے بعد رقیہؓ ان کے بعد فاطمہؓ اور ان کے بعد اُم کلثومؓ"

آنجنابؐ کی تمام اولاد ابراہیمؓ کے بغیر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔

قارئین کرام نے بنات نبویؐ کے مسئلہ علمائے انساب کی تحقیقات کی روشنی میں ملاحظہ فرما لیا۔ ان سب علمائے انساب نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص۱۶
تحت ہذا نسب عبداللہ بن عبدالمطلب ...... الخ

صاحبزادیاں جناب خدیجۃ الکبریٰؓ سے درج کی ہیں۔ یہاں سے واضح ہوا کہ ان کے "لے پالک" ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ اور یہ صاحبزادیاں آنجنابؐ اور خدیجہؓ کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔

محدثین۔ سیرت نگاروں اور مورخین (علمائے انساب) ان سب حضرات کی تصریحات بقدر ضرورت آپ کے سامنے آگئی ہیں کہ آنجنابؐ کی حقیقی طور پر چار صاحبزادیاں ہیں۔

اس کے بعد اب ناظرین کرام کی خدمت میں شیعہ کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اکابر علماء کی تحریرات پیش خدمت کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ہذا کی صحت ناظرین کے سامنے کُھل کر آجائے۔

(وما توفیقی الا باللہ)

"اولادِ نبویؐ"

شیعہ علماء کی نظر میں!

شیعہ کے جمہور علماء اور ان کے مشاہیر مجتہدین و مؤرخین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہوئی) کو علمائے اہلِ سُنّت کے مطابق ذکر کیا ہے اور سوا صاحبزادہ ابراہیم کے باقی تمام اولاد کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے متولد ہونا ذکر کیا ہے۔ اگر کچھ اختلاف پایا جاتا ہے تو وہ اولاد شریف کے تولّد میں تقدیم اور تاخیر کے لحاظ سے مذکور ہے۔ چنانچہ اس پر ہم شیعہ علماء کے بیانات کو بقدر ضرورت درج کرنا چاہتے ہیں ان کے ائمہ معصومین ہوں یا متقدمین علماء ہوں یا متاخرین ان کی عبارات پیش کر کے ہم اس مسئلہ کو پختہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریقہ سے ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں خوب تسلّی ہو جائے گی کہ فریقین کے علماء آنجنابؐ کی چاروں صاحبزادیوں کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے متولد ہونے کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں یعنی کہ جس مسئلہ کے متعلق اس دور میں بعض شیعہ صاحبان لکھ رہے ہیں یعنی سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اکلوتی بیٹی ہیں اور باقی تینوں صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے "سابق ازواج کی اولاد ہیں"...... یا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خواہرزادیاں ہیں یہ سراسر غلط، جمہور اہلِ اسلام کے مسلّمہ مسلک کے خلاف، اور ان کے ائمہ معصومین کے فرمان کے برخلاف ہے۔ اور امتِ اسلامیہ میں اس مسئلہ کے ذریعے افتراق و انتشار ڈالنے کے مترادف ہے جو وحدتِ دینی کے برعکس ہے اور سب سے بڑھ کر سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف پر بہت بڑا افترا ہے۔ رسالتمآبؐ کے مبارک خاندان کے ساتھ نہایت ناروا سلوک برتا جا رہا ہے اور اس گھرانے کی معاذ اللہ ہتکِ عزت کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس مقدس خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی کی توفیق عطا فرمائے جو آخرت میں سود مند ہو گی اور سوءِ عقیدت سے بچائے جو آخرت میں موجبِ خسران ہو گی۔

(۱)

پہلے شیعہ کی کتاب "اصول کافی" سے مسئلہ ہذا نقل کیا جاتا ہے۔

اصول کافی شیعہ کے "اصول اربعہ" میں سے اوّل نمبر کی کتاب ہے اور اس کتاب کو "امام غائب" کی تصدیق حاصل ہے اور تمام شیعہ علماء و مجتہدین اس کتاب کی توثیق کرتے ہیں اور اس کی روایات و مندرجات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے مصنف "محمد بن یعقوب کلینی رازی" نے اس کتاب کی کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے کہ:-

"وتزوج الخديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر وفاطمة عليه السلام"[1]

---

[1] اصول کافی ص۲۷۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کے ساتھ نکاح اس وقت
آنجنابؐ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہؓ سے جناب کی اولاد بعثت سے
پہلے یہ پیدا ہوئی۔ قاسمؑ، رقیہؑ، زینبؑ اور ام کلثومؑ اور بعثت کے بعد آپؐ کی اولاد
طیبؑ طاہرؑ اور فاطمہؑ (ان سب پر سلام ہو) پیدا ہوئیں۔

اصول کافی کی اس معتبر روایت نے یہ مسئلہ واشگاف الفاظ کے ساتھ واضح
کر دیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چاروں خدیجۃ الکبریٰؓ
سے متولد ہیں۔ یعنی خدیجہؓ کے سابق ازواج سے پیدا شدہ نہیں ہیں۔

اصول کافی کے شارحین نے اس روایت کی تشریح اور توضیح بڑے عمدہ طریقہ
پر کر دی ہے۔ اس کی کئی شروح عربی میں ہیں مثلاً "مرآۃ العقول شرح اصول
از ملا باقر مجلسی وغیرہ اور فارسی میں اس کی مشہور شرح "الصافی" شرح اصول کافی
(از ملا خلیل قزوینی) ہے ان سب شارحین حضرات نے روایت بالا کو درست تسلیم
کیا ہے اور اس کی حسب دستور شرح کی ہے یعنی اس روایت کو ضعیف قرار دے
کر رد نہیں کیا بلکہ صحیح تسلیم کیا ہے۔

اب اگر چودھویں صدی کے بعض شیعہ صاحبان اور مجلس خوان حضرات اس
روایت کو ضعیف بنا کر رد کرنا چاہتے ہیں تو یہ لوگ پہلے ضعفِ روایت کی کوئی
معقول وجہ پیش کریں جو اس فن کے علماء کے نزدیک مسلم ہو ورنہ یہ چیز اپنے سابق
مجتہدین اور آئمہ کرام کے ساتھ بغاوت ہوگی اور یہ امر اپنے اکابرین سے قوم کو
برگشتہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

اب ہم "اصول کافی" کی روایت بالا کی شرح "الصافی" سے ملا خلیل قزوینی
کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے کہ روایت ہذا کا مفہوم
وہی صحیح ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔ ملا خلیل قزوینی فرماتے ہیں یعنی :-
"تزویج خواست خدیجہ را او فرزند بست سالہ و کسری بود پس زادہ

شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قاسمؑ و رقیہؑ و زینبؑ و ام کلثومؑ
و زادہ شد برائے او بعد از رسالت طیبؑ و طاہرؑ و فاطمہؑ[1] "ع"

ملا خلیل کی عبارت کا مفہوم وہی کچھ ہے جو ہم نے اوپر اصل روایت کے تحت
اردو میں ذکر کر دیا ہے یعنی خدیجہؓ سے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مندرجہ ذیل
متولد ہوئی۔ رسالت و نبوت سے پہلے قاسمؑ، رقیہؑ، زینبؑ اور ام کلثومؑ پیدا
ہوئے اور رسالت کے بعد طیبؑ و طاہرؑ اور فاطمہؑ (علیہا السلام) پیدا ہوئیں)

(۲)

پھر "اصول اربعہ" کے مشہور مصنف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی
مشہور تصنیف "کتاب الخصال" میں یہ مسئلہ متعدد بار ذکر کیا ہے۔ امام جعفر صادقؒ
سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال : ولد لرسول اللہ (ص)
من خدیجۃ القاسم والطاہر وھو عبد اللہ وام کلثوم
ورقیۃ وزینب وفاطمۃ وتزوج علی ابن ابی طالب (ع)
فاطمۃ (ع) وتزوج ابو العاص بن الربیع وھو رجل
من بنی امیۃ زینب وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم
وماتت ولم یدخل بہا ولما ساروا الی بدر زوجہ

رسول اللہ" (ع) رقیة۔[1] الخ

یعنی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم۔ طاہر انہی کو عبداللہ کہتے ہیں ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پھر علیؓ ابن ابی طالب نے فاطمہؓ سے نکاح کیا اور ابو العاص بن ربیع جو بنی امیہ میں سے ایک شخص تھا زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا اور عثمانؓ بن عفان نے ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثومؓ فوت ہوگئیں پھر جب غزوۂ بدر کی طرف چلنے لگے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو رقیہؓ نکاح کر دی۔ الخ

(۳)

اور شیخ صدوق نے اسی مقام میں ایک قول نبویؐ بھی ذکر کیا ہے کہ:۔

"فان اللہ تبارک وتعالیٰ بارک فی الولود الودود و
ان خدیجة رحمها اللہ ولدت منی طاهراً وهو
عبد اللہ وهو المطهر وولدت منی القاسم وفاطمة
ورقیة وام کلثوم وزینب[2]

"یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عورت میں برکت دی ہے جو بہت بچے جننے والی اور اپنے زوج اور اولاد کے ساتھ محبت رکھنے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خدیجہؓ

---

[1] کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص۳۷۵ باب السبعة۔
[2] کتاب الخصال للشیخ الصدوق ص۳۷۶ باب السبعة۔

رحم فرماتے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی طاہر جس کو عبداللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہؓ سے میرے ہاں قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں"۔

شیخ صدوق نے ان ہر دو حوالہ جات میں صاف طور پر آنحضرتؐ کی حقیقی چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو خوب بیان کر دیا ہے اور سابق ازواج سے ہونے کی تردید کر دی ہے۔

(۴)

نیز "شیخ صدوق" نے اپنی "امالی" میں المجلس السابع والستون ص۲۶۲ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خطبہ ذکر کیا ہے جو آنجنابؐ نے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور شیخ عبداللہ المامقانی نے بھی "تنقیح المقال" کے آخر میں تذکرہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی فضیلت ذکر کی ہے جو رسالتمآبؐ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی اس میں مذکور ہے کہ:۔

"یا معشر الناس ألا ادلکم علی خیر الناس خالاً وخالةً
قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال الحسن والحسین فان خالهما
القاسم بن رسول اللہ وخالتهما زینب بنت رسول
اللہ ثم قال بیده هکذا یحشرنا اللہ ثم قال اللهم
انک تعلم ان الحسن فی الجنة والحسین فی الجنة
وجدهما فی الجنة وجدتهما فی الجنة وأباهما ف
الجنة امهما فی الجنة عمهما فی الجنة وعمتهما فی

~~الجنة امهما في الجنة عمهما في الجنة وعمتهما~~

في الجنة وخالهما في الجنة وخالتهما في

الجنة[1] ...... الخ

یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! میں تمہیں ایسے اشخاص پر رہنمائی نہ کروں جو سب لوگوں سے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے بہترین ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمائیے۔ تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں اور ان کے ماموں القاسمؓ بن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنتِ رسول اللہ ہیں۔ پھر آنجنابؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح ہمیں (قیامت میں) اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ حسنؓ جنت میں ہیں، حسینؓ جنت میں ہیں، ان کے دونوں جد یعنی (نانا) جنت میں ہیں، ان کی (جدہ) یعنی نانی جنت میں ہیں، ان دونوں کے والد جنت میں ہیں، ان دونوں کی والدہ جنت میں ہیں، ان دونوں کے چچا یعنی (جعفر طیارؓ) جنت میں ہیں، ان دونوں کی پھوپھی یعنی (اُم ہانی) جنت میں ہیں، ان کے ماموں (قاسم) جنت میں ہیں اور ان کی خالہ زینب

[1] (۱) امالی شیخ صدوق ص۲۶۲ مجلس ۶۷ طبع قدیم ایران

(۲) تنقیح المقال بعبد اللہ مامقانی ص۷۹ آخر جلد ثالث من فضل النساء۔ تحت زینب بنت رسول اللہ۔

(۳) منتہی المقال لابی علی ص۳۳۲ تحت باب فی ذکر نساء لھن تحت زینب بنت رسول اللہ صلعم۔ طبع قدیم۔ ایران۔

بنت رسول اللہ) جنت میں ہیں...... الخ

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مذکور کو بے شمار شیعہ علماء نے نقل کیا ہے۔ یہاں صرف دو تین حوالے درج کئے ہیں: پس اس فرمان نبوی کے ذریعے ثابت ہو گیا کہ:۔

۱۔ حضرت زینبؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی ہیں۔

۲۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی قابل صد احترام خالہ ہیں۔

۳۔ اور یہ بھی اس ارشادِ نبوی کے ذریعے ثابت ہوا کہ زینبؓ بنت رسول اللہ قیامت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں محشور ہوں گی۔

۴۔ اور اپنے خواہرزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔

۵۔ حضرت زینبؓ کے جنتی ہونے کی بشارت بھی اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

تنبیہ:۔ آج کل بعض شیعہ لوگ اپنی تصانیف میں بڑی بے باکی کے ساتھ زور دار طریقہ سے تحریر کر رہے ہیں۔

"کہ آنجنابؐ کی ان تین صاحبزادیوں (زینبؓ۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کی کوئی فضیلت کسی سُنی و شیعہ کتاب میں دستیاب نہیں ہوتی"

ناظرین کرام ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود فیصلہ فرما دیں گے کہ ان کے نفی فضیلت کے بیانات میں کیا کچھ صداقت پائی جاتی ہے؟ آیا ان کے آئمہ کرام و مجتہدین عظام جو ان ہرسہ[3] صاحبزادیوں کی فضیلت کے تذکرے بار بار کر رہے ہیں وہ راست گو ہیں؟ یا یہ دوست جو پوری تحدی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ان کا کوئی تذکرۂ فضیلت کتابوں میں نہیں پایا جاتا؟؟

اہل فہم و فراست کے نزدیک اگر راست گوئی اور دروغ گوئی میں کوئی فرق ہے

اور یقیناً فرق ہے تو وہ اس مسئلہ میں ٹھیک طریقہ سے نمایاں طور پر فرق معلوم کر لیں گے اور سچ اور جھوٹ میں امتیاز قائم کر سکیں گے۔

۵

امام حسن عسکری رض کے اصحاب میں سے شیعہ کا ایک مشہور عالم عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی ہے اس نے اپنی مشہور و معتبر کتاب "قرب الاسناد" میں امام جعفر صادق رض کا قول نقل کیا ہے جسے انھوں نے اپنے والد امام باقر رض نے روایت کیا ہے۔ امام محمد باقر رض فرماتے ہیں:-

"ولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ القاسم والطاھر وام کلثوم ورقیۃ وفاطمۃ وزینب وتزوج علی علیہ السلام فاطمۃ علیھا السلام وتزوج ابو العاص بن الربیعۃ (الربیع) وھو من بنی امیۃ زینب وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم ولم یدخل بھا حتی ھلکت وزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مکانھا رقیۃ[1] ...... الخ

یعنی امام جعفر صادق رض اپنے والد امام محمد باقر رض سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم۔ الطاہر

---

[1] قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری ص۶ تحت ذکر اولاد نبوی مطبوعہ ایران تہران۔

ام کلثوم۔ رقیہ۔ فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہم وعنہن۔ علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی اور بنو امیہ رض سے ابو العاص بن ربیع نے زینب رض کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم رض کے ساتھ نکاح کیا ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثوم رض فوت ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جگہ عثمان کو رقیہ کا نکاح کر دیا۔"

ائمہ کی اس روایت نے مسئلہ ھذا کو کھول کر بیان کر دیا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے بطن مبارک سے پیدا شدہ ہیں۔ کسی سابق ازواج کی اولاد میں سے نہیں اور نہ ہی خدیجہ رض کی بہن کی اولاد ہیں۔

ایک حیلہ یا عذر لنگ

ناظرین کرام کی خدمت میں یہ اطلاع کرنی موزوں ہے کہ امام جعفر صادق رض کا یہ فرمان چونکہ بعض شیعہ صاحبان کو مضر ہے اسلئے سابق شیعہ علماء اس کی یہ توجیہہ کرتے تھے کہ امام کا یہ فرمان بطور تقیہ کے صادر ہوا ہے۔ اس کے بغیر ان کے پاس کوئی تدبیر نہ تھی۔

اب چودھویں صدی کے بعض تیز شیعہ صاحبان نے یہ راہ اختیار فرمائی ہے کہ اس روایت کا راوی ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان کرنے کے لئے ایک خام سی تجویز پیش کی ہے کہ اس راوی کا نام فلاں ہے اور یہ شخص عامی (یعنی سُنّی) ہے فلھذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔

سبحان اللہ! امام کے فرمان کو تسلیم نہ کرنے کا یہ عجیب حیلہ تجویز کیا گیا ہے۔

راویوں کا آپس میں ہم نام ہونا کوئی عجیب بات نہیں بے شمار راو[illegible] دوسرے کے ہم نام پائے جاتے ہیں۔ عقلمند آدمی اس چیز کو دیکھتا ہے کہ جس راوی کو ہم مجروح قرار دے رہے ہیں آیا یہ وہی شخص ہے؟ یا کوئی دوسرا آدمی ہے۔ اور تشابہ اسمی کی وجہ سے ہم اس کو رد کر رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ تعیّن شخصی ضروری امر ہے اور اگر یہ نہ کی جائے تو مخادعت ہوگی۔ یہاں بھی یہی معاملہ کیا گیا کہ ہم نام ہونے کی بناء پر "مسعدہ" کو رَد کر دیا حالانکہ یہ بزرگ تو خالص شیعہ ہے اور امام جعفر صادقؑ کا مخلص شاگرد ہے۔ اور اس کی روایات مقبول ہیں۔

قابلِ توجہ امور

۱ - اسی راوی یعنی مسعدہ بن صدقہ جس کی وجہ سے روایت ہذا کو رد کیا جا رہا ہے) سے کتاب ہذا میں جگہ جگہ پر روایات نقل کی گئی ہیں اور وہ سب روایات ان کے ہاں مقبول ہیں۔ نیز اسی راوی "مسعدہ" سے کتاب "کافی" "کتاب الخصال"، امالی شیخ صدوق" اور من لایحضرہ الفقیہ" وغیرہ معتبر کتابوں میں بے شمار روایات مذکور ہیں اور وہ سب کی سب عند الشیعہ مقبول ہیں۔ اگر اس کے عامی (سُنّی) ہونے کی وجہ سے روایت ہذا کو رَد کرنا درست ہے تو مذکورہ بالا تمام ذخیرہ روایات کو رد کرنا ہوگا۔ حالانکہ اس کی سب روایات مقبول ہیں۔

۲ - نیز قرب الاسناد" کی اس روایت کو شیعہ مجتہدین نے اپنی اپنی تصانیف میں بطور تائید نقل کیا ہے۔ مثلاً ملّا باقر مجلسی نے حیات القلوب" ص ۷۱۸ ج ۲ باب پنجاہ ویکم میں، شیخ عباس القمی نے منتہی الآمال ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم

ہیں اور شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں صاحبزادی ام کلثوم بنت رسول اللہ کے تحت قرب الاسناد للحمیری کے حوالہ سے جب مذکورہ علماء شیعہ نے روایت ہذا کو رَد کرنے کے لئے نہیں بلکہ تائیداً ذکر کیا ہے تو یہ چیز بھی اس روایت کے عدم ضعف کی دلیل ہے اور مقبولیت کی علامت ہے ـــــ ورنہ ان کے اکابر علماء اس کے ضعف کے پیش نظر روایتِ ہذا کو رد کر دیتے۔

۳ - نیز روایت ہذا کا شیعہ ائمہ اور شیعہ مجتہدین کے نزدیک اس مسئلہ میں دیگر مرویات کے موافق و مطابق ہونا یہ اس کی صحت کی واضح دلیل ہے۔ یعنی بالفرض اگر اس روایت میں اسناد کی وجہ سے کچھ ضعف ہے۔ تو باقی روایات کی موافقت کی بناء پر یہ روایت مقبول ہے اور اس کے رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ اب جو لوگ اس کو ضعفِ روائی کے حیلہ سے رد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنے کے درپے ہیں اور شیعہ ملّت کے زعماء کے بیانات کی تغلیط کر رہے ہیں۔

اب شیعہ احباب خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کے سابق اکابر حضرات سچے تھے یا یہ آج کل کے مجلس خوان ؟؟؟ اور ان کے اکابر علماء مصنفین نے جو اس روایت کے ساتھ قبولیّت کا معاملہ کیا ہے وہ درست ہے ؟ یا یہ حیلہ گری ؟؟

۶

شیعہ کے قدیم و مشہور مؤرخ یعقوبی (جو تیسری صدی ہجری میں گزرے ہیں) نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی تھی "تاریخ یعقوبی" میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ درج کی ہے:-

"وتزوّج رسول الله خديجة بنت خويلد [له] وله خمس وعشرون سنة وقيل تزوّجها وله ثلاثون سنة وولدت له قبل ان يبعث القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وبعد ما بعث عبدالله وهو الطيب والطاهر لانه ولد في الاسلام وفاطمة"

مندرجہ بالا عبارت میں مؤرّخ یعقوبی فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رشتہ زوجیت قائم فرمایا تو آپ کی عمر مبارک پچیس ۲۵ یا تیس ۳۰ سال تھی اور بعثت سے پہلے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ قاسم رقیہ زینب اور ام کلثوم تھے اور آپ کی بعثت کے بعد عبداللہ (جو دورِ اسلام میں پیدا ہونے کی بنا پر طیب و طاہر کے نام سے مشہور تھے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔

تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ و معتبر شیعہ مؤرّخ نے اولاد شریف کے مسئلہ کو بڑے واضح الفاظ میں قبل بعثت اور بعد از بعثت کا فرق بیان کر کے صاف طور پر درج کیا ہے۔ تمام صاحبزادیوں کا جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہونا ایک مسلّم امر ہے جو شیعہ و سُنّی سب حضرات بیان فرما رہے ہیں۔

تین صاحبزادیوں کو سابق ازواج کی اولاد بنانا اپنی تمام سیرت اسلامی کی تکذیب کرنا ہے جو کسی مسلمان عقلمند آدمی کے شایانِ شان نہیں ہے۔

له تاریخ یعقوبی ص۲۰ ج۲ تحت تزویج خدیجة بنت خویلد از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی۔

٧

شیعہ مؤرّخ یعقوبی کے بعد اب دوسرے مشہور شیعہ مؤرّخ "مسعودی" کا بیان اولادِ ھٰذا کے حق میں ذکر کیا جاتا ہے اس نے اپنی مشہور تصنیف "مروج الذھب" میں درج کیا ہے:-

"وكل اولاده صلى الله عليه وسلم من خديجة خلا ابراهيم: وولد له صلى الله عليه وسلم القاسم وبه كان يكنّى وكان اكبر بنيه سنّا ورقية وام كلثوم وكانتا تحت عتبه وعتيبة ابني ابي لهب (عمه) فطلقاهما الخبر يطول ذكره فتزوّجها عثمان بن عفان واحدة بعد واحدة .... وزينب وكانت تحت ابي العاص بن ربيع [له] ..... الخ"

یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد شریف صاحبزادہ ابراہیم کے سوا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی۔ آنجناب کے صاحبزادہ قاسم پیدا ہوئے جن کے نام سے جناب رسالتمآب کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے اور یہ صاحبزادہ آپ کے دیگر صاحبزادوں سے عمر میں بڑے تھے اور رقیہ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں ان کا نکاح ان کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے اسلام سے قبل کے دستور کے مطابق

له مروج الذهب للمسعودی ص۲۹۸ ج ثانی تحت امور و احوال من مولده الى وفاته صلى الله عليه وسلم

کیا گیا۔ پھر انہوں نے (رخصتی سے قبل) طلاق دے دی اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان سے یکے بعد دیگرے ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور ایک صاحبزادی زینب تھیں جن کا نکاح ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ ہوا تھا“..... الخ

ان ہر سہ صاحبزادیوں کے ذکر کے ساتھ مسعودی نے حضرت فاطمہؓ کا تذکرہ بھی مفصل بیان کیا ہے۔ مسعودی کے بیان سے خدیجہؓ کے بطن اطہر سے چاروں صاحبزادیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف ہونا بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔

گویا کہ شیعہ کے مشاہیر مؤرخین (یعقوبی و مسعودی وغیرہ وغیرہ) نے چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے۔ جس میں انکار و اعراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ان تمام تفاصیل کو ملاحظہ کرنے کے بعد پھر بھی اگر آنجنابؐ کی اولاد کو تسلیم نہ کیا جائے اور خدیجہؓ کے سابق ازواج سے ہونے کی رٹ لگائی جائے تو یہ محض ہٹ دھرمی ہی نہیں بلکہ سیرت و تاریخ اسلامی کے ساتھ خاص عناد کا سا معاملہ ہے۔ اور اس کو قطع و برید کرنا مقصود ہے۔

عقلمند آدمی اپنی تاریخ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ تاریخی روایات کو محفوظ رکھا کرتے ہیں۔

۸

کتاب ”نہج البلاغۃ“ شیعہ احباب کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کے کلام کا مشہور و مستند مجموعہ ہے۔ اور ان حضرات کے علماء میں یہ کتاب نہایت معتمد

وہاں علی المرتضیٰؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کو خطاب کر کے ایک مقام پر فرماتے ہیں اے عثمانؓ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ابو بکرؓ و عمرؓ سے قرابت اور رشتہ داری میں زیادہ قریب ہیں اور آپؓ نے نبی پاکؐ کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے جسے ابو بکرؓ و عمرؓ نہیں پا سکے (یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپؓ کے نکاح میں آئیں)

” وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و شیجۃ رحم منهما وقد نلت من صهره مالم ینالا“..... الخ [1]

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے (جو ”نہج البلاغۃ“ میں مذکور ہوا ہے) یہ بات صراحۃً ثابت ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کو قرابت داری کے مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے مقدم سمجھتے ہیں اور آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کو حقیقی داماد قرار دیتے ہیں اور وہ دامادی مشہور و معروف ہے یعنی آنجنابؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مسئلہ کو اس کلام کے ذریعے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ان واضح تائیدات کے پائے جانے کے باوجود آنجنابؐ کی حقیقی صاحبزادیوں کے مسئلہ کا انکار کرنا صریح دروغ گوئی ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان بالا کی تکذیب ہے۔

---

[1] ۱۔ نہج البلاغۃ ص ۳۰۳ ج ۱ تحت ومن کلام له علیه السلام لما اجتمع الناس علیه وشکوا ما نقموہ علی عثمان۔

۲۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغۃ از فیض الاسلام سید علی النقی ص ۵۱۶-۵۱۹ جلد ۳ جز سوم مطبوعہ تہران

ناظرین کرام کے لئے یہ اطلاع کرنی مناسب ہے کہ نہج [illegible] کے شارحین (ابن ابی الحدید، ابن میثم بحرانی اور صاحب درہ نجفیہ) وغیرہم نے نہج البلاغہ کے متن بالا کے تحت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں (حضرت رقیہؓ و ام کلثومؓ) کا حضرت عثمانؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ہونا درج کیا ہے یہ تمام شارحین حضرت رسالتمآبؐ کی حقیقی صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے ہی ہونا تسلیم کرتے ہیں نہ کہ سابق ازواج سے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت عثمانؓ جناب رسالتمآبؐ کے حقیقی طور پر داماد ہیں۔ لے پالک بیٹیوں کے اعتبار سے داماد نہیں۔

۹

چوتھی صدی کے ایک مشہور شیعہ مجتہد "شیخ مفید" اپنی تصنیف "الارشاد" میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے مناقب کے تحت ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے جب ہجرت پر مجبور کر دیا تو آنجنابؐ نے اپنی قوم اور خاندان میں حضرت علی کے سوا کسی اور شخص کو قابل اعتماد نہ پایا جو قوم کی امانتوں کو بلا کم و کاست ان کی طرف واپس کر سکے پس آنجنابؐ نے امانتوں کی واپسی اور جو کچھ کسی کا لین دین تھا اسکو پورا کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کو منتخب فرمایا۔ اپنی صاحبزادیوں اور اپنے اہل و عیال کو ہجرت کر کے رسالتمآبؐ کے ہاں پہنچانے کے لئے بھی انہی کو تجویز فرمایا۔

"فاستخلفهٗ فی ردّ الودائع الی اربابها و قضاء ما کان علیه من دین لمستحقیه وجمع بناته ونساء اهله وازواجه والهجرة بهم الیه۔

شیخ مفید کہتے ہیں کہ ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے (فقام علیؑ

با[illegible]ن القیام و ردّ کل ودیعةٍ الی اهلها واعطی کل ذی حق حقه وحفظ بنات نبیهٖ صلی اللہ علیه وسلم وحرمه و هاجر بهم ماشیًا علی قدمیه یحوطهم من الاعداء...... ...... حتی اوردهم الیه المدینة ..... الخ) [1]

"یعنی حضرت علی المرتضیٰ اس کام کے لئے آمادہ ہو گئے اور امانت رکھنے والوں کی امانتیں واپس کیں اور حق والوں کے حقوق ادا کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور گھر والوں کی حفاظت کی اور ان کو لے کر ہجرت کا سفر اختیار فرمایا حضرت علیؓ اس سفر میں پیادہ پا چل رہے تھے۔ دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے اور مخالفین سے ان کا بچاؤ کر رہے تھے اسی حالت میں ان کو پوری حفاظت کے ساتھ لاکر مدینہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا [2]...... الخ

شیخ مفید کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں جن کی ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف علی المرتضیٰؓ کی نگرانی میں ہوئی تھی اور حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی ہجرت کرنے والیوں میں داخل تھیں اور ان بہنوں کا سفر ہجرت یکبارہ ہوا تھا۔"

---

[1] ۱- الارشاد للشیخ المفید ص۲۳ تحت اختصاص علی (المرتضیٰؓ) طبع تہران۔

[2] ۱- الارشاد للشیخ المفید ص۲۳ تحت فصل ومن ذالک ان النبی کان امین قریش علی ودائعهم مطبوعہ تہران۔

(۱۰)

شیعہ کے مشہور عالم علی بن عیسیٰ "اربلی" نے ساتویں صدی میں ایک تصنیف کی ہے اس کا نام "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ" ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں ایک فصل لکھی ہے اس فصل کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"وکانت اوّل امراۃٍ تزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واولادہٗ کلھم منھا الا ابراھیم فانہٗ من ماریۃ القبطیۃ"..... الخ [1]

شیعہ کے مترجم نے اس کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے کہ:۔

"و اواوّل زنے بود کہ آنحضرت خواستہ بود و ہمہ اولاد آنحضرت از او بودند الّا ابراہیم کہ از ماریہ قبطیہ بود"...... الخ

(ترجمہ از علی بن حسین زواری)

"یعنی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں جن کے ساتھ آپ نے شادی کی اور آنجناب کی تمام اولاد (صاحبزادے اور صاحبزادیاں) حضرت خدیجہؓ سے متولد ہوئی مگر صاحبزادہ ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ سے متولد ہوئے۔"

اس کتاب کے ماتن علی بن عیسیٰ اربلی اور مترجم علی بن حسین زواری دونوں اکابر علمائے شیعہ

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ" ص۸۰ ج-۲
مع ترجمہ "المناقب (فارسی) تحت آخر مناقب خدیجہ رضؓ

نے آنجناب کی تمام صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہؓ سے متولد ہونا تسلیم کیا ہے اور انہوں نے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف درج نہیں کیا۔

ماتن مذکور ساتویں صدی ہجری کے مشہور شیعہ عالم و مجتہد ہیں۔ اور شارح و مترجم مذکور نویں صدی کے پختہ عالم ہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان تمام ادوار کے جمہور علمائے شیعہ مسئلہ بنات کو کس طرح ذکر کر رہے ہیں؟ اور آج کل ذاکرین صاحبان اس کو کس شکل میں پیش کر رہے ہیں؟؟ جو حق بات معلوم ہو اس کو قبول کریں۔ دوسرے لفظوں میں موجود ذاکروں نے اپنے اکابر مجتہدین کی تکذیب کرنا شیوہ بنا لیا ہے اور بڑوں کو جھٹلانے کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اب شیعہ مذہب کے اہل فکر و فہم حضرات ہی فیصلہ فرما سکیں گے کہ کون صادق ہے اور کون کاذب؟؟۔

(۱۱)

شیعہ مذہب کے ایک اور مشہور اور متبحر عالم اور مجتہد ملّا باقر مجلسی اصفہانی (جو گیارھویں صدی کے مشہور مجتہد ہیں) اپنی کتاب "حیات القلوب" باب ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

"پس اوّل فرزندے کہ از برائے او بہم رسید عبداللہ بود کہ اورا بعبداللہ و طیب و طاہر ملقب ساختند۔ و بعد از او قاسم متولّد شد و بعضے گفتند کہ قاسم از عبداللہ بزرگ تر بود و چہار دختر از برائے حضرت آورد زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ [1]

[1] حیات القلوب ص۷۲۸ ج-۲ باب ۵۲ تحت مدد۔ زنان آنحضرتؐ۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

یعنی حضرت خدیجہؓ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہلے فرزند عبد اللہ پیدا ہوئے جس کو طیب اور طاہر کے ساتھ ملقب کرتے تھے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے اور بعض علماء کہتے ہیں قاسم عبد اللہ سے بڑے تھے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)"

ملا باقر مجلسی نے "حیات القلوب" میں متعدد مقامات پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے ان میں سے ایک دوسرا مقام بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

"...... ابن بابویہ بسند معتبر آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے حضرت رسولؐ متولد شد از خدیجہؓ قاسم وطاہر و نام طاہر عبد اللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ۔

وحضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود وتزویج نمود زینب را ابو العاص بن ربیع واو مردے بود از بنو امیہ وعثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود وپیش ازاں کہ بخانہ او برود برحمت الٰہی واصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود" [1]

یعنی ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادق رضؓ سے معتبر سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد متولد ہوئی: قاسمؓ، طاہرؓ جن کا نام عبد اللہ تھا، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ اور حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے ساتھ تزوج کیا اور زینبؓ کے ساتھ ابو العاص نے نکاح کیا۔ ابو العاص بنی امیہ میں سے تھے اور عثمانؓ

---

[1] حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۷۱۸ باب ۵۱ دربیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ طبع قدیم نول کشور لکھنؤ۔

بن عفان نے ام کلثوم سے تزوج کیا پہلے اس کے کہ وہ ان کے گھر میں جائیں وہ رحمت الٰہی کے ساتھ واصل ہوئیں (یعنی فوت ہوگئیں) پس جب آپؐ جنگ بدر کی طرف تشریف لے گئے رقیہ کی حضرت عثمان کے ساتھ شادی کر دی۔

ملا باقر مجلسی نے جس طرح دیگر مقامات میں اس مسئلے کو صاف کیا ہے اسی طرح اس نے ان ہر دو مندرجہ بالا ائمہ کی روایات میں بھی واضح کر دیا ہے کہ رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی ہیں اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے متولد ہیں۔ خدیجہؓ کے کسی دیگر خاوند سے نہیں۔ اور نہ ہی خدیجہؓ کی خواہر زادیاں ہیں۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ملا باقر نے ان ہر دو قول (صاحبزادیوں کا سابق ازواج کی اولاد ہونا یا خواہر زادیاں ہونا) کی پرزور تردید کر دی ہے چنانچہ حیات القلوب اسی باب ۵۱ میں لکھتا ہے کہ "بر نفی ایں ہر دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند" [1] یعنی معتبر روایات ان ہر دو قول کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱۲)

گیارھویں صدی ہجری کے شیعوں کے جلیل القدر محدث سید نعمت اللہ جزائری اپنی معروف تصنیف "الانوار النعمانیۃ" جلد اول میں ذکر کرتے ہیں۔

"...... انما ولدت لہ ابنان واربع بنات زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ ...... الخ [2]

---

[1] حیات القلوب ص ۷۱۹ ج ۲ باب ۵۱۔ تحت احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ طبع قدیم نول کشور لکھنؤ

[2] الانوار النعمانیۃ از سید نعمت اللہ الجزائری ص ۳۶۷ ج ۱ تحت نور مولودی طبع تبریز ایران

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک زینبؓ، دوسری رقیہؓ، تیسری ام کلثومؓ اور چوتھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

شیعوں کے متبحر عالم سید نعمت اللہ الجزائری نے بھی اس مسئلہ کی تائید کر دی کہ یہ چاروں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی متولد ہیں نیز یہ کہ خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد نہیں۔

(۱۳)

شیعہ علماء کے معروف مصنف شیخ عبد اللہ مامقانی نے اپنی مشہور تصنیف "تنقیح المقال فی احوال الرّجال" کی تیسری جلد کے آخر میں مستقل فصول "النساء" کے نام سے قائم کئے ہیں، اس میں صاحبزادی اُمِّ کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت لکھا ہے اور منتہی المقال لابی علی میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ:۔

"کانت خدیجۃ اذ تزوجھا رسول اللہؐ بنت اربعین سنۃ وستۃ اشھر وکان رسول اللہ یومئذ ابن احدی وعشرین سنۃ وولدت لہ اربع بنات کلّھن ادرکن الاسلام وھاجرن وھن زینب وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم (انتھی کلامہٗ فی مجمع البحرین)۔[1]

---

[1] تنقیح المقال جلد ثالث من فصل النساء باب الھمزہ تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۳ ج ۳ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا تو خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی اور آنجنابؐ کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی اور خدیجہؓ سے آنجناب کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان تمام صاحبزادیوں نے اسلام کے دور کو پایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ ان کے اسماء گرامی زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

شیخ عبداللہ مامقانی نے اس مقام میں ہر ایک صاحبزادی کے اسماء گرامی کے تحت متعلقہ احوال درج کیے ہیں۔ اہل علم وارباب تحقیق کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شیخ مامقانی نے ان مقامات میں ان صاحبزادیوں کے لے پالک ہونے کی خوب نفی کر دی ہے۔

نیز ابو علی نے بھی منتہی المقال میں اس مقام (یعنی خدیجۃ الکبریٰؓ اور زینبؓ کے احوال) کے تحت ان چیزوں کو بڑے عمدہ انداز میں ذکر کیا ہے جس سے آجکل کے مرثیہ خوانوں کے نظریات کی خوب تردید ہوتی ہے۔

(۱۴)

شیعہ کے متاخرین علماء میں ایک مشہور عالم "محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی (المتوفی سنہ ۱۳۵۲ھ) جس کو رکن الاسلام والمسلمین کے نام سے ذکر کرتے ہیں، نے اپنی مشہور و معتبر تاریخ "منتخب التواریخ" کے باب اول فصل پنجم میں آنجنابؐ کی اولاد امجاد کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں کہ:۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] منتہی المقال لابی علی ص ۳۴۴ باب فی ذکر نساء لھن تحت خدیجۃ بنت خویلد۔ طبع قدیم ایران۔

"آں بزرگوار (صلی اللہ علیہ وسلم) از خدیجۃ الکبریٰ سہ پسر داشت وچہار دختر
جناب قاسم وزینب ورقیہ وام کلثوم کہ قبل از بعثت متولد شدند وجناب
طیب وطاہر وفاطمہ زہرا (س) کہ بعد از بعثت متولد شدند۔" ؎

یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خدیجۃ الکبریٰؓ سے تین صاحبزادے اور
چار صاحبزادیاں تھیں جناب قاسم، زینب، رقیہ اور ام کلثوم بعثت سے
پہلے اور جناب طیب، طاہر اور فاطمۃ الزہرا بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔"

ناظرین کرام کی اطلاع کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ شیعہ کے باقی اکابر علماء
کی طرح محمد ہاشم خراسانی شیعی جو اس دور کے مشہور شیعہ عالم کبیر ہیں نے بھی "منتخب التواریخ"
کے اس مقام میں اولاد نبوی کے سلسلہ میں ہر چہار صاحبزادیوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور
ہر ایک کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ازواج اور شوہروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور
چاروں صاحبزادیوں کے لئے تاریخہائے وفات مفصل الگ الگ برسوں میں درج کی
ہیں جس اہل علم نے بھی اس کتاب کے اس مقام کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ ان تفصیلات
سے خوب واقف ہے۔ اور ایک صاحبزادی کے پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے صرف
یہ ایک فصل پنجم ہی کافی وافی ہے بشرطیکہ اپنے اسلاف کی تکذیب کرنے کا جذبہ طبیعت
پر غالب نہ ہو اور اپنے اکابر کی تغلیط کو نصب العین نہ بنا لیا ہو۔

(۱۵)

شیخ عباس قمی چودھویں صدی کے مجتہدین شیعہ میں سے ہیں انہوں اپنی کتاب،

؎ منتخب التواریخ ص۲۳ ج۔اول باب اول فصل پنجم
در ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ از محمد ہاشم خراسانی شیعی

"منتہی الآمال" جلد اول فصل ہشتم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا
مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است از برائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ
وزینب وتزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المومنین علیہ السلام وزینب را
بابی العاص بن ربیع از بنی امیہ بود وام کلثوم را بعثمان بن عفان ؎ ...... الخ

"یعنی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ کی یہ اولاد متولد ہوئی طاہر، قاسم۔ فاطمہ، ام کلثوم رقیہ اور زینب
پھر فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور زینبؓ کا ابو العاص بن ربیع کے
ساتھ نکاح کیا جو بنی امیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا عثمان بن عفان کے ساتھ
نکاح کیا جب ان کی وفات ہوئی تو اس کے بعد رقیہ کی ان کے ساتھ تزویج
کر دی۔"

شیخ عباس قمی نے اس مقام میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں
کے احوال مختلف عبارات میں ذکر کئے ہیں ان تفصیلات کے ذریعے ناظرین کی تسلی ہو جاتی ہے کہ حضرت
کی حقیقی صاحبزادیاں جو خدیجہؓ سے پیدا شدہ ہیں وہ چار ہیں۔ اس چیز میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اور
ان کے لے پالک ہونے کی جو تشہیر کی جاتی ہے وہ شیعوں کے ہاں بھی سراسر غلط بیانی ہے
اور شیعہ ملت کے اکابرین کی تغلیط وتکذیب ہے۔

؎ منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص۱۰۸ جلد ۱۔ فصل ہشتم در بیان احوال اولاد امجاد
آنحضرتؐ است۔ طبع تہران۔

خلاصہ کلام

ناظرین کرام نے شیعہ مذہب کے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور سیرت نگاروں کے علاوہ علماء و مؤرخین قریباً چودہ پندرہ حضرات کے بیانات ملاحظہ فرمالئے۔ یہ چند حوالہ جات مشت نمونہ از خروارے کے درجہ میں ہیں تمام شیعہ اقوال کا اس مسئلہ پر فراہم کرنا بڑا تفصیل طلب کام تھا لیکن مسئلہ ہذا کی "صداقت" معلوم کرنے کے لئے اس قدر کافی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ حضرات ایک دور کے علماء نہیں ہیں بلکہ ائمہ معصومین اور علماء متقدمین سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے ہر دور کے اکابرین شیعہ کے یہ فرمودات ہیں ان تمام میں "بنات طیبات" کے لے پالک ہونے کی بجائے حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے کا مسئلہ نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی منصف مزاج اور ہوشمند آدمی ان کے حقیقی اولاد نبویؐ ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں کر سکتا۔

با انصاف ناظرین کی خاطر مسئلہ ہذا کی "صداقت" اور "حقانیت" معلوم کرنے کے لئے شیعہ کتب سے معتد بہ مواد سامنے آگیا ہے مندرجہ حوالہ جات میں "تواتر طبقاتی" پایا گیا ہے جس کا انکار کوئی باہوش انسان نہیں کر سکتا۔

- اب خود غور فرمالیں کہ ان کے ائمہ کرام سچے ہیں؟ یا موجودہ دور کے "مرثیہ خواں"؟
- ان کے مجتہدین عظام صادق ہیں؟ یا آج کل کے "مجلس خوان"؟
- ان کے اکابر علمائے ملت "راست گو" ہیں؟ یا یہ چھوٹے معیار کے "سوز خواں"؟
- اسی طرح شیعہ ملت کے بلند معیار کے مؤرخین و سیرت نگار درست فرماتے ہیں؟ یا یہ ماتم کی مجالس گرم کرنے والے "ذاکرین با تمکین"؟

اب یہ مقولہ سامنے رکھیں کہ ع "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" اور انصاف کے پیش نظر حق بات کو ملحوظ کرتے ہوئے خود فیصلہ فرمالیں کسی دوسرے شخص کے افہام و تفہیم

کو حاجت نہیں۔

"ایک انتباہ"

شیعہ احباب کے اکثر و بیشتر مصنفین و مؤلفین نے مسئلہ "بنات اربعہ" کے متعلق اپنے ائمہ کے جو فیصلے درج کئے ہیں ان میں تواتر طبقاتی پایا جاتا ہے وہ ہم نے بقدر ضرورت نقل کر دیئے ہیں اور عموماً ان کی عبارتیں پیش کر دی ہیں تاکہ اہل علم کو حوالہ کے نقل پر اطمینان رہے۔

البتہ کچھ لوگ مثلاً صاحب الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ ابوالقاسم علی بن احمد علوی کوفی وغیرہ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے ائمہ کرام اور مجتہدین عظام اور اپنے علمائے نامدار کی مخالفت کر کے یہ "شاذ قول" کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہے۔ باقی تین صاحبزادیاں لے پالک ہیں یا حضرت خدیجہؓ کی خواہرزادیاں ہیں۔ یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف نہیں۔

"اس قسم کے "شاذ قول" کے جواب کے لئے ہم نے ماقبل میں شیعہ کی معتبر تصانیف سے بقدر ضرورت مواد نقل کر دیا ہے اور تواتر طبقاتی پیش کر دیا ہے جو اس کا تحقیقی جواب ہے۔ مراجعت فرما کر تسلی کر لیں۔ نقل حوالہ میں صحت ہے۔

اس کے بعد ہم شیعہ کے اکابر علماء اور ان کی معتمد تصانیف سے اس متفردانہ قول کا جواب نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ شیعہ ملت کے زعماء اس قسم کے اقوال کے متعلق کیا فیصلہ فرما چکے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں مذکور ابوالقاسم العلوی کا جواب مفصل لکھا ہے۔ اس کو بغور ملاحظہ فرماویں۔

" ولسید ابی القاسم العلوی الکوفی فی الاستغاثہ فی

بدع الثلثة" کلام طویل اصر فیه علی ان زینب
کانت تحت ابی العاص بن الربیع ورقیة التی کانت
تحت عثمان لیستا بنتیه بل ربیبتاه ولم یات الا
بمازعمه برهانا۔
حاصله عدم تعقل کون رسول اللهؐ قبل البعثة علی
دین الجاهلیة بل کان فی زمن الجاهلیة علی دین
یرتضیه الله من غیر دین الجاهلیة وحینئذ فیکون
محالا ان یزوج ابنته من کافر من غیر ضرورة دعت
الی ذالك وهو مخالفهم فی دینهم عارف بمکرهم
والحادهم ثم اخذ فی نقل ما یقضی بوجود بنتین
لاخت خدیجة من امها اسمهما زینب ورقیة و
انهما اللتان کانتا تحت ابی العاص وعثمان وهذا
لب کلامه ترکنا نقله لطوله وهو ان اتعب نفسه الا انه
لم یات بما یغنی عن تکلف النظر والثبوت وانه کبیت
العنکبوت اما اولا فلانه یشبه الاجتهاد فی مقابل النصوص
من الفریقین عن النبیؐ وعن ائمتنا علیهم السلام واما
ثانیا فلانا وان کنا نسلم ان رسول اللهؐ لم یکن فی زمان
الجاهلیة علی دین الجاهلیة بل علی دین یرتضیه الله تعالی
ولکن رسول اللهؐ لیس مشرعا بل کل حکم کان ینزل علیه
کان یلتزم به تمام الالتزام ولم یکن یخترع من قبل
نفسه حکما والاحکام کانت تنزل تدریجا وعند

تزویجه زینب ورقیة لم یکن الکفائة فی الایمان
شرطا شرعا فزوج بنتیه من الرجلین تزویجا صحیحا
شرعا فی ذالك الزمان ثم انزل الله تعالی قوله ولا
تنکحوا المشرکین حتی یومنوا فرق بین ابی العاص
وبین زینب ولو کانت الکفائة فی الاسلام شرطا
قبل ذالك لما انزل الله سبحانه الآیة فما ذکره لا
وجه له واما ثالثا فلانه لا شبهة فی کون زینب و
رقیة اللتین تحت ابی العاص وعثمان مسلمتین
کما لا شبهة فی کون تزویجهما من رسول اللهؐ باذنه واجازته
فلا یفرق الحال بین ان تکونا بنتیه او ربیبتیه او
بنتی اخت خدیجة من امها او غیر ذالك لاشتراك
الجمیع فیما جعله علةً للانکار فما ذکره ساقط بلا
شبهةٍ" [1]

مامقانی کی بعینہ طویل عبارت علماء کی تسلی واطمینان کی خاطر نقل کردی ہے اس
عبارتِ مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ:۔۔۔۔۔
"سید ابو القاسم علوی کوفی نے اپنی کتاب "الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ"

---

[1] تنقیح المقال فی علم الرجال از علامہ شیخ عبداللہ مامقانی ص۷۹ ج۳
مطبوعہ نجف اشرف۔
باب الخاء والراء والزای المعجمة من فصل النساء
تحت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں ایک طویل کلام چلایا ہے اس میں اس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جو زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھی اور جو رقیہ عثمان کے نکاح میں تھی یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ وہ دونوں آپ کی ربیبہ تھیں۔

اپنے زعم میں ابوالقاسم جس کو برھان بنا کر لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے پہلے جاہلیت کے دین پر ہونا ایک غیر معقول بات ہے بلکہ آنجناب جاہلیت کے دور میں دین جاہلیت کے خلاف ایسے دین پر تھے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس وقت آنجناب کا اپنی بیٹی کو کسی کافر کے نکاح میں بغیر ضرورت داعیہ کے دینا ایک امر محال ہے۔ درآنحالیکہ آنجناب ان کے دین کے مخالف ہیں اور ان کے مکر و الحاد سے واقف ہیں۔

اس کے بعد ابوالقاسم اس چیز کے نقل کے درپے ہوا ہے کہ جو چیز ان دونوں لڑکیوں کو خدیجہؓ کی بہن کی بیٹیاں ثابت کرتی ہے۔ جن کے نام زینب اور رقیہ ہیں۔ اور وہ دونوں ابوالعاص بن ربیع اور عثمان کے نکاح میں تھیں۔ مامتقانی لکھتے ہیں کہ یہ اس کی کلام کا خلاصہ ہے — ہم نے کلام کی طوالت کی بنا پر اس کے پورے کلام کو نقل نہیں کیا۔

ابوالقاسم نے اگرچہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر وہ تکلف سے بچ کر کوئی اہم ثبوت نہیں لا سکا لہٰذا اس کے ثبوت کی حیثیت تارِ عنکبوت کی سی ہے۔ کیونکہ :۔

۱۔ اولاً تو وہ نبی کریمؐ اور ہمارے ائمہ کرام کی نصوص کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد کو پیش کرتا ہے۔

۲۔ ثانیاً یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ زمانہ جاہلیت میں دین جاہلیت پر نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے اور کوئی نیا حکم نہیں دیتے تھے مگر جو حکم نازل ہوتا تھا اس کا پورا پورا التزام کرتے تھے ۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم اختراع نہیں کرتے تھے۔ اس وقت احکام تدریجاً نازل ہو رہے تھے اور زینب و رقیہ کے نکاح کے وقت شریعت میں ایمان میں "ہم مثل" ہونا شرط نہیں تھا پس آنجناب نے دونوں شخصوں کو اپنی دونوں بیٹیاں اس دور میں ازروئے شرع صحیح تزویج کر دیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ "مشرک جب تک مومن نہ ہوں ان کو نکاح نہ کر دو" تو آنجناب نے ابوالعاص اور زینب میں تفریق کر دی۔ اگر (نکاح کے لئے) اسلام میں ہم مثل ہونا اس آیت کے نزول سے قبل شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ مذکورہ حکم نازل ہی نہ فرماتے۔

۳۔ ثالثاً جس طرح زینب و رقیہ کو آنجناب کے اذن اور اجازت سے نکاح کر دینے میں کوئی شبہ نہیں بالکل اسی طرح زینب و رقیہ کا مسلمان ہونے کی حالت میں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

پس ابوالقاسم نے جس چیز کو انکار کی علت قرار دیا ہے وہ ان سب احوال میں مشترک ہے چاہے زینب و رقیہ آنجناب کی ربیبہ ہوں یا لڑکیاں ہوں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہوں۔ ان سب حالات میں کچھ فرق نہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اگر اسلام شرط تھا اور اس وجہ سے رسول اکرم کی بیٹیاں زینب و رقیہ، ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں نہیں آسکتی تھیں تو یہی وجہ ان کے ربیبہ ہونے کی صورت میں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہونے کی صورت میں بھی

لازم آتی ہے۔)

پس ابوالقاسم نے جو دلیل ذکر کی ہے وہ بُلا شبہ ساقط ہے۔[۱]

الغرض ابوالقاسم مذکور کی دلیل کو اُن کے شیخ عبداللہ مامقانی نے خود رد کر دیا ہے اور اُس کے پیش کردہ ثبوت کی کمزوری اور خامی کو شیخ نے نہایت واضح کر دیا ہے۔ اب مزید کسی نقد کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہی۔

البتہ اس کے بعد شیعہ اکابر کے بیانات "صاحب الاستغاثہ" ابوالقاسم العلوی الکوفی کے حق میں ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ اس کی دینی و علمی حیثیت لوگوں کے سامنے آجائے اور اس کی تصانیف کا وزن عندالشیعہ معلوم ہوسکے اور اس بزرگ کا بے وزن ہونا نمایاں ہوسکے۔

ابوالقاسم العلوی الکوفی

شیعہ علماء کی نظروں میں

علی بن احمد ابوالقاسم الکوفی کے حق میں شیعہ کے اعاظم علماء نے دیگر اوصاف کے علاوہ ذیل اوصاف بھی ذکر کئے ہیں ان پر نظر غائر فرماویں۔

۱ - یہ شخص اہل کوفہ میں سے ہے اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں آل ابی طالب میں سے ہوں۔

۲ - اپنی عمر کے آخری حصہ میں اس نے اپنے مسلک میں نہایت غلو اختیار کر لیا اور

سه مامقانی ص۷۹ ج۳ فصل النساء۔
تحت زینب بنت رسول

اس کا مذہب فاسد ہو گیا۔

۳ - اس نے بہت سی تصانیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر مبنی ہیں۔

۴ - ابن الغضائری کے فرمان کے بموجب وہ علوی ہونے کے دعوی میں کذاب تھا۔ اور غالی اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار کتابیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔

۵ - اس نے "نظریہ تخمیس" اختیار کر رکھا تھا۔ "تخمیس" کے معنی ان کے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ:۔ حضرت سلمان[۱] فارسیؓ۔ مقداد[۲]ؓ، ابوذر[۳]ؓ، عمار[۴] اور عمر[۵] ابن امیہ الضمری۔ ان پانچ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام عالم کے مصالح کو سونپ دیا ہے۔ (یعنی تمام عالمی امور ان کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں) ان نظریات کے حامل لوگوں کو مخمسہ کہا جاتا تھا۔ اور ابوالقاسم العلوی مذکور اس مسلک پر کاربند تھا۔

۶ - ابوالقاسم مذکور کی وفات جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ میں ہوئی اور موضع کرمی میں جو فساہ کے علاقہ میں شیراز کے قریب ہے دفن ہوا۔[۱]

---

[۱] ۱۔ رجال نجاشی از شیخ ابوالعباس احمد بن علی ابن احمد بن العباس النجاشی متوفی ۴۵۰ھ ص ۱۸۸/۱۸۹ مطبوعہ بمبئی (طبع قدیم ۱۳۱۷ھ)

۲۔ رجال تفرشی ص۲۲۶ تحت علی بن احمد۔ طبع طہران۔

۳۔ جامع الرواۃ از محمد بن علی الاردبیلی ص۵۵۳ جلد۔ اوّل (تصنیف ۱۱۰۰ھ) تحت علی ابن احمد)

۴۔ منتہی المقال فی علم الرجال از محمد بن اسمٰعیل ابوعلی ص۲۷۵، ص۲۷۶ تحت علی ابن احمد ابوالقاسم کوفی (طبع قدیم ایران)

۵۔ تنقیح المقال فی احوال الرجال از شیخ عبداللہ مامقانی ص۲۶۵ جلد۔ ۲ تحت من ابواب العین (علی ابن احمد کوفی)

مختصر یہ ہے کہ سطور بالا میں پہلے ہم نے بعض شیعہ دوستوں کے منفردانہ اقوال کو ذکر کیا ہے اس کے بعد ان کے اکابر علماء کی آراء کے ذریعے ان پر نقد و کلام پیش کیا ہے۔ اور اس کے بعد ناظرین پر شیعہ کے نزدیک ابوالقاسم کی دینی و علمی حیثیت واضح کر دی ہے امید ہے اب ان حضرات کے لئے اطمینان کا سامان ہو سکے گا اور ان منفردانہ اقوال کرنے والے دوستوں کی پوزیشن متعین ہو سکے گی اور ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ اہل فہم و انصاف کے لئے فیصلہ پر پہنچنے کی خاطر کوئی دقت نہ ہوگی۔

یاد رہے کہ :-

" اس دور کے شیعہ ذاکرین نے جو ایک صاحبزادی ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے ان کے استدلال کا اصل ماخذ اور بنیادی محور یہی صاحب الاستغاثہ بزرگ ہے جس کے عقائد و اعمال و تصانیف کی تشریح ناظرین نے شیعہ اکابر کی زبانی سماعت فرمالی ہے اس مسئلہ کا پس منظر معلوم ہو جانے کے بعد اب کوئی باشعور عقلمند آدمی فریب نہیں کھائیگا اور اس پروپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوگا۔

ان معروضات کے بعد ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات الگ الگ پیش خدمت کئے جاتے ہیں سب سے پہلے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی تحریر ہیں۔ پھر بالترتیب ہر ایک صاحبزادیوں کے احوال درج ہوں گے۔
(انشاء اللہ تعالیٰ)

سوانح حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کی والدہ محترمہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

ولادت باسعادت

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تزویج قبل از اسلام کے دستور کے مطابق ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق اس بابرکت نکاح کے پانچ برس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال کو پہنچ چکی تھی اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ آنجناب کی اولاد بھی اسلام میں داخل ہوئی۔ اولاد کے رجحانات اور خیالات پر فطری طور پر ماں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے سو ان سب صاحبزادیوں کا ابتدا سے ہی اسلام سے مشرف ہونا از خود واضح ہے اور اصول فطرت کے مطابق ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسلام کے دور کو پایا اور

اسلام لائیں اور پھر جب ہجرت کا دور آیا تو انہوں نے ہجرت کی ہجرت کا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا بڑی اولاد سے جو فطری موانست ہوتی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے یہ چیز ابن عبدالبر نے بھی ذکر کی ہے اور محب الطبری کی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں بھی ہے اور الشیخ حسین دیار البکری "تاریخ الخمیس" میں بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔

"......عبید اللہ بن محمد بن سلیمان الھاشمی
یقول ولدت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم فی سنۃ ثلاثین من مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وادرکت الاسلام واسلمت وھاجرت و کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبًا فیہا" لہ

لہ (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۶ - از المحب الطبری -
تحت الفصل الرابع فی ذکر زینب ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) الاستیعاب لابن عبد البر ص۳۰۵ ج۴ تحت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۳) تاریخ الخمیس للشیخ الدیار بکری ص۲۷۳ ج۱
تحت ذکر زینب رضی اللہ عنہا۔

نکاحِ زینبؓ کے متعلق ایک دوسری روایت

بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع (بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف) مکہ شریف میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحبِ مال تھے اور صاحبِ تجارت تھے (اور کردار کے اعتبار سے) صاحب امانت بھی تھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے کر دینا چاہیے اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کسی معاملہ میں مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے سو اس تجویز پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ کر دیا گیا (اس روایت کے اعتبار سے یہ واقعہ نزول وحی سے پہلے پیش آیا) جب اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا تو آنجناب خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور آپکی صاحبزادیاں بھی ساتھ ہی ایمان لائیں۔

"......عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان ابوالعاص لہ

لہ (۱) ابوالعاص کا پورا نام بعض نے لقیط ذکر کیا ہے اور بعض نے مقسم وغیرہ لکھا ہے اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف یعنی ابوالعاص کا نسب چہارم پشت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

ابوالعاص کی وفات کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بن ربیع من رجال مکۃ المعں ودین مالاً وتجارۃ

امانۃً فقالت خدیجۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ذوالحجہ ۱۲ھ میں ہوئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ابوالعاص یوم الیمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۲) ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہرزادے ہیں یعنی ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد بنی اسد ہے جو حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن ہیں اور خدیجہ ابوالعاص کی خالہ ہیں۔

(۳) ابوالعاص صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے باوفا اور باوقار داماد ہیں چنانچہ (ان کی وفا کے متعلق انشاء اللہ آگے ذکر آئے گا)

(۴) حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپس میں حقیقی بہنیں ہیں اس بناء پر حضرت علی المرتضیٰ اور ابوالعاص آپس میں ہم زلف ٹھہرے اور اس باعزت رشتہ داری میں باہم منسلک ہوئے

(۵) ابوالعاص بن ربیع جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داماد ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوالعاص بن ربیع کے داماد ہیں (کتاب المحبر ص۹۹) لابی جعفر البغدادی

(۶) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اگر آپ نکاح کریں تو میری خواہرزادی یعنی امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لانا چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا اور امامہ بنت ابی العاص کو نکاح میں لائے اس کا مزید تذکرہ حسبِ موقع انشاء اللہ آئے گا۔

(۷) حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع حضرت علی المرتضیٰؓ کے خسر ہیں اور حضرت زینبؓ اس رشتہ کے بعد حضرت علیؓ کے لئے خوش دامن بنیں۔ یہ رشتہ داری کے تعلقات ان حضرات کے درمیان وقتی نہیں دائمی تھے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زوّجہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخالفہا وذالک قبل ان ینزل علیہ الوحی فزوجہ زینب فلما اکرم اللہ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم بنبوتہ امنت خدیجۃ وبناتہٗ ۔ [1]

(حاشیہ گذشتہ) ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاص دونوں کا اجمالی تذکرہ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی کے ص۱۹۶، ص۱۹۷ پر پہلے بھی کر دیا تھا اور یہاں پھر سوانح زینبؓ کے سلسلہ میں ہو رہا ہے۔

(۸) حضرت ابوالعاصؓ جب ہالہ بنت خویلد کے فرزند ٹھہرے اور ان کے ساتھ حضرت زینب کا نکاح ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب کے بنت ہالہ ہونے کی روایت سراسر غلط ہے کیونکہ اس صورت میں یہ بہن بھائی کا نکاح ہوگا جس کی اجازت کسی دین و مذہب میں نہیں ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ————

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۷ از المحب الطبری۔
تحت ذکر تزویجہا رضی اللہ عنہا (زینب بنت رسول اللہ)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج۳ طبع اوّل فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

قوم کی طرف سے طلاق دلانے کا منصوبہ

اور ابوالعاص کا صاف انکار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں بڑے ابتلا اور آزمائش کا دور گذارا ہے سب اہل مکہ اور مضافات کے قبائل سب اسلامی تعلیم کے خلاف تھے توحید اور رسالت کے مسائل سننے اور سمجھنے کے لیے یہ معاشرہ ہرگز تیار نہ تھا اور اپنے پرائے جو اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے مسلمانوں سے سب انتہائی بغض رکھتے تھے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت انتہا تک پہنچی ہوئی تھی اس انتہائی مشکل ترین دور میں جہاں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیم کی مساعی جاری رکھیں اور ترویج دین کی کوشش فرماتے رہے وہاں آپ معاشرتی مسائل کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

آنجناب نے عرب کے عام دستور کے مطابق اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اپنی قوم اور قبیلہ میں کر دیئے تھے اہل مکہ کی اسلام کے ساتھ مخالفت حد سے زیادہ ہوگئی اور انہوں نے ہر معاملے میں مشکلات کھڑے کرنے کا نصب العین بنا لیا۔ حتیٰ کہ ازدواجی مسائل میں بھی انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی اور حضرت کی صاحبزادیوں کے نکاح جن لوگوں سے ہو چکے تھے ان سے نکاح ختم کروانے اور طلاق دلوانے کا عزم کر لیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہو چکا تھا۔ زعماء قوم قریش نے ابوالعاص کو اس سلسلہ میں جا کر

مجبور کیا کہ آپ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ تم نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینب کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض میں مجھے مطلوب ہے۔

"...... فلما نادی قریشًا بامر اللہ تعالیٰ اتوا ابا العاص بن ربیع فقالوا فارق صاحبتك ونحن نتزوجك بای امراۃٍ شئت من قریش فقال لا واللہ لا افارق صاحبتی وما یسرنی ان لی بأمراتی افضل امرأۃ من قریش" [1]

---

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص۱۵۷
تحت ذکر تزویجہا زینب (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

(۳) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص۲۷۳ ج ۱
تحت (ذکر زینبؓ)

ابوالعاص کا قرابتداری میں کامل اخلاص اور آنجنابؐ کی طرف سے انکی قدردانی

ابوالعاص بن ربیع نے اس موقع پر اپنی ثابت قدمی کا پورا مظاہرہ کیا اور قریش نے بھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے کو ختم کرانے کے لئے پوری قوت صرف کی ابوالعاص قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور انہی قومِ قریش کے مسلک پر تھے اس کے باوجود جب قوم نے مسئلہ طلاق اور تفریق بین الزوجین پر زور دیا تو آپؓ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ جواب دیا :-

......." قال لا واللہ اذن لا افارق صاحبتی " [1]

"یعنی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی (حضرت زینبؓ) سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتا"

ابوالعاص کا یہ استقلال بہت قابلِ قدر ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوالعاص نے نہایت قدردانی کی ہے اور آنجنابؐ کے ساتھ برادرانہ قرابتداری کو خلوص کے ساتھ قائم رکھا ہے۔

اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں اس کی شکرگزاری اور قدردانی کو عمدہ الفاظ کے ساتھ سراہا ہے اور اس مسئلہ میں ابوالعاص کے حق میں

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱، ۳۱۲ ج ۳

(تحت فصل وصول خبر مصائب لاہل بدر

ثنائے خیر بیان فرمائی آنجنابؐ سے یہ فرمودات اسی موقع پر صادر ہوئے تھے جب قریش نے حضرت زینبؓ کی طلاق طلب کی تھی اور ابوالعاص نے ان کو طلاق دینے اور اپنے سے جدا کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ علمائے سیرۃ نگار اس موقع پر ابوالعاص کے حق میں لکھتے ہیں کہ :-

"وکان ابوالعاص بن ربیع مواخیا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافیا له وکان صلی اللہ علیہ وسلم قد شکر مصاهرته واثنی خیرا حین ابی ان یطلق زینب لما سألته قریش ذالك۔" [1]

[1] (۱) ذخائر العقبیٰ ص ۱۵۸

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۱/۳۱۲ ج ۳

تحت فصل وصول خبر مصائب اہل بدر

مکّی زندگی کا آزمائشی دَور

اہل مکہ کی طرف سے جب مسلمانوں کے حق میں عداوت شدت اختیار کر گئی تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے مسلمان مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اور حسب اتفاقات یہ ہجرت جاری رہی پھر بفرمان الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دَور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ شریف پہنچ کر مالک کریم کی طرف سے کفار کے ساتھ قتال کرنے کی اجازت مل گئی مدنی زندگی میں اسلام اور کفر میں بڑا مقابلہ رہا بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اس میں قریش مکہ اپنی پوری تیاری سے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے بدر میں پہنچے تھے اور ادھر اہل اسلام مدینہ شریف سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تھے میدان جہاد پہنچے غزوہ ہذا (بدر) کی تفصیلات عام اہل علم کو معلوم ہیں یہاں ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس جگہ صرف ایک واقعہ جو ابو العاص اور حضرت زینبؓ سے متعلق ہے وہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ہار کا واقعہ

جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہوگئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو حسب دستور مرکز اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں۔ ان سے

معقول معاوضہ لے کر انہیں رہا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ابو العاص ابن ربیع بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ میں آئے ہوئے تھے اور عباس بن عبد المطلب عمِ نبوی بھی اس زمرہ میں قید ہو کر مدینہ شریف پہنچے ہوئے تھے۔

یاد رہے کہ جناب عباس بن عبد المطلب و ابو العاص وغیرہما ایسے حضرات تھے جو اپنی قوم کی مجبوری کی بنا پر کفار کے ساتھ آگئے تھے لیکن انہوں نے اہل اسلام میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تھا تاہم ان کا شمار زمرۂ مخالفین میں ہی تھا پھر اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو خلاص اور واگذار کرانے کے لئے فدیے اور معاوضے بھی مدینہ طیبہ ارسال کئے تھے۔ اس ضمن میں ابو العاص کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے اپنا وہ ہار (جو ان کو اماں خدیجہؓ کی طرف سے عطا شدہ تھا) ابو العاص کے فدیہ کے طور پر ارسال کیا۔

مدینہ شریف میں یہ فدیے اور معاوضے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے گئے اور ابو العاص کا معاوضہ حضرت زینبؓ کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نظر فرمائی تو آنجنابؐ پر (بلا اختیار) رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور اس کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کے دور کی یاد تازہ ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کے اثر میں تمام اہل مجلس متاثر ہوئے آنجناب نے اس وقت صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا اگر تم ابو العاص کو رہا کر دو اور زینبؓ کے اس ہار کو جو ان کے عوض میں انہوں نے ارسال کیا ہے واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو اس وقت صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جناب کا ارشاد درست ہے ہم ابو العاص کو بلا عوض خلاص کرتے ہیں اور زینبؓ کے ہار کو واپس کرتے ہیں۔ اس موقع پر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے عہد لیا اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ میں واپس پہنچیں تو حضرت زینبؓ کو ہمارے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دیں۔ ابو العاص نے یہ عہد کر لیا چنانچہ ابو العاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہؓ والے ہار کو بھی حضرت زینبؓ کی طرف واپس بھیج دیا گیا یہ واقعہ متعدد کبار محدثین اور

مشہور اہل سیرت وتاریخ نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے یہاں صرف چند حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں پہلے سُنّی علماء کے حوالہ جات درج ہیں پھر ساتھ ہی شیعہ علماء کی عبارت بطور تائید کے نقل کر دی ہے

عن عائشة قالت لما بعث اهل مكة فی فداء اسرائهم بعثت زینب فی فداء ابی العاص
بمال وبعثت فیه بقلادة كانت خدیجة ادخلتها بها
علی ابی العاص حین بنا علیها فلما رأها رسول الله صلی الله
علیه وسلم رق لها رقة شدیدة وقال ان رأیتم
ان تطلقوا لها اسیرها وتردوا علیها الذی لها فافعلوا!
قالوا نعم یا رسول الله فأطلقوه وردوا علیها الذی
لها وكان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد اخذ
علیه او وعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یخلی
زینب الیه۔ ؎

؎ (۱) دلائل النبوة للبیهقی ص $\frac{۴۲۳}{۴۲۴}$ ج ۲
تحت باب ماجاء فی زینب بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔
(۲) مسند احمد بن حنبل ص ۲۷۶ ج ۶ (سادس) تحت مسندات عائشہؓ
(۳) ابوداؤد شریف ص ۳۶۷ ج ۲ طبع مجتبائی دہلی۔ باب فی فداء الاسیر بالمال۔
(۴) مشکوٰة شریف ص ۳۴۶ عن عائشہؓ
باب حکم الاسراء الفصل الثانی بحوالہ احمد وابی داؤد
(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۱۲ ج ۳
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر

اور شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ :۔

ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و زینبؓ قلادہ کہ حضرت خدیجہؓ باد دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلادہ افتاد خدیجہؓ را یاد نمود و رقت کرد واز صحابہ طلب نمود کہ فدائے اورا بخشند و ابوالعاص را بے فدا رہا کنند۔ صحابہؓ چنیں کردند۔ حضرتؐ از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بمکہ برگردد و زینبؓ را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او شرط خود وفا نمود زینبؓ را فرستاد بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد۔ ؎

(ترجمہ) ابوالعاص غزوۂ بدر میں قید ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر (ابوالعاص) کے فدیہ میں اپنے والد ماجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے عطا فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار دیکھا تو خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور جسم اطہر پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آپ نے صحابہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ابوالعاص کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیں چنانچہ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ آپؐ نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو آپؐ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے اس شرط کو پورا کیا۔ مکّہ جا کر زینبؓ کو بھیج دیا بعد میں خود بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

؎ حواشی منتہی الآمال طبع طہران ص ۱۰۸ ج ۱ فصل ہشتم
از شیخ عباس القمی
در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرتؐ است

اب یہ صورت پیش آئی کہ ابوالعاص کو مذکورہ وعدہ لینے کے بعد کر دیا گیا۔ اور ساتھ ہی حضرت زینبؓ کے ہار کو واپس کر دیا گیا۔

چند ایام کے بعد حضرت زینبؓ کو لانے کے لئے سردار دو عالمؐ نے زید ابن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں وادی کے فلاں مقام میں جا کر انتظار کرنا (بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس وادی کا نام یأجج تھا) ان کو فرمان تھا کہ اس وادی کے پاس زینب پہنچیں گی تم ان کے ساتھ ہو لینا اور یہاں مدینہ میں لاکر ہمارے ہاں پہنچا دینا۔

وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم زيد بن حارثة و رجلًا من انصار فقال كونا ببطن يأجج حتّٰى تمر بكما زينب فتصحباها حتى تاتيا بها۔ [1]

مقام غور

بیٹی سوتیلی ہو تو اس سے رشتہ اور میکہ داری کا تعلق بیوی (اس کی ماں) کی زندگی تک ہوتا ہے مذکورہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت خدیجہ وفات پا چکی تھی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم وطن بھی چھوڑ چکے تھے اب اس حال میں حضرت زینبؓ کی واپسی اور مدینہ میں ان کی طلب ماں کی ممتا کے ورا، باپ کا جذبہ شفقت پدری ہے اگر زینبؓ حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند کی بیٹی ہوتیں تو حضورؐ انہیں ان بدلے حالات میں ہرگز مدینہ میں طلب نہ فرماتے۔

---

[1] (۱) ابوداؤد شریف ص ۳۶۷ ج ۲ تحت فی فداء الاسیر بمال

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۰ ج ۸ تحت ذکر زینب۔

حضرت زینبؓ کی ہجرت کا واقعہ

اور ہبّار بن اسود کی ایذا رسانی

ابوالعاص بن ربیع رہا ہو کر جب مکہ پہنچ گئے حضرت زینبؓ کو تمام احوال ذکر کئے اس وقت ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو بطیب خاطر کہہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے آپ بخوشی اپنے والد شریف کے ہاں جا سکتی ہیں۔ حضرت زینبؓ سفر ہجرت کی تیاری میں لگ گئیں۔ جب تیاری سے فارغ ہوئیں اور وعدہ کے ایام بھی آگئے تو ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کی نگرانی میں ان کو رخصت کیا حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار ہوئیں اور کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش وغیرہ کو بھی ساتھ لیا کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا اور سواری کو کھینچے لئے جا رہا تھا حضرت زینبؓ سواری کے اوپر کجاوہ میں فروکش تھیں اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہو گئی کہ زینبؓ ہجرت کئے جا رہی ہیں (یہ دن کا واقعہ تھا) جب وادی ذی طویٰ کے پاس حضرت زینبؓ پہنچی ہیں تو مکہ والے پیچھے سے معارضہ کے لئے آپہنچے۔ پہلا وہ شخص جو سبقت کر کے ایذا پہنچانے کے لئے درپے ہوا۔ ہبار بن اسود تھا۔ اس نے نیزہ لگایا حضرت زینبؓ ہودج (کجاوہ) میں تھیں اور امید سے تھیں۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو سواری سے گرا دیا گیا۔ آپ چٹان پر گر گئیں۔ سخت چوٹ آنے کی وجہ سے خون جاری ہو گیا اور بہت مجروح ہو گئیں۔ اس وقت کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور معارضہ کرنے والوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ اور کہا جو بھی قریب آئے گا۔ اس کو تیروں سے پرو دیا جائے گا۔ تب وہ کہیں معارضہ سے نرم پڑے اور ہٹنے لگے۔

وكان اوّل من سبق اليها هبار بن الاسود[1] بن المطلب بن اسد ابن العزیٰ الفهری فروّعها هبار بالرمح وهی فی الهودج وكانت حاملا فیما یزعمون فطرحت برك حموها كنانة ونثر كنانة ثم قال والله لا یدنوا منی رجل الا وضعت فیه سهما فتكركر الناس عنه[2]

[1] ہبار بن اسود کے متعلق حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ ہبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید و رسالت کا اقرار کیا اس کے بعد اس نے اپنے سابقہ جرائم اور معاصی کی بھی معذرت پیش کی اور اپنی جہالتوں کا اقرار کر کے معافی طلب کی۔

جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قد عفوت عنك وقد احسن اليك حيث هداك الى الاسلام والاسلام يجبّ ما قبله۔

(ا) الاصابة ص۵۶۶ ج ۳ تحت ہبار بن اسود

یعنی میں نے تجھ کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اچھا معاملہ کرے اس وجہ سے کہ اس نے تجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے

[2] (۱) البدایہ والنہایہ ص۳۳۰ ج۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرة من مكة الى مدينة

(۲) مجمع الزوائد للهيثمی ص۲۱۵/۲۱۶ ج ۹ باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول الله

(۳) نسب قریش ص۲۱۹ تذکرہ بن ہبار بن اسود

(۴) المنتخب من ذيل المذيّل من تاريخ الصحابه والتابعين۔

از محمد بن جریر الطبری ص۳ ۔ تحت حالات زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس موقعہ پر ۔۔ت مقابلہ پیش آنے کی وجہ سے حضرت زینبؓ کو واپس ہونا پڑا اور کفار مکہ حضرت زینبؓ کے برملا سفر ہجرت کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے چند راتیں حضرت زینبؓ اس پیش قدمی سے خاموش ہو گئیں۔ جب اس واقعہ کا چرچا فرو ہو گیا تو حضرت زینبؓ رات کو اپنے دیور کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئیں۔ اور زید بن حارثہ اپنے ساتھی سمیت جو اس کام کے لئے مستقل طور پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے اور وہ ان کے منتظر تھے ان کے پاس پہنچا دیا گیا پس وہ دونوں حضرت زینبؓ کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور امانت داروں نے آنجناب کی امانت کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دیا گیا۔

فاقامت ليالٍ حتى اذا هدأت الاصوات خرج بها ليلا حتى اسلمها الى زيد بن حارثه وصاحبه فقدما[1] بها على

[1] یعنی حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بخیریت پہنچ گئے اس مقام میں یہ چیز واضح کر دینا مناسب ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوالعاص کو بدر کے قیدیوں سے رہا فرمایا تھا اور خدیجہ کا ہار بھی واپس کر دیا تھا تو اس وقت ابوالعاص سے وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ شریف پہنچیں تو میری لڑکی زینبؓ کو ہمارے ہاں مدینہ طیبہ بھیج دینا۔ ابوالعاص نے آپؐ کی خدمت میں اس وعدہ کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

جب ابوالعاص مکہ شریف میں پہنچا تو اس نے وعدہ کے مطابق وہاں جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیا۔ اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"انّی انكحت ابا العاص بن الربيع فحدثنی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

...سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ

لہ (i) البدایہ والنہایہ ص ۳۳۰-۳۳۱ ج ۳
فصل فی فضل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مہاجرۃ من مکۃ الی المدینہ ۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) "وصدقنی"

ابن شہاب کی روایت میں اس طرح ہے کہ مسور کہتا ہے۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صہرا لہ من بنی
عبد الشمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ فاحسن
قال حدثنی وصدقنی ووعدنی فوفی لی لہ ع ص ۳۰۹-۳۱۰ وص ۱۰۳

مفہوم عبارت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوالعاص ابن ربیع کو میں نے نکاح کر دیا اسنے میرے ساتھ گفتگو کی اور راست گوئی کی۔

دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد الشمس کے ساتھ اپنے رشتہ (دامادی) کا ذکر فرمایا دامادی کے حق میں اس کی ثنائے خیر فرمائی اور اس کے عمدہ معاملہ کی تحسین فرمائی نیز فرمایا کہ اسنے میرے ساتھ کلام کیا ہے اور سچ کہا ہے اور اسنے میرے ساتھ وعدہ کیا اور اس کو ٹھیک طور پر پورا کر دکھایا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لہ (i) بخاری شریف ص ۴۳۸ ج ۱ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(ii) بخاری شریف ص ۵۲۸ ج ۱ کتاب المناقب تحت اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(iii) مسند احمد ص ۳۲۶ ج ۴ تحت روایات مسور بن مخرمہ

صاحبزادی سیدہ حضرت زینبؓ کی ایک عمدہ فضیلت

جس طرح مسلمان مردوں نے سفر ہجرت میں بڑی بڑی اذیتیں اٹھائیں اسی طرح اہل اسلام کی عورتیں نے بھی ہجرت کے واقعہ میں مختلف تکالیف برداشت کیں عورت چونکہ صنف نازک ہے اور مردوں کی نسبت فطرتاً کمزور اور ضعیف واقع ہوئی ہے وہ معمولی تکلیف میں بھی نہایت پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے سفر ہجرت کے دردناک واقعات اوپر ذکر ہو چکے ہیں آں معصومہؓ نے یہ مصائب صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ جان گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہجرت کرتے ہوئے انہیں راستے میں جا روکنا اور غیر معمولی تشدد کرنا صرف اس لئے تھا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ورنہ آں معصومہ رضی اللہ عنہا کا کوئی قصور نہیں تھا نہ ہی وہ کسی جرم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

مختصر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کے داماد ہونے میں اس کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور اس کے ایفائے عہد کی تحسین فرماتے یہ ابوالعاص کے حق میں اس کے عملی کردار کی بہت بڑی توثیق ہے اور اسکی دامادی تعلق کی تحسین ہے۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے کسی کی توثیق اور تصدیق کا پایا جانا کوئی معمولی بات نہیں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس کے عمدہ کردار کی ترجمانی کرتی ہے۔

البدایہ لابن کثیر ص ۳۵۴ ج ۶ تحت ابی العاص بن الربیع سنہ ۱۲ھ)

کی مرتکب تھیں ان کی یاد اس وقت بنت خدیجہؓ کی حیثیت سے نہ تھی بنت رسول

کی حیثیت سے ان سب مشکلات کا باعث تھی تاہم حضرت سیدہ زینبؓ یہ تمام مشکل مراحل گذار کر اور مصائب برداشت کر کے جب دربار رسالت میں پہنچیں اور تمام واقعات گوش گذار کیئے تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ھی خیر بناتی اُصیبت فیّ — اور بعض روایات کے اعتبار سے

ھی افضل بناتی اُصیبت فیّ [1]

یعنی میری بیٹیوں میں زینبؓ سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں اور انہیں اذیت دی گئی۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر ہجرت سے بعد کا ہے اور متعدد علماء نے اس کو اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے ہم نے بطور اختصار کے صرف دو مصنفین کا حوالہ دیا ہے اطمینان کے لئے اسقدر کافی ہے اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں ایک بڑی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔

دین اسلام کے معاملہ میں ایمان اور یقین کے اعتبار سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام بہت اونچا ہے جس کی خبر انہیں دربار نبوت سے بطور خوشخبری کے

---

(۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص۲۱۳ ج ۹
باب ما جاء فی فضل زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دلائل النبوۃ للبیہقی ص۴۲۶ ج ۲
باب ما جاء فی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دی گئی۔

ناظرین کرام! کی خدمت میں یہ وضاحت ذکر کی جاتی ہے کہ یہ فضیلت جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ذکر کی گئی ہے یہ تحمل مصائب اور شدائد کے برداشت کرنے کے پیش نظر ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عظیمہ جو زبان نبوت سے ثابت ہے وہ "سیادت" کے بارے میں ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ باپ اپنی جگہ موجود ہے بیٹے سے افضل بھی ہے مگر بعض دوسرے وجوہ کے باعث بیٹا قوم کا سردار ہوتا ہے۔ افضل ہونا اور بات ہے اور سردار ہونا اور بات ہے تو آپ کی ان دونوں بیٹیوں کی شان اپنی جگہ پر مسلم ہے ان کا آپس میں تقابل پیدا کرنا مقصود نہیں۔ "انزلوا النّاس علی قدر منازلھم" قول مشہور ہے سو اس کے موافق معاملہ کرنا ہر پہلو سے درست ہے

نیز یہ توجیہہ بھی ہو سکتی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں جو الفاظ فضیلت فرمائے گئے ہیں وہ جزوی فضیلت ہے جو آنجنابؐ کی دیرینہ رفاقت پر آپؓ کو حاصل رہی اور حضرت سیدہ فاطمہ کے حق میں جو الفاظ مروی ہیں وہ فضیلت علم کے اعتبار سے ہیں کہ یہی بیٹی آنجنابؐ کے بعد زندہ رہی اور آنجنابؐ نے اپنی اولاد میں سے اسی کو باقی چھوڑا۔ لہذا اس معاملہ میں کوئی باہمی منافات نہیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ کے سوانح کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہو گی۔

تنبیہ :

اس مقام میں حضرت عروہؓ اور حضرت زین العابدینؒ کے درمیان جو مکالمہ پایا جاتا ہے وہ بعض رواۃ کی طرف سے مدرج ہے اور ان کا اپنا بیان ہے قرینہ یہ ہے کہ دَورِ نبوّت میں اور دَورِ صحابہ کرامؓ میں انتقاصِ حقِ فاطمہؓ کا یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ایک اہم دَور گزر جانے کے بعد یہ مسئلہ پیدا کیا گیا اور اکابر کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی۔ سرِ روایت میں الفاظ کے ادراج کو پہچاننا حاذق محدثین کا کام ہے۔ مسئلہ میں افراط تفریط کا پہلو اختیار نہ کیا جائے تو مسئلہ از خود صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اُوپر عرض کیا ہے۔

ابو العاص کا گرفتار ہونا اور حضرت زینبؓ کی طرف سے پناہ دینے کا واقعہ پھر اس کے بعد ابو العاص کا اِسلام لانا

ابُو العاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکّہ میں مقیم رہے اور حضرت زینبؓ اپنے والد شریف کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں۔

مکّہ معظمہ والے تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کیا کرتے تھے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ ہوا اس قافلہ میں ابو العاص بن ربیع بھی تجارتی مقصد کے لئے شریکِ سفر تھے اور قریش کے اموال تجارت ان کے پاس تھے ملک شام سے جب یہ تجارتی قافلہ تجارت کرنے کے بعد واپس ہوا تو مسلمانوں کو ان کی واپسی کا علم ہو گیا انہوں نے اس قافلہ کو جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ میں گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور ابو العاص قافلہ والوں سے گریز کرتے ہوئے قافلہ سے قبل مدینہ طیّبہ پہنچ گئے اور حضرت زینبؓ کے ہاں پناہ لی حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی باقی قافلہ والے مدینہ شریف بعد میں پہنچے۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی جب صبح کی نماز نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابو العاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو آنجنابؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے سُنا تم نے بھی سُن لیا اُنھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یا رسولؐ اللہ! اس کے بعد آپؐ نے بطور حلف کلام فرمایا

کہ مجھے بھی پہلے اس بات کا علم نہیں تھا اور جب مسلمانوں کا ایک ادنیٰ شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے (فلہٰذا زینبؓ کا ابوالعاص کو پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے اس کو مسلمان ملحوظ رکھیں۔

اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور زینبؓ کو ارشاد فرمایا اے پیاری بیٹی!

اکرمی مثواہ۔ ان کی خاطر داری اچھی کرنا اور ان کو باعزت رکھنا، اور ازدواجی تعلق سے پرہیز رکھنا اس کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کی طرف آدمی بھیجا جنھوں نے ابوالعاص کے اموال کو ضبط کر لیا تھا اور اپنی نگرانی میں لئے ہوئے تھے حضورؐ کا حکم ہوا کہ ابوالعاص کے تمام اموال اس کی طرف واپس کر دیئے جائیں اور ان میں سے کوئی چیز روک نہ رکھی جائے چنانچہ ابوالعاص نے اپنا تمام مال وصول کر لیا اور مکہ شریف واپس آگئے مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد جن لوگوں کے مال ابوالعاص کے پاس تھے ان تمام کو بلوایا اور ان کے اموال انھیں واپس کر دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے قریش کی جماعت! کسی ایک کے لئے میرے پاس مال باقی رہ گیا ہے؟ یا تم نے وصول کر لیا سب نے کہا کہ اب ہمارا کسی کا کوئی مال تمہارے پاس نہیں۔ فجزاك الله خيرا فقد وجدناك وفياً كريماً۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے تمہیں بڑا شریف اور وفادار پایا۔

اس کے بعد جماعتِ قریش کے سامنے ابوالعاص نے اعلان کیا انی اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

اللہ کی قسم! مدینہ شریف میں اسلام لانے سے صرف یہ چیز مجھے مانع رہی کہ

تم یہ گمان کرنے لگو گے کہ میں نے تمہارے اموال کو کھا جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف تمہارے اموال واپس کر دیئے اور میں ان سے فارغ ہو گیا تو اب میں اسلام لایا ہوں اس کے بعد ابوالعاص بن ربیعؓ مکہ سے نکل پڑے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کا اسلام بڑا عمدہ اور پختہ ہو گیا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کو نکاحؑ اول پر ہی

لہ ناظرین کرام! کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابتداء اسلام میں زوجین کا آپس میں مسلمان ہونا نکاح کے لئے ضروری نہیں تھا۔ اور ابتداء اسلام میں بہت سے ایسے نکاح قائم رہے جن میں زوج یا زوجہ میں سے ایک مسلمان ہوتا تھا تو دوسرا کفر پر ہوتا تھا۔ اس دستور مروّجہ کی بنار پر حضرت زینبؓ ابوالعاص کے نکاح میں رہیں مدینہ شریف ۶ھ صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو مشرکین پر حرام کر دیا۔

" انما حرم الله المسلمات على المشركين عام الحديبية سنة ست من الهجرة "

البدایہ لابن کثیر ص۳۱۱ ج ۳ }
فصل فی وصول خبر مصائب اہل بدر }

ابوالعاصؓ جس وقت اسلام لاکر مدینہ منورہ پہنچے تو بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ نکاح اوّل پر ہی ان کو ابوالعاصؓ کی طرف روانہ کیا گیا۔ مندرجات بالا کی روشنی میں بعض لوگوں کا یہ اعتراض کرنا بے جا ہے کہ ابوالعاص تو غیر مسلم تھے ان کی زوجیت میں حضرت زینبؓ کا رہنا کس طرح صحیح ہوا وجہ یہ ہے کہ فریقین کے کبار علمار نے تصریح کر دی ہے کہ مسلم و مشرک کے درمیان ابتداء اسلام میں مناکحت جائز تھی بعد میں منع ہوئی ہے اور قبل از منع یہ ازدواجی تعلقات (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابوالعاص بن الربیعؓ کی طرف واپس کر دیا ؎

؎ (۱) البدایہ والنہایہ ص۳۳۲ ج ۳

فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرۃ من مکہ الی مدینہ

(۲) طبقات ابن سعد ص۲۱-۲۲ ج ۸

تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) ذخائر عقبیٰ ص۱۵۹ فی مناقب ذوی القربیٰ لاحمد بن عبداللہ المحب الطبری

تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص

(۴) الاصابہ لابن حجر ص۳۰۶ ج ۴

تحت ذکر من اسمہا زینب بنت سید ولد آدم

(۵) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد بن حنبل ص$\frac{۹۸}{۲۲}$

روایت ۸۹۲ طبع مصر

(۶) المصنف لعبدالرزاق ص۱۷۱-۱۷۲ ج ۷۔

باب متی ادرک الاسلام من نکاح او طلاق

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) درست تھے ان میں کوئی حرج نہیں تھا۔

ذیل میں علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں اور ہم نے شیعہ علماء کے بیانات نقل کرنے پر اکتفا کی ہے ہمارے علماء تو اس چیز کے بلا اختلاف قائل ہیں۔

(۱) شیعہ کے مشہور عالم شیخ ابو علی الفضل بن حسن الطبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی لڑکیوں کے واقعے کے تحت لکھتے ہیں۔ وکذا کان یجوز ایضاً فی مبتداء الاسلام وقد زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ مؤرخین کی جانب سے واقعاتِ ہذا کی تائید

شیعہ سیرت نگاروں نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے قریش کے قافلے پر گرفت کی اور ان کے اموال کو اپنی تحویل میں لے لیا تو اس وقت ابوالعاص بن الربیعؓ مدینہ شریف میں داخل ہوئے اور صاحبزادی زینبؓ کے پاس انہوں نے پناہ لی۔

جب صبح کی نماز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا چکے تو صاحبزادی زینبؓ نے آواز دی کہ میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلو ثم نسخ ذالك۔

یعنی اسی طرح ابتداء اسلام میں مومنہ کی تزویج کافر کے ساتھ جائز تھی اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینبؓ کا نکاح ابوالعاصؓ بن الربیع سے اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دیا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا تھا۔

تفسیر مجمع البیان للطبرسی ص۵۴۳ ج ۱ طبع قدیم

تحت آیت قال یقوم ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم الخ

(۲) ملا باقر مجلسی اپنی کتاب "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں کہ:-

"دختران آنحضرتؐ چہار نفر بودند و ہمہ از حضرت خدیجہؓ بوجود آمدند۔ اول زینبؓ و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافران دادن او را بابی العاص بن ربیع تزویج نمود و امامہ دختر بن ابی العاص ازاد بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت فاطمہؓ بمقتضائے وصیت آنحضرت او را ... الخ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ارشاد فرمایا اے حاضرین جماعت! سُن لیا؟ تو سب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ سُن لیا ہے پھر جناب نے فرمایا کہ میں نے اس کو پناہ دے دی جس کو میری بیٹی زینبؓ نے پناہ دی ہے اہل اسلام میں سے اگر کوئی چھوٹا آدمی بھی پناہ دے تو وہ دے سکتا ہے پھر آپؐ مسجد سے اُٹھ کر باہر تشریف لائے اور زینبؓ و ابوالعاص کے پاس تشریف فرما ہوئے آپؐ نے فرمایا اے زینبؓ! ان کی خدمت میں کوتاہی نہ

حاشیہ صفحہ گذشتہ) خود در آورد۔

{ حیات القلوب از ملّا باقر مجلسی ص۱۸ ج ۲
باب ۱۵ تحت ذکر اولاد امجاد آنحضرتؐ۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ }

(۳) شیخ عباس قمی کتاب منتہی الآمال میں لکھتے ہیں:۔

" تزویج زینب با بی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود و از زینب رضہ امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد و حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آں مخدرہ اورا تزویج فرمود" ؎

{ حواشی منتہی الآمال ص۱۰۸، ج ۱ فصل ہشتم
در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است }

عبارات مندرجہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے چار صاحبزادیاں تھیں پہلی زینبؓ تھیں۔ آنجناب نے بعثت سے پہلے اور کفار کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کے نکاح حرام قرار دیئے جانے سے قبل حضرت زینبؓ کو ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ تزویج کر دیا۔ ابوالعاص سے امامہ نامی دختر پیدا ہوئی حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کے بعد امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔

کرنا اور ان کو عزت و احترام سے رکھنا اور جو ابوالعاص کا مال لیا گیا تھا آپؐ نے اس کو واپس فرما دیا اس کے بعد ابوالعاص مکّہ کو واپس چلے گئے اور جن لوگوں کا مالی حق ان کے پاس تھا سب کو واپس لوٹا دیا پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منوّرہ چلے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی زینبؓ کو نکاحِ اوّل کیساتھ ابوالعاص کی طرف رخصت کر دیا۔ ؎۱

اہل علم کی تسلی کے لئے یعقوبی شیعی کی بلفظہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے۔

" واقبل ابوالعاص بن الربيع حتى دخل المدينة فاستجار بزينب بنت رسول اللهؐ فلما صلى رسول الله الغداة نادت زينب الا انى قد اجرت ابا العاص بن الربيع فقال رسول اللهؐ حين انصرف اسمعتم؟ قالوا نعم قال قد اجرت من اجارت ان ادنى المؤمنين يجير اقصاهم وقام فدخل عليهما فقال لا يقربنك اكرمى مثواه. ورد عليه ما اخذ له فرجع الى مكة فرد الى كل ذى حق حقه ثم اسلم ورجع الى رسول الله فرد عليه زينب بالنكاح الاوّل ؎۲

؎۱ تاريخ يعقوبي الشيعي ص۴۷ ج ۲
تحت الامراء على السرايا : طبع بيروت

؎۲ تاريخ يعقوبي الشيعي ص۴۷ ج ۲ : طبع بيروت
تحت الامراء على السرايا والجيوش

اس مقام کے متعلق چند فوائد

سیدہ زینبؓ اور ان کے زوج ابو العاص بن الربیع دونوں کے حق میں مذکورہ بالا واقعہ اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

* ابو العاص بن الربیع مسلمانوں کی گرفت سے بچتے ہوتے زینبؓ کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔
* صاحبزادی زینبؓ ان کو پناہ دے دیتی ہیں اور یہ پناہ دینا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ذکر کر دیا جاتا ہے
* آنجنابؐ بھی اس پناہ کو منظور فرما لیتے ہیں۔
* اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ اور ابو العاص کے ہاں تشریف لاتے ہیں اور حسب موقع ان کو ہدایات فرماتے ہیں۔
* ابو العاص کی خاطر داری کرنے اور اس کے وقار کو ملحوظ رکھنے کا حضرت زینبؓ کو حکم دیتے ہیں۔
* ابو العاص کے جتنے اموال تھے ان کی واپسی کا حکم صادر فرماتے ہیں۔
* ابو العاص مکہ میں جا کر اہل حق کے حقوق ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ اسلام لاتے ہیں۔ اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا اسلام مقبول ٹھہرتا ہے۔
* پھر ان کو مزید شرف بخشا جاتا ہے کہ صاحبزادی زینبؓ کو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں علی اختلاف الاقوال نکاح اوّل یا ثانی پر واپس کر دیتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں حضرت زینبؓ اور ابو العاص کے حق میں بہت بڑی عنایات

کریمانہ ہیں جو آنجناب کی خدمت سے ان کو نصیب ہوئیں۔ ان فضائل و عنایات سے انکار کرنا۔ نبی کریم علیہ السلام کی اولاد شریف کے ساتھ عناد کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے ورنہ یہ چیزیں آنجنابؐ کی طرف سے تمام امت میں مشہور و معروف طریقہ سے منقول چلی آرہی ہیں اور ہر دور کے علماء و مصنفین ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

قیمتی لباس کا استعمال

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق حدیث اور روایات کی کتابوں میں یہ چیز دستیاب ہوتی ہے کہ بعض اوقات آں محترمہؓ نے قیمتی کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں اور عورت کے لئے اسلام میں اس قسم کا قیمتی لباس استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خادم نبوی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ایک بار کا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قمیص دھاری دار حریر سے بنی ہوئی دیکھی وہ اس کو زیب تن کئے ہوتے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے چادر ریشمی کا استعمال کرنا آتا ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح منقول ہیں۔

"عن انس ابن مالکؓ قال رأیت علی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیص حریر سیراء" [1]

---

[1] (۱) السنن للنسائی ص۲۵۲ ج۲ طبع دہلی، تحت ذکر الرخصة للنساء فی لبس السیراء۔
(۲) کتاب المعرفة والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن سفیان البسوی ص۱۶۳، ۱۶۴ جلد ثالث طبع بیروت
(۳) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج۸ تحت ذکر زینب بنت رسول اللہ صلعم۔

سیّدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکرِ خیر

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی۔ ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام "علی" تھا۔ اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص تھا۔ امامہ کا ذکرِ خیر ہم عنقریب کر رہے ہیں) ان کے ماسوا ایک اور بچہ ابوالعاص کا حضرت زینبؓ سے ہوا تھا وہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا اس بچۂ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے ہم ناظرین کی خدمت میں اسے پیش کرتے ہیں۔

اولادِ زینبؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت

محدثین فرماتے ہیں اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا ایک بچّہ قریب المرگ ہو گیا انہوں نے آنجناب کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں جناب نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ آپ صبر کریں جو اللہ تعالٰے لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہے اور جو دیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے ہے اور ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالٰی کے ہاں وقت مقرر ہے ہر حالت میں تم کو صبر کرنا چاہیے محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں تھیں پھر انہوں نے آنجنابؐ کی خدمت میں قسم دے کر آدمی بھیجا کہ آنجنابؐ ضرور تشریف لائیں تو آنجنابؐ اُٹھ کھڑے ہوئے آپؐ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ وغیرہ صحابہ کی جماعت بھی چل

پڑی ... [illegible] کے پاس پہنچے وہ بچّہ قریب المرگ تھا آنجناب کی گود میں اسے پیش کیا گیا ونفسہ تتقعقع یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا یہ حالت ملاحظہ فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک جاری ہو گئے تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ آنسو بھی بہا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

"فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء" [1]

"یعنی اپنے نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالٰی رحمت فرماتے ہیں"

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ واقعہ مذکورہ بالا جس میں حضرت زینبؓ کے بچّے کی مرض الموت پر مع صحابہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا از راہِ شفقت و ترحّم اس حالت میں گریہ فرمانا للہ ما اعطی وللہ ما اخذ ...... کی تلقین فرمانا وغیرہ وغیرہ مذکور ہے۔

یہی واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اپنے اسانید کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو [2]

اس واقعہ سے سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دختر حضرت زینبؓ اور

---

[1] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۵۰ باب البکاء علی المیّت الفصل الاوّل طبع نور محمدی دہلی (بحوالہ بخاری ومسلم)

(۲) ابوداؤد شریف ج ۲ ص۹۰ باب البکاء علی المیّت : طبع مجتبائی دہلی

[2] الجعفریات اوالاشعثیات لابی العباس عبد اللہ بن جعفر الحمیری ص۲۰۸ باب الرخصۃ فی البکاء من غیر نیاحۃ (مطبوعہ طہران)

اس کی اولاد کے ساتھ شفقت و عنایت اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوتی ہے اور مشفقانہ تعلقات کمال درجہ کے عیاں ہوتے ہیں۔

حضرت زینبؓ کے بیٹے علیؓ بن ابی العاص کا مختصر حال

ان کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ہے ان کی والدہ محترمہ سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ امامہ بنت ابی العاص کا بھائی ہے اس کو قبیلہ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لئے بھیجا گیا تھا شیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ابو العاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔

"فکان علی مترضعا فی بنی غاضرہ فضمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ"

علی بن ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور جناب کی تربیت ان کو حاصل رہی جب فتح مکہ ہوئی ہے تو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔ [1]

---

[1] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر ص۴۱ ج۴ - تحت علی بن ابی العاص

(۲) الاصابہ لابن حجر عسقلانی ص۵۰۳ ج۲ تحت علی بن ابی العاص

(۳) کتاب نسب قریش ص۲۲ تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

امامہ بنت ابی العاص کے متعلقات

اس کا نام "امامہ" بنت ابی العاص بن ربیع ہے اور اس کی والدہ حضرت زینبؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ان کی ولادت ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خانہ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور یہاں شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ آنجنابؐ امامہ کے ساتھ حد درجہ کا پیار اور محبت فرمایا کرتے تھے۔ [1]

ابو قتادہ انصاری رضؓ ذکر کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپؐ کے دوش مبارک پر تھی آپ نماز ادا فرماتے رہے جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے تھے امامہ کو محبت کے ساتھ اٹھانے کے واقعات حدیث میں متعدد بار مذکور ہوئے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات دستیاب ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس صغیرہ بچی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔ [2]

---

[1] (۱) تنقیح المقال مامقانی ص۶۹ ج۳۔ فصل النساء۔ الفصل الرابع۔

[2] (۱) بخاری شریف ص۷۴ ج۱۔ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علیٰ عنقہٖ فی الصلوٰۃ

(۲) بخاری شریف ص۸۸۷ ج۲۔ باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ۔

ان روایات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امامہ کے ساتھ محبت سے پیار کرنا اور غایت شفقت کے ساتھ بار بار اٹھا لینا مذکور ہے جس طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسنین شریفین کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا کرتے تھے اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ بنت زینبؓ کو اٹھایا کرتے تھے آنجنابؐ کی توجہات کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلہ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا جس طرح حسنینؓ آپ کی اولاد تھے اسی طرح امامہ بنت بھی آپؐ کی اولاد میں سے تھیں۔

۲ - حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کے متعلق ایک اور عجیب واقعہ محدثین اور اہل تراجم نے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا آنجناب کی ازواج مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ بنت ابی العاص چھوٹی لڑکی تھیں اپنے بچپن کے طرز پر گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہار کس طرح کا ہے ؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے بہترین تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۳ - مسلم شریف ص۲۰۵ ج ۱۔ کتاب الصلوٰۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ

۴ - مسند ابوداؤد طیالسی ص۱۵ تحت حدیث زید بن ثابت طبع اوّل دکن۔

۵ - ابوداؤد شریف ص۱۳۲ ج۱ باب العمل فی الصلوٰۃ

۶ - صحیح ابن حبان ص۳۱۳ ج۲ ذکر الخبر دال علی نفی ایجاب الوضو من الملامسۃ

۷ - المصنف لعبد الرزاق ص۳۳/۳۴ جلد ثانی باب یقطع الصلوٰۃ۔

یہ تو بہت عمدہ ہے پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا لادفعنھا الی احب اھلی الیّ یعنی میں اپنے اہل بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے اس کی گردن میں یہ ڈالوں گا۔ تمام ازواج مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلاوہ کس کے حصہ میں آتا ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اُسکے گلے میں ہار پہنا دیا اس واقعہ کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ؎

واقعہ ہذا سے یہ واضح ہوا کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کی لڑکی امامہ کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر قلبی تعلق تھا آپؐ نے اپنی دختر زادی امامہ کے لئے "أحب اهلی" کے الفاظ ذکر فرمائے یہ ماں اور بیٹی کے حق میں کتنے شفقت کے الفاظ ہیں اور غایت درجہ کے التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب چیزیں صاحبزادی زینبؓ کی وجہ سے صادر ہو رہی ہیں اس کی بناء پر حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ سب حضرات ان مسائل سے خوب واقف تھے انہوں نے امت مسلمہ کو یہ سب مسائل تبلائے اور جمہور اہل

؎ (۱) مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۵۴ ج۔۹ تحت مناقب زینب بنت رسول اللہ۔

(۲) الفتح الربانی ص۴۲۰ ج۔۲۲ (ترتیب مسند احمد) باب ماجاء فی امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہؐ۔

(۳) اسد الغابہ ص۴۰ ج۔۵ تحت امامہ بنت ابی العاصؓ

(۴) الاصابہ ص۲۳ ج۔۴ تحت بنت ابی العاص بن ربیعؓ

اسلام ان چیزوں کے قائل تھے لیکن اس دور کے بعض مرثیہ خواں آنجنابؐ کی اولاد شریف کے ان فضائل سے برملا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھئے ان کے انکار کی وجہ سے اولاد نبوی کا شرف و مجد کم نہیں ہو سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"عجائباتِ فرنگ" سفرنامہ
اُردو کا پہلا نہایت دلچسپ، ہمہ رنگ سفرنامہ۔
لندن، پیرس، مصر، پرتگال اور ہندوستان کی تہذیب و
معاشرت کا بہترین نظارہ۔ قیمت - ۲۲ روپے

بدنظری کا علاج
نظر کی حفاظت کے لیے عبرت انگیز واقعات و دلائل۔ نگاہیں نیچی
رکھنے کے بارے میں خدا اور رسولِ خداؐ کے احکام و ارشادات۔
ایک بے حد مفید کتاب۔ قیمت ۵/۰۰ روپے

"امامہؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت"

مندرجہ ذیل واقعہ اگرچہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد پیش آیا تھا لیکن امامہ کے متعلقات چونکہ ماقبل میں ذکر ہو رہے ہیں اس مناسبت کی بنا پر واقعہ ہذا کو بھی یہاں ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا ہم نے یہ بطور معذرت کے عرض کر دیا ہے، امامہ بنت ابی العاص حضرت زینبؓ سے ابو العاص کی صاحبزادی ہے ابو العاص قریباً ۱۲ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے وفات سے پہلے زبیر بن عوام کو اپنی لڑکی امامہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی اور ان کو ان کی کفالت میں دیا تھا۔

"وامامة بنت ابی العاص وصی بها ابو العاص الی الزبیر بن عوام"[1]

اور سیدہ فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کر نا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہو گی چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو متعدد بار ذکر کیا ہے، سلیم بن قیس کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کو فرماتی ہیں۔

"وانا اوصیك ان تزوج بنت اختی زینب تكون لولدی مثلی"[2]

---

[1] کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص۲۲ تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

[2] کتاب سلیم بن قیس الکوفی ص۲۲۶ تحت وصیت فاطمہؓ لعلیؓ طبع ایران

چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وصیت کے مطابق امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوام نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی سے کر دی۔ یہ نکاح مسلّم بین الفریقین ہے اہل سنّت اور اہل شیعہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں نکاح ہذا کو مزید تائید کے طور پر شیعہ علماء کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔ [1]

پھر امامہ بنت ابی العاص حضرت علیؓ کے نکاح میں رہیں لیکن اتفاق قدرت کی وجہ سے حضرت علی رضؓ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جس وقت حضرت علیؓ کوفہ میں شہید ہوتے تو اس وقت وہاں حضرت علیؓ کے ازواج میں یہ زندہ تھیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ کا نکاح نوفل بن مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا تھا پھر (ابن) مغیرہ کے نکاح میں حضرت امامہؓ فوت ہوئیں۔ [2]

قابلِ توجہ :-

غور کرنے سے اس مقام میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امامہ بنت ابی العاصؓ کی وجہ سے رشتہ داری کے درج ذیل تعلقات قائم ہوئے۔

---

[1] (۱) مروج الذہب للمسعودی الشیعی ص۲۹۸ ج-۲
تحت ذکر امور و احوال من مولدہ الی وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) انوار النعمانیہ : از شیخ نعمت اللہ جزائری الشیعی ص۳۶۷ ج -۱
تحت نور مولودی

[2] (۱) الاصابہ ص۴۳۳ ج-۳ تحت مغیرہ بن نوفل
(۲) اسد الغابہ ص۴۰۸ جلد رابع تحت مغیرہ بن نوفل۔

- امامہ سیّدہ فاطمہؓ کی بھانجی تھی۔
- (نکاح سے قبل) حضرت علیؓ کی سالی زینبؓ کی لڑکی تھی۔ پھر بعد از نکاح ان کی زوجہ محترمہ ہوئی۔
- اور ابو العاصؓ حضرت علیؓ کے سُسر ہوئے۔
- حسنین شریفین رضؓ کے لئے (نکاح مرتضویؓ سے قبل) امامہؓ خالہ زاد بہن تھی اور بعد از نکاح سوتیلی ماں ہوئی اور ابو العاصؓ سوتیلے نانا ہوئے۔

گویا امامہؓ محترمہ کے ذریعہ حضرت ابو العاصؓ اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے درمیان رشتہ داری کی بہت سی نسبتیں قائم ہوگئیں جن کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اصطلاحاتِ صوفیاء
حضرات اولیاء کرامؒ کی صوفیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا۔ تصوف کے موضوع پر ایک عجیب و غریب کتاب۔ قیمت : ۲۴ روپے

اسلام میں غلامی کی حقیقت
مفکرِ اسلام مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے قلم سے مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل منہ توڑ جواب۔
مجلد - /۲۵ روپے - پلاسٹک کور - /۲۰ روپے

معروف صحابئ رسولؐ اور سردارِ قریش
حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ
تالیف حضرت مولانا محمد نافع
کے اسلامی کارنامے اور پُر خلوص مساعی کو پہلی مرتبہ ناقابلِ تردید حوالوں سے واضح کیا گیا ہے۔

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات

صاحبزادی سیّدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور قول کے مطابق آنجناب کی صاحبزادیوں میں سے عمر میں سب سے بڑی تھیں اور ان نیک بیبیوں میں سے تھیں جن کو اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان سے مشرف ہونے کا شرف ملا۔ یہ قدیم الاسلام عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ نیز ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ انہیں مبایعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار کیا جاتا ہے۔

ابو جعفر بغدادی نے المحبر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، ام کلثوم۔ رقیہ اور حضرت فاطمہؓ کو مبایعات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے۔ ۱؎

۱؎ کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۰۶
تحت اسماء النسوۃ المبایعات لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"وفات کا سبب"

مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد یہ مدینہ منوّرہ میں مقیم رہیں اور ہجرت کے مصائب انہوں نے بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کئے تھے۔ اس واقعہ ہجرت میں آپ مخالفین کے ہاتھوں زخمی بھی ہوگئیں تھیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا وہی سابقہ زخم ایک دفعہ مندمل ہوگیا تھا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ تازہ ہوگیا اور یہی زخم ان کی وفات کا موجب بنا اور ان کی وفات سنہ ۸ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

صبر کی تلقین اور واویلا سے منع

علماء ذکر کرتے ہیں ۸ھ میں حضرت زینبؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا ان کی وفات کی وجہ سے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم ہوتے اور حضرت زینبؓ کی باقی بہنیں ام کلثوم و فاطمہ الزہرا بھی اس حادثہ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غم زدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں اور بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ اس وقت عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس موقع پر سختی کرنے سے منع فرما دیا۔

"وقال مهلاً يا عمرؓ ثم قال اياكن ونعيق الشيطان ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان۔ (رواه احمد)[1]

یعنی اے عمرؓ! اس سختی کرنے سے ٹھہر جائیے پھر آنجنابؐ نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو پھر ارشاد فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی طرف

۱؎ مشکوٰۃ شریف ص۱۵۲ طبع نور محمدی دہلی
باب البکاء علی المیت الفصل الثالث

سے ہے یعنی ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور واویلا کرنا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کی وفات پر امت کو اس بات کی تعلیم فرمائی کہ ہاتھ اور زبان سے بے صبری کی حرکات صادر کرنا اور کلمات کہنا مسلمان کے لئے کسی طرح جائز نہیں یہ جاہلیت کی رسومات تھیں جو وہ لوگ اپنے عزیز و اقارب کی موت پر ادا کیا کرتے تھے اسلام نے آکر صبر اور برداشت کی تلقین فرمائی جو اس موقعہ پر آنجنابؐ کے ارشادات میں موجود ہے۔

نیک بیبیاں از مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ
مسلمان بچیوں اور عورتوں کے لیے نیک بیبیوں کے پاکیزہ حالاتِ زندگی۔
نصیحت آموز باتیں۔ ہر گھر میں رکھنے کے لائق کتاب۔
قیمت ۶/۰۰ روپے

حضرت زینبؓ کے غسل اور کفن کا انتظام

سیدہ زینبؓ مطہرہ کے غسل کا انتظام سردارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص نگرانی میں ہوا تھا اور اس فضیلتِ غسل میں خصوصی طور پر اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور ام المؤمنین ام سلمہؓ اور صالحہ عورت ام ایمنؓ نے حِصّہ لیا اور انہوں نے اس پاک دامن خاتون کے غسل کا انتظام بڑے عمدہ طریقہ سے کیا۔ ؎

حدیث کی بعض کتب میں اس طرح منقول ہے کہ ام عطیہؓ انصاریہ بھی غسل زینبؓ میں شامل تھیں ام عطیہ فرماتی ہیں جب سیدہ زینبؓ کا انتقال ہوا تو ہمارے پاس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا کہ زینبؓ کے نہلانے کا انتظام کرو پانی اور بیری کے پتوں کو مہیا کرو اور اُن کے اُبلے ہوئے پانی کے ساتھ تین بار یا پانچ بار غسل دو اور آخری بار میں کافور کی خوشبو لگاؤ پھر جب نہلا چکو تو مجھے اطلاع کرنا۔

"فلما فرغنا أذناہ فاعطانا حقوہ فقال اشعرنھا ایاہ تعنی ازارہٗ۔"

"ارشاد فرمایا تم جب غسل زینبؓ سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع کرنا پس

؎ انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۲ ج ۱
بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وولدہ

ہم نے اطلاع کردی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک سے اپنا تہ بند اتار کر عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے تہ بند کو کفن کے اندر داخل کردو۔ ؎

؎ (۱) بخاری شریف ص۱۶۷ ج ۱۔
باب غسل المیت ووضوءہ بالماءِ والسدر
(۲) مسلم شریف ص۳۰۴ ج ۱ کتاب الجنائز
(۳) طبقات ابن سعد ص۳۳۴ ج ۸ تحت ذکر ام عطیہ انصاریہؓ
(۴) طبقات ابن سعد ص۲۲ ج ۸ تحت ذکر زینبؓ۔
اسی طرح دیگر حدیث کی کتابوں سے بھی واقعہ ہذا دستیاب ہو سکتا ہے۔

تبرک حاصل کرنا

اس مقام میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک عجیب بات ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب نے اپنا تہ بند مبارک اتار کر پہلے ہی ان کے حوالے نہیں کر دیا کہ کفن میں شامل کریں بلکہ ارشاد فرمایا کہ جب تم نہلا لو تو مجھے اطلاع کرنا اس میں حکمت یہ بھی کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ وہ تہ بند زیادہ دیر لگا رہے اور قریب تر وقت میں اپنے جسم سے منتقل ہو اور زینبؓ کے جسم سے لگے تہ بند کے منتقل کرنے میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ یہ چیز صالحین کے آثار کے ساتھ تبرک پکڑنے میں اصل چیز ہے۔

ولم يناولن اياه اولا ليكون قريب العهد من جسده الكريم حتى لا يكون بين انتقاله من جسده الى جسدها فاصل وهو اصل فى التبرك بآثار الصالحين[1]

---

[1] فتح الباری شرح بخاری، ص ۱۰۱ ج ۳ کتاب الجنائز آخر باب غسل المیت ووضوئہ

شہزادی حضرت زینبؓ پر نعش یعنی ڈولی کا بنایا جانا

سیدہ زینبؓ کا غسل مکمل ہونے کے ساتھ کفن کا انتظام بھی تمام ہو گیا وہاں حضرت اسماء بنت عمیسؓ (جو اس وقت حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ محترمہ تھیں) بھی موجود تھیں انہوں نے عرض کیا کہ حبشہ کے ملک میں ہم نے دیکھا ہے کہ عورتوں کی پردہ داری کے لئے ان کی چارپائی پر ایک قسم کی نعش یعنی ڈولی بنا دی جاتی ہے۔ تاکہ میت کی جسامت پوری طرح مستور رہے تو حضرت اسماء کے اس مشورہ پر اس موقع پر حضرت زینبؓ کی چارپائی پر بھی نعش کی شکل میں پردہ داری کا انتظام کیا گیا یہ پہلی مسلم خاتون تھیں جن کا جنازہ اس اہتمام اور تکریم سے اٹھایا گیا۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

وجعل لها نعش فكانت اول من اتخذ لها ذالك والذى اشارت باتخاذه اسماء بنت عميس رائته بالحبشه وهى مع زوجها جعفرؓ بن ابى طالب[1]..... الخ

میت کی پردہ داری کے لئے نعش کا بنایا جانا جو حضرت اسماء نے یہاں بیان کیا ہے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے موقع پر بھی حضرت اسماء نے اسی طرح مشورہ دیا تھا اور اس کے مطابق وہاں بھی نعش کا انتظام کیا گیا تھا آئندہ حضرت فاطمہؓ کے واقعات میں اس کا بھی ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ العزیز

یاد رہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے وقت یہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی زوجہ محترمہ تھیں۔

---

[1] انساب الاشراف للبلاذری ص ۴۰۲ ج ۱ بحث ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وولدہ

سیدہ زینبؓ کا جنازہ
اور اس میں حضرت فاطمہؓ کی شرکت

صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے لئے جب جنازہ کی تیاری ہوئی تو خود سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ پر نماز جنازہ پڑھائی جو ایک عظیم شرف ہے اور امت کے خاص خاص افراد کو ہی حاصل ہوا۔

" وصلی علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "[1]

حضرت زینبؓ کے بابرکت جنازہ میں جس طرح مدینہ شریف کے مسلمان شامل ہوئے اسی طرح مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی عورتیں بھی جنازہ پڑھنے کی فضیلت میں شریک ہوئیں اور یہ تمام عورتیں حضرت فاطمہؓ کے ساتھ مل کر تشریف لائیں تھیں اور حضرت فاطمہؓ نے اپنی بڑی بہن کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ اور اپنی بہن کے ساتھ مودت اور محبت کا پورا پورا ثبوت دیا تھا۔

جنازہ کے اس واقعہ کو شیعہ علماء نے اپنے مقام میں پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ذیل میں ان کے معتبر "اصول اربعہ" سے چند عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

---

[1] انساب الاشراف ص۴۰۲ ج ۱
بحث ازواج رسول اللہ وولدہ

" امام جعفر صادقؒ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا کہ جنازہ پر عورتیں اگر شامل ہو سکتی ہیں؟ اور عورتیں جنازہ ادا کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت جعفر صادقؒ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جب انتقال فرما گئیں تو حضرت فاطمہؓ عورتوں کے ساتھ مل کر تشریف لائیں اور اپنی خواہر زینبؓ پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

" فقال یا ابا عبد اللہ اتصلی النساء علی الجنازۃ؟ قال فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام............ وان زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ توفیت وان فاطمۃ علیہا السلام خرجت فی نسائها فصلت علی اختہا"

مندرجات بالا کے ذریعے یہ بات واضح ہوگئی کہ طاہرہ مطہرہ حضرت زینبؓ کا جنازہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی جس کی مقبولیت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی پیاری بہن پر نمازِ جنازہ ادا فرما کر حق اخوت پورا کیا اور ان کے حق میں دعائے

---

[1] (۱) تہذیب الاحکام لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ص۲۱۵
آخر باب الصلوٰۃ علی الاموات طبع قدیم ایران

(۲) کتاب الاستبصار للشیخ الطوسی (محمد بن حسن بن علی) ص۲۲۵ ج ۱۔
باب الصلوٰۃ علی جنازۃ معہا امرأۃ طبع لکھنؤ قدیم

(۳) منتہی المقال لابی علی ص۴۳۴
باب ذکر نسائهن طبع قدیم ایران

مغفرت فرمائی اور مدینہ کے مسلمان عورتوں مردوں نے بھی ان کے ساتھ ساتھ حضرت سیدہ زینب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ چیزیں حضرت زینب کے حق میں عظیم فضیلت اور شرف کی ہیں جن کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس دور کے بیچارے مرثیہ گو اور مجلس خواں اگر ان فضائل کا انکار کریں تو ان کو البتہ زیب دیتا ہے جن کو نہ سردارِ دو عالمؐ کے افعال و اقوال کی پرواہ ہے نہ اپنے ائمہ اور اہل بیت کے اعمال اور اقوال کی حاجت ہے اور نہ ہی شیعہ کے مجتہدین کے احکام کی کوئی وقعت ہے اصل میں یہ بزرگ بقلم خود مجتہد ہیں ان کو اپنے اکابر کا کوئی پاس نہیں۔

قبر زینبؓ میں اُتر کر دُعا فرمانا

جس وقت سیّدہ زینبؓ کا جنازہ ہو چکا اس کے بعد ان کی تدفین کا مرحلہ تھا اس مقام میں علماء نے دفن کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا ہم صحابہؓ کی جماعت حضرت زینبؓ کے دفنانے کے لئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے ہم قبر پر پہنچے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے ہم میں سے کوئی آنجناب کی خدمت میں کلام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ معمولی دیر تھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ گئے ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا اسی اثنا میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے اس کے بعد آنجنابؐ خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آپؐ قبر سے باہر تشریف لائے آنجناب کا چہرۂ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے طبیعت بشاش تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب جناب کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آنجنابؐ نے فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی اور زینبؓ کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی یہ بات مجھے بہت ناگوار گذر رہی تھی پس میں نے اللہ عزّوجل سے دُعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا اور

زینب سے اس مشکل کو دُور کر دیا گیا۔

"فقلنا یا رسول اللہ رأیناك مهتما حزینًا فلم نستطع ان نکلمك ثم رأیناك سری عنك فلم ذالك قال کنت اذکر ضیق القبر وغمه وضعف زینب فکان ذالك یشق علیّ فدعوت اللہ عزوجل ان یخفف عنها ففعل" ؎

مندرجہ بالا مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے شیعہ کتب سے بعینہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کرام کو اس مسئلہ میں پوری طرح تسلّی ہو جائے کہ یہ مسئلہ شیعہ و سُنّی دونوں فریقین کے ہاں مسلّم ہے حالات زینب (دختر نبویؐ) میں مامقانی نے لکھا ہے کہ:

ماتت سنة ثمان فی حیوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیه و اله ونزل فی قبرها وهو مهموم محزون فلما خرج

؎ (۱) مجمع الزوائد للهیثمی ص۴۷ ج ۳۔
تحت باب فی ضغطة القبر

(۲) کنز العمال لعلی المتقی الهندی ص۱۲۰ ج۸ = طبع اوّل دکن
تحت سوال القبر وعذابه

(۳) اسد الغابه ص۴۶۸ ج ۵
تحت زینب بنت رسول اللہ

(۴) ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص۱۶۰
تحت ذکر وفات زینب بنت رسول اللہؐ

سری عنه وقال کنت ذکرت زینب وضعفها فسالت اللہ تعالیٰ ان یخفف عنها ضیق القبر وغمسه ففعل وهوّن علیها" ؎

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۸ھ میں حضرت زینبؓ فوت ہوئیں اور زینبؓ کی قبر میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم غمگینی کی حالت میں اُترے اور نہایت غمزدہ تھے جب قبر سے باہر تشریف لائے تو طبیعت کھلی ہُوئی تھی اور ارشاد فرمایا کہ زینبؓ کے ضعف کا مجھے بہت خیال تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ قبر کی تنگی زینبؓ سے کم کر دی جائے پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا اور اس پر آسانی کر دی ہے۔

فریقین کی کتابوں سے معلوم ہوگیا کہ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے حق میں کس قدر مشفقانہ معاملہ فرمایا وفات سے لے کر دفن تک تمام مراحل میں آنجنابؐ کی نظرِ عنایت شاملِ حال رہی جیسا کہ حوالہ جات بالا میں تفصیلاً پیش کر دیا ہے آخر مرحلۂ قبر میں تو خصوصی توجہ فرما کر آنجنابؐ نے سیّدہ زینبؓ کے لئے سفرِ آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی شفاعت کے ساتھ طے فرما دیا اور قبول شفاعت کو اس عالم میں ہی برملا طور پر بیان فرما دیا۔

؎ (۱) تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی ص۷۹ ج ۳
آخر جلد ثالث طبع ایران
من فصل النساء تحت زینب
بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ زینبؓ کے حق میں یہ بڑی بلند فضیلت ہے جو ان کو دربار نبوت سے مل چکی اور اہل اسلام کی خواتین کے لئے سرمایہ عبرت ہے وجہ یہ ہے کہ قبر کا مرحلہ کوئی معمولی بات نہیں اس کی فکر رکھنا اور تیاری کرنا مہماتِ دین میں سے ہے آنجناب کی اولاد شریف کے لئے جب یہ حالات پیش آرہے ہیں تو دوسروں کو توان واقعات کی خصوصی فکر کی ضرورت ہے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کیلئے

شہیدؔ کے لقب کی خصوصی فضیلت

سیّدہ زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقہ سوانح اور حالات مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بڑی اہمیّت کا حامل ہے ابتدائی دَور سے لے کر ہجرت تک یہ ایک دَور اوّل ہے پھر ہجرت کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دَور شروع ہوتا ہے جو مدنی زندگی کے متعلق ہے ان تمام حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے دشوار تر واقعہ ان کی ہجرت کا ہے جس میں ان کو سخت اذیتیں پہنچیں۔ اور آں معصومہ نے بڑے صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیں علماء نے لکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہو گئے جو ان کو واقعہ ہجرت میں پہنچے تھے اور وہی چیزیں ان کی وفات کا سبب بنیں اس بناء پر بڑے بڑے اکابر مصنفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

"فلم تزل وجعةً حتی ماتت من ذالك الوجع فكانوا
یرون انها شهيدة" [1]

---

[1] مجمع الزوائد للهيثمی ص ۲۱۶ ج-۹
باب ماجاء فی فضل زینب رض

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس حضرت زینبؓ تذکرہ میں یہی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے۔

فکانوا یرونها ماتت شهیدة " [1]

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینبؓ اس درد زخم کی وجہ سے ہمیشہ بیمار رہیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا اس بنا پر اہل اسلام ان کو " شہیدہؓ " کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب " شہیدہ زینب " تجویز کیا گیا ہے۔

---

[1] البدایہ لابن کثیر ص ۳۰۸ ج ۵ فصل فی ذکر اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کے سوانح کا اجمالی خاکہ

ماقبل میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احوال درج کیے گئے ہیں ان احوال کا ایک اجمالی خاکہ ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے کوائف زندگی یکجا نظر آسکیں "۔

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ :-

۱ ۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

۲ ۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تیسویں سال ان کی ولادت ہوئی۔

۳ ۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیر تربیت ان کی پرورش ہوئی۔ اور انہی والدہ شریفہ کی نگرانی میں انہوں نے ہوش سنبھالا۔ باشعور زندگی حاصل کی اور جوان ہوئیں۔

۴ ۔ ابوالعاصؓ بن ربیع کے ساتھ حضرت زینبؓ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مشورہ سے کیا بعض اقوال کے اعتبار سے اس وقت تک نزول وحی شروع نہیں ہوا تھا۔

۵ ۔ جب آنجنابؐ نے اظہار نبوت فرمایا تو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلے

مرحلہ پر ہی ایمان لے آئیں اور آپ کی صاحبزادیاں (رض) اپنی [illegible] کے ساتھ مشرف باسلام ہوئیں اور مشکلات کے دور کو ان سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور مصائب برداشت کیئے۔

۶ - (حاشیہ میں) داماد نبوی حضرت ابوالعاص کے حق میں چند مختصرات مذکور ہیں۔

۷ - مشرکین مکہ نے منصوبہ بنایا کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت ابوالعاص سے حضرت زینب کو طلاق دلوادیں اور حسب منشا دیگر رشتہ کی پیش کش کی لیکن ابوالعاص ثابت قدم رہے اور رشتہ نبوی کو قطع کرنا منظور نہ کیا۔

۸ - جنگ بدر ۲ھ میں ہوئی ابوالعاص تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے کفار کے مجبور کرنے پر وہ بھی شریک جنگ ہوئے اور اہل اسلام کے ہاتھوں قید ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت زینب نے اپنا ہار بطور فدیہ کے مدینہ شریف بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا تھا جو انھوں نے جہیز میں اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو دیا تھا حضور کی خدمت اقدس میں اس بابرکت ہار کی پیشگی ہونے پر ایک رقت انگیز منظر پیدا ہوا اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کی یاد تازہ ہو گئی۔

صحابہ کے ساتھ مشورہ کی بنا پر اس "تاریخی ہار" کو واپس کر دیا گیا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے ہاں مدینہ میں بھیج دیا جائے گا۔

۹ - چنانچہ ابوالعاص نے حسب وعدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کر دیا اندریں حالات کفار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سفر میں معارض ہوتے ہبار بن اسود نے انتہائی درجہ کی اذیت پہنچائی

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مشکل مراحل گزار کر اس صبر آزما سفر کو بڑی اذیت سے طے کیا اور زید بن حارثہ وغیرہ کی معیت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔

۱۰ - اس واقعہ کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی عمدہ تعریف کی اور اس کے وفائے عہد کی تحسین فرمائی۔

۱۱ - ان دشوار تر مصائب گذارنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی منقبت ان الفاظ میں فرمائی

ھی خیر بناتی - او - ھی افضل بناتی أصیبت فيّ

یعنی میری بیٹیوں میں بہترین بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں۔ گویا حضرت زینب کے حق میں برداشت مصائب پر زبان نبوت نے شہادت دی اور عظیم فضیلت بیان فرمائی۔

۱۲ - ایک موقعہ پر ابوالعاص مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پناہ دینے کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دیا۔ یعنی وہ پناہ منظور ہوئی یہ چیز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں منقبت عظیمہ ہے۔

۱۳ - اس واقعہ کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ شریف چلے گئے اور لوگوں کی امانتیں واپس پہنچا کر اسلام لائے اور واپس مدینہ شریف آکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

۱۴ - ایک حاشیہ ہے جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کیا جانا مذکور ہے۔ اور اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵ - مقام ھذا کے چند فوائد جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلقہ ہیں۔

۱۶ - سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر خیر خصوصًا امامہ بنت ابی العاص اور علی بن ابی العاص کا مختصر حال نیز یہاں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وصیّت امامہ کے حق میں مذکور ہے۔

۱۷ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ طیبہ میں ۸ھ میں ہوئی ہجرت والے زخم پھر تازہ ہو گئے تھے جو ان کی وفات کا باعث ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریباً تیس برس زندہ رہیں۔

۱۸ - ان کی وفات پر عورتیں واویلا کرنے لگیں جس سے فرمان نبویؐ کے ذریعے منع کر دیا گیا۔

۱۹ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل اور کفن کا انتظام آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا نے کیا۔

۲۰ - ان کے کفن میں چادر نبوی کا استعمال ہوا جو غایت درجہ کا تبرک ہے۔

۲۱ - اپنی بہن جناب زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے شرکت کی۔

۲۲ - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر زینب رضی اللہ عنہا میں اُتر کر دُعا کرنا اور دُعا کا قبول ہونا ایک خصوصی فضیلت عظیمہ ہے۔

۲۳ - حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مناقب میں علمائے کرام یہ ذکر فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جل وعلا کے راستہ میں شہید ہونے والی خاتونؓ ہیں اور "شہیدہ" کے لقب سے ملقب ہیں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن جمیع اخواتہا۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلقات ملاحظہ فرمالیے یہ فضائل و کمالات ان کو حاصل ہوتے دین کے لئے مصائب و شدائد کا برداشت کرنا ان کو نصیب رہا۔ اور اس میں "ثابت قدمی" ان کا شیوہ رہا، تمام زندگی اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدمت و اطاعت میں گزار دی آپ نے ان کو ان کے اعمال مقبولہ کی بنا پر "خیر بناتی" اور "افضل بناتی" کے مخصوص القاب سے نوازا۔ اور وفات تک ان پر سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت قائم رہی۔ انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کے جملہ مراحل میں آپ کے شفیقانہ سلوک اور کریمانہ عنایات کی انتہا ہو گئی یہاں تک کہ آنجنابؐ ان کے آخری مقام قبر میں اُترے اور حضرت زینبؓ کو آنجناب صلعم کی طرف سے شفاعت کی قبولیت کی بشارت عظیمہ حاصل ہوئی۔

ان صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے حق میں بعض لوگ اس دور میں زبان طعن دراز کئے ہوئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ "نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں" یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں" اور ان کے حق میں کوئی فضیلت قرآن و حدیث سے نہیں ملتی مطلب یہ ہے کہ صاحبزادیاں (حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہن نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہیں ہیں اور ان کی کوئی فضیلت کتابوں میں مذکور نہیں .... الخ (استغفراللہ العظیم)

ناظرین کرام! اپنے مہربان پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف

کے حق میں ان لوگوں کا یہ نہایت نازیبا سلوک ہے یہ لوگ بڑی بے باکی کے ساتھ ان صاحبزادیوں سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کی نفی کرتے ہیں، اور اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے اور ساتھ ہی ساتھ دعویٰ یہ ہے کہ ان بیبیوں کی کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی نہ شیعہ کی کسی کتاب میں نہ کسی سُنّی کتاب میں۔

بندہ نے یہ چند واقعات اسلامی کتب سے جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں ساتھ ساتھ شیعہ معتبرات کے بھی حوالے دے دیئے ہیں۔ اب باانصاف اور شریف باشعور آدمی اس چیز کا فیصلہ خود کرلیں کہ حق بات کون سی ہے؟ اور ازخود تراشیدہ چیزیں کون سی ہیں؟ مزید کسی تبصرہ و تشریح کی حاجت نہیں رہے گی۔

قلیل سے خوفِ خدا کی حاجت ہے اگر کہیں سے دستیاب ہو جائے، تو "سبحان اللہ" وہ ساتھ ملالیں۔

اس کے بعد "ازالہ شبہات" کا عنوان درج کیا جاتا ہے۔

صاحبزادی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا

کے متعلق

شُبہات کا ازالہ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلقہ سوانح اور ان کے حالات، فضائل اور سیرت و کردار ہم نے بقدر ضرورت بیان کر دیئے ہیں۔

ان تمام حالات پر بشرط انصاف نظر کرنے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حقیقی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا نہ لے پالک بیٹی ہیں اور نہ ہی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادی ہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دختر محترمہ ہیں اگر کوئی شخص ان گذشتہ مندرجات سے روگردانی کرتے ہوئے ازراہ عناد اولاد نبوی کے ساتھ بغض اور تعصب اختیار کرتا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ذکر کرتا ہے تو یہ تاریخی حقائق کی تکذیب ہے۔

اہل سنت کے حوالہ جات اس مسئلہ پر ہم نے سابقاً ایک ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں اور شیعہ کے بھی ہر دَور کے معتبر حوالہ جات ہم نے پیش کر دیئے

ہیں اب فریقین کو اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کا پورا موقعہ حاصل ہے۔

اب اس چیز کے متعلقات ذکر کیے جاتے ہیں جو لوگ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ربیبہ ثابت کرتے ہیں ان کے اس دعوے کی حقیقت کیا ہے ؟ کیا ان کے پاس کوئی چیز قابل غور ہے۔ یا ان کے دلائل درجہ اعتبار سے بالکل ساقط ہیں ؟ ناظرین کرام وہ چیزیں ملاحظہ فرمالیں جن کو وہ دلائل کا درجہ دیتے ہیں اس کے بعد ان کی اصل حقیقت پیش ہوگی، ناظرین کرام ان چیزوں کے ملاحظہ کرنے کے بعد خود ایک نتیجہ پہ پہنچ جائیں گے۔

بعض اہل سیرت کا ایک قول"

بعض لوگ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں سے ایک قول پیش کرتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ بن مالک سے ان کی جو اولاد ہوئی اس میں زینب بنت ابی ہالہ ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکا ہند بن ابی ہالہ تھا۔

اس قول کی بنا پر یہ مسئلہ تجویز کیا گیا ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی نہیں بلکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند ابو ہالہ کی اولاد میں سے ہے اعتراض کا تمام مدار اسی قول پر ہے اس کے بغیر اور کوئی چیز ان کے پاس نہیں۔

توضیحات

ناظرین کے افادہ کی خاطر یہاں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان کو بغور ملاحظہ فرما لینے کے بعد اس مسئلہ کے متعلق انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی۔

۱ - ابو ہالہ کی لڑکی زینب جو اس قول میں ذکر کی گئی ہے اور اس کی ماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیان کی ہے یہ قول بعض سیرۃ نگار مثلاً ابن ہشام نے لکھا ہے، اور اس کی کوئی سند پیش نہیں کی اور نہ ہی اس قول کے متعلق کہیں کوئی انتساب مذکور ہے کہ فلاں صحابی۔ تابعی یا تبع تابعی کا یہ قول ہے نہ ہی کسی باسند محدث اور سیرت نویس کا نام درج کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اس قول کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس بزرگ کا فرمان ہے اور جس کا بھی یہ قول ہے وہ بغیر سند کے ہے جس کا کوئی وزن نہیں

۲ - اس سیرت نگار یعنی ابن ہشام سے یہ قول جس نے بھی نقل کیا وہ نقل در نقل چلتا رہا ہے ان ناقلین میں سے کوئی بھی اس کی سند پیش نہیں کر سکا ہے اور نہ ہی اس کے قائل کی طرف کوئی صحیح انتساب سامنے آیا ہے۔ سیرت ابن ہشام اردو ص ۱۹۱ ج ۲

۳ - نیز قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند کی اولاد بے شمار علمائے حدیث، سیرت نگار، علمائے انساب و علمائے تراجم و تاریخ نے ذکر کی ہے لیکن ان لوگوں نے ابو ہالہ کی اولاد جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی ہے اس میں کہیں زینب کا نام ذکر نہیں کیا یہ حضرات زینب نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تحریر نہیں کرتے یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ زینب کے نام کی کوئی لڑکی ابو ہالہ کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی تھی ورنہ ابوہالہ کی اولاد ذکر کرنے والے علماء اس کو ضرور اس مقام میں بیان کرتے اب ہم یہاں مذکورہ علماء کی تصانیف سے اس مسئلہ پر حوالہ جات نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو تسلی ہو جائے۔

پہلے اہل سنت علماء کے حوالہ جات پیش خدمت ہوں گے اس کے بعد شیعہ مصنفین اور شیعہ مجتہدین کے اقوال اس مسئلہ پر بطور تائید درج کیے جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ طبقات ابن سعد میں مسئلہ ہذا اس طرح مذکور ہے

فولدت خديجة لابى هالة رجلا يقال هند وهالة رجل ايضاً ثم خلف عليها بعد ابى هالة عتيق بن عابد بن عبد الله[1]

۲۔ واخوة ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم لامهم هند بن عتيق بن عابد بن عبد الله .... وهند بن ابى هاله .... نباش بن زراره وهاله بنت ابى هاله[2]

ان ہر دو حوالہ جات کا مضمون یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق

---

[1] طبقات ابن سعد ص۸ ج ۸ طبع لیڈن
تحت تسمية النساء المسلمات والمهاجرات...... الخ

[2] کتاب نسب قریش ص۲۲
تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب

خاوند ابوہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہند نامی ایک لڑکا پیدا ہوا اور بقول بعض ہالہ ابوہالہ کی لڑکی تھی مختصر یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی ابوہالہ سے نہ تھی۔

اب ہم ذیل میں کتابوں کے صرف حوالہ جات اختصاراً نقل کرتے ہیں۔ عبارات پیش کرنے سے بڑی تطویل ہو جاتی ہے ان حوالہ جات میں یہی مضمون موجود ہے۔

۳۔ (۱) کتاب المحبر ص۷۸
تحت ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی ص۴۵۲
تحت اسماء من تزوج ثلثة ازواج فصاعدا من النساء

۴۔ المعارف لابن قتیبه الدینوری ص۵۸-۵۹
باب نسب سیدنا محمد بن عبد اللہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ کتاب انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۶-۴۰۷ ج ۱

۶۔ جمهرة انساب العرب لابن حزم ص۱۲۲-۱۲۳-۲۱۰

۷۔ السنن الکبری للبیهقی ص۷۱ جلد سابع
کتاب النکاح باب تسمية ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبناته

۸۔ مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۹ ج ۹
تحت باب فضل خدیجہؓ بنت خویلد۔

۹۔ الاستیعاب لابن عبد البر ص۵۶۸ ج ۳
تحت هند بن ابی هاله مع الاصابه

۱۰۔ الروض الانف للسهیلی ص۱۲۴ ج ۱

فصل تزویجہ علیہ السلام خدیجہ

۱۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص۴۳۴ ج۔۵
تحت خدیجہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

۱۲۔ البدایہ لابن کثیر ص۲۹۴-۲۹۳ ج-۵ باب ذکر زوجاتہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ ورضی اللہ عنہن واولادہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ الاصابہ لابن حجر ص۱۴۱ ج-۴ تحت ہند بن عتیق

۱۴۔ سیرۃ حلبیہ ص۱۶۷ ج-۱ الجزء الاوّل تحت باب تزوجہ صلعم خدیجہ بن خویلد۔ تصنیف علی بن برہان الدین حلبی (طبع مصر)

مندرجہ بالا مصنفین نے ابوہالہ اور عتیق کی اولاد جو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی ذکر کی ہے لیکن ان میں کسی جگہ بھی زینب نامی لڑکی کا ذکر نہیں کیا اس بناء پر ابن ہشام زینب کو سابق ازواج کی لڑکی ذکر کرنے میں متفرد نظر آتا ہے۔

شیعی حوالہ جات

مسئلہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے چند حوالہ جات تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا اپنے مقام میں پوری طرح واضح ہو سکے اور ہر ایک فریق اس پر غور کر سکے۔

۱۔ علی بن عیسٰی اربلی نے "کشف الغمہ" جلد دوم میں ذکر مناقب خدیجہ کے تحت لکھا ہے۔

"کانت خدیجہ قبل ان یتزوج بھا رسول اللہ صلی اللہ والہ عند عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم یقال ولدت لہ جاریۃ وھی ام محمد بن صیفی المخزومی ثم خلف علیھا بعد عتیق ابوھالۃ ھند بن الزرارہ التیمی فولدت لہ ھند بن ھند ثم تزوجھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم" [1]

۲۔ شیخ نعمت اللہ الجزائری نے "الانوار النعمانیہ" جزء اوّل میں نور مولودی کے تحت لکھا ہے:۔

"فاول امراءۃ تزوجھا خدیجۃ بنت خویلد وکانت قبلہ عند عتیق بن عائذ المخزومی فولدت لہ جاریۃ ثم

---

[1] "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" مع ترجمہ فارسی
ترجمۃ المناقب جلد ثانی ص۷۶ تحت مناقب خدیجہ رض

تزوجها رسول الله صلى الله عليه واله وربي ابنها هندا"[1]

۳ - ملّا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم باب ۵۲ میں ذکر کیا ہے۔

"و پیش از انکہ حضرت او تزویج نماید عتیق بن عائذ مخزومی اورا تزویج کردہ بود واز او دختر بہم رسانید و بعد از او ابو ہالہ اسدی را تزویج کرد وہند بن ابی ہالہ را ازبہم رسانید پس حضرت رسول اورا خواستگاری نمود وہند پسر اورا تربیت نمود۔"[2]

۴ - شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب منتہی الآمال جلد اوّل فصل ششم میں لکھا ہے :-

"وآں مخدرہ دختر خویلد بنی اسد بن عبد العزیٰ بودہ ونخست زوجۂ عتیق بن عائذ المخزومی بود وفرزندے از او آورد کہ جاریہ نام داشت واز پس عتیق زوجۂ ابوہالہ بنی منذر الاسدی گشت واز وہند بن ہالہ را آورد۔"[3]

مندرجہ بالا شیعی حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق خاوند عتیق سے ایک جاریہ نامی لڑکی پیدا ہوئی اس کو ام محمد بن صیفی بھی کہا گیا ہے پھر عتیق کے بعد ابو ہالہ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا

---

[1] الانوار النعمانیہ جلد اوّل ص۳۶۷ نور مولودی
تحت حالات خدیجہ بنت خویلد

[2] حیات القلوب ص۴۲۸ ج ۲ باب ۵۲
تحت ذکر ازواج نبیؐ

[3] منتہی الآمال ص۴۵ ج ۱ - فصل ششم
در وقائع ایام وسنین عمر مبارک حضرت خاتم النبیینؐ

اس [illegible] ایک لڑکا ہوا جس کو ہند بن ابی ہالہ کہتے ہیں اس کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ان تمام شیعہ حضرات نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد میں "زینب" نامی کسی لڑکی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہالہ کی لڑکی زینب کے نام سے جس صاحب نے ذکر کی ہے وہ جمہور علماء اہل سُنّت اور اہل تشیع کے خلاف ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں اس نے اپنا تفرد بیان کیا ہے اور اس پر کوئی سند پیش نہیں کی ظاہر ہے کہ متفردات اشیاء اپنے تفرد کی بناء پر قبول نہیں کی جاتیں اور علماء کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ

"هذا قول شاذ لا يتابع عليه"

یعنی ابن ہشام کا یہ قول شاذ ہے اس کی متابعت نہیں پائی گئی۔ اس بناء پر عموماً علماء (محدثین - اہل سیر - اہل تاریخ) نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ فلہذا اس قسم کا شاذ قول قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ایک تلبیس کا ازالہ

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مخالفین نے کئی قسم کے شبہات مسلمانوں میں پیدا کر دیئے ہیں ان میں سے ایک شبہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے متعلق یہ ہے کہ دورِ نبویؐ میں "زینب" نام کی متعدد خواتین تھیں اور زینب نامی ایک لڑکی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کی بھی تھی جو ان کے سابق خاوند ابو سلمہ سے تھی اس کا تذکرہ جب علماء تراجم نے کیا ہے تو اس کو ربیبۃ الرسولؐ کے نام سے لکھا ہے (حضرت ام سلمہؓ کی اس لڑکی کا نام "زینب" تھا اور حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی تھی اس وجہ سے ان کو ربیبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا تھا۔ محض اس لفظی مشابہت کی بناء پر معترضین نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی طرف اس کا انتساب کر دیا اور کہہ دیا کہ زینب تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہے حالانکہ صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب شریف سے ہے اور ربیبہ مذکورہ کی ماں حضرت ام سلمہؓ ہے اور والد کا نام ابو سلمہ ہے۔

اس چیز کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابہ"[1]

---

[1] (۱) "الاصابہ ص۳۱۰ جلد رابع تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

(۲) کتاب اسد الغابہ ص۴۶۸ ج۔۵ تحت زینب بنت ابی سلمہؓ

ملاحظہ فرمائیں ابن اثیر جزری نے یہاں مزید یہ تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبہ کے خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ تھا[1]۔ اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا[2]

مقامات ہذا مطالعہ کرنے سے خوب تسلی ہو جائے گی۔ اور اس تشابہ لفظی کی وجہ سے جو اشکال معترضین نے پیدا کیا ہے وہ زائل ہو جائے گا۔ اور اس سے زیادہ تسلی مطلوب ہو تو اپنے (علماء شیعہ) کی معتبر کتاب "تنقیح المقال" جلد ثالث تحت زینب بنت ابی سلمہ ملاحظہ فرما دیں وہاں بڑی صراحت کے ساتھ زینب بنت ابی سلمہ کا تذکرہ موجود ہے یعنی اس کی ماں کا نام ام سلمہ اور والد کا نام ابو سلمہ ہے اس کا اصل نام بَرّہ تھا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر اس کا نام زینب رکھا۔ جب ام سلمہؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی (یعنی اپنے زوج ابو سلمہ کے ساتھ) تو وہاں یہ لڑکی زینب پیدا ہوئی تھی پھر اپنی ماں کے ساتھ یہ مدینہ طیبہ آئی اپنے وقت کی خواتین میں یہ بڑی فقیہ اور مسائل میں بڑی عقلمند و مشہور خاتون تھی اور اس کو "حسنۃ الحال" اعتبار کرتے ہیں

یہ شیعہ علماء کے اقوال ہیں اب مامقانی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے اور مسئلہ مسلم بین الفریقین قرار پائے۔

"زینب بنت ابی سلمہ عدھا الشیخ وہ فی رجالہ وابن

---

[1] اسد الغابہ ص۴۶۹ ج۔۵

[2] (۱) انساب الاشراف للبلاذری ص۴۰۳ جلد اوّل

(۲) طبقات ابن سعد ص۳۳۸ ج۔۸

تحت زینب بنت ابی سلمہ طبع لیڈن بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔

عبد البر وابن مندة وابو نعیم من صحابة رسول الله ﷺ
وهی علی ما صرحوا به زینب بنت ابی سلمه بن
عبد الاسد القرشیة المخزومیة وهی ربیبة رسول
الله ﷺ وامها ام سلمه زوجة النبی ﷺ کان اسمها برّة
فسماها رسول الله ﷺ زینب ولدتها امها بارض الحبشة
حین هاجرت الیها مع زوجها وقدمت بها معها
وقد قیل انها کانت من افقه زمانها وانی اعبرها
"حسنة الحال" لہ

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے کتاب "رحماء بینہم حصہ صدیقی" ص۱۶۷ میں اس اشتباہ کو حل کر دیا تھا لیکن یہاں دوبارہ اسے سوانح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مناسبت سے ذکر کر دیا ہے اور شیعہ و سُنّی ہر دو مکتب فکر کی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ زینب نامی جو ام سلمہ کی لڑکی ہے وہ دوسری تھی اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے۔ خاوند کا نام عبداللہ بن زمعہ ہے اور سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) وہ دوسری ہیں ان کی ماں کا نام خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور خاوند کا نام ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

"اگر در خانہ کس است ہمیں گفتہ بس است"

حضرت زینب رض کے متعلقات یہاں ختم ہوتے ہیں اس کے بعد حضرت رقیہؓ کے احوال درج ہوں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

لہ تنقیح المقال لعبد اللہ مامقانی ص۷۸ ج۳۔ زینب بنت ابی سلمہ۔
(تحت باب الخاء الراء والزای المعجمة من فصل النساء)

سوانح صاحبزادی سیدہ رقیہؓ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

حضرت رقیہؓ کا تولد

صاحبزادی رقیہؓ حضرت زینبؓ سے چھوٹی ہیں ان کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ رقیہؓ اپنی بڑی بہن حضرت زینبؓ کے تین برس بعد پیدا ہوئیں اس وقت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک قریباً تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ لہ

تربیت رقیہؓ

جناب رقیہؓ نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تربیت پائی اور اپنے سن شعور کو پہنچیں۔

ان کے والدین شریفین کی تربیت اکسیر اعظم تھی جو ان کے آئندہ کمالات زندگی کا باعث بنی۔

اسلام لانا اور بیعت کرنا

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں اسلام لانے میں پیش پیش ہیں جس وقت

لہ تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار البکری ص۲۷۴ ج۱
تحت ذکر رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ

ان کی والدہ محترمہ اسلام لائیں تو ان کے ساتھ یہ صاحبزادیاں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعت نبوی ؐ کے ساتھ شرف عزّت حاصل کیا۔

"واسلمت حین اسلمت امها خدیجة بنت خویلد و بایعت رسول الله صلی الله علیه وسلم هی واخواتها حین بایعه النساء۔" لہ

"یعنی جب خدیجۃ الکبریٰ ؓ اسلام لائیں تو حضرت رقیہ ؓ نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہ ؓ نے اور ان کی بہنوں نے بھی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔"

رقیہ ؓ کا نکاح

اسلام سے قبل اس دَور کے دستور کے مطابق سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ ؓ اور اُم کلثوم ؓ کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابو لہب کے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتسابِ نکاح تھا اور رخصتی نہیں ہوئی تھی اور شادی و بیاہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔

پھر اسلام کا دَور شروع ہوا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی توحید کی آیات اتریں۔ شرک و کفر کی مذمت برملا کی گئی۔ حتیٰ کہ سورۃ تبت یدا ابی لهب وتب ...... الخ" ابو لہب کے نام کے ساتھ نازل ہوئی۔

لہ ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۲۴ ج ۸ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۲۔ الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

۳۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل الازواجک وبناتک

اس پر کفارِ مکہ کی عداوت اہل اسلام کے ساتھ انتہا کو پہنچ گئی اور ابو لہب کا غیظ و غضب حدودِ اخلاق سے متجاوز ہو گیا۔

ابو لہب نے اپنے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ اگر تم "محمد بن عبد اللہ" کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم کو منہ نہیں لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔" یہ طلاق اس وقت ان دخترانِ نبی کا غیبی اعزاز تھا تقدیرِ الٰہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں، باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں معصوم دخترانِ نبی ؐ (یعنی رقیہ ؓ اور ام کلثوم ؓ) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

"فلما بعث رسول الله وانزل الله "تبت یدا ابی لهب" قال له ابوه ابو لهب رأسی من رأسک حرام ان لم تطلق ابنته' ففارقها ولم یکن دخل بها۔" لہ

ان دونوں صاحبزادیوں (رقیہ ؓ اور ام کلثوم ؓ) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا محض رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیّت پہنچائی گئی۔ اور کسی عورت کو بلا وجہ طلاق دیا جانا اس کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس کے فطری احساسات مجروح ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ان معصومات و طاہرات نے دینِ اسلام کی خاطر برداشت کیا۔ گو اس طلاق میں ان کا اپنا ہی اعزاز اور کفار کے

لہ ۱۔ الطبقات لابن سعد ص ۲۴ ج ۸ تحت رقیة بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجک وبناتک ...... الخ

۳۔ الاصابۃ لابن حجر ص ۲۹۷ ج ۴ تحت رقیة بنت سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۴ ج ۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہاں جانے سے ایک عملی احتراز تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

اہل سُنّت کے علماء نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اس واقعہ کو مزید تفصیل سے یوں لکھا ہے کہ :-

"حضرت رقیہؓ کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا پھر اس نے شادی ہونے سے قبل رقیہؓ کو طلاق دیدی۔ اس طریق کار کی وجہ سے حضرت رقیہؓ کو عتبہ کی وجہ سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے حق میں بد دُعا فرمائی اور فرمایا "یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مُسلط فرما دے (جو اس کو چیر پھاڑ ڈالے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا منظور ہو گئی۔ ایک موقعہ پر عتبہ (اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا۔

واما رقیة فتزوّجها عتبة بن ابی لهب فطلّقها قبل ان یدخل بها ولحقها منه اذی فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم اللهمّ سلّط علی عتبة[1] کلبا من کلابک فتناوله الاسد من بین اصحابه"

۱۔ الانوار النعمانیة ص۳۶۷ ج۱ تحت نور مولودی للشیخ نعمت اللہ الجزائری الشیعی

۲ الانوار النعمانیة للشیخ نعمت اللہ الجزائری ص۸۰ ج۱ تحت نور مولودی

---

[1] قوله - علی عتبة کلبا -

اس بات کی وضاحت اس مقام میں ضروری سمجھی گئی ہے کہ ابولہب (باقی اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا کونسا بیٹا تھا جسے ایک درندے نے پھاڑ ڈالا۔ تو ہمارے علماء نے مندرجہ ذیل چیزیں ذکر کی ہیں ان سے اس مسئلہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عتبہ بن ابی لہب اور اس کا بھائی معتب بن ابی لہب خوفزدہ ہو کر مکہ سے بھاگ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس ابن عبد المطلب سے دریافت فرمایا کہ تیرے بھتیجے کہاں ہیں تو حضرت عباس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ خوف زدہ ہو کر کسی دوسری جگہ نکل گئے ہیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو بلا لاؤ چنانچہ حضرت عباس تشریف لے گئے اور عتبہ اور معتب دونوں کو بلا لائے۔ وہ دونوں آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور یہ بھی ساتھ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں یہ دونوں بھائی شریک ہوئے اور غنائم سے حصہ پایا۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو غزوہ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔

اور اس کے بعد وہ دونوں بھائی مکّہ شریف میں مقیم رہے۔

۱۔ الاصابہ ص۴۴۸-۴۴۹ ج۲ تحت عتبہ بن ابی لہب

۲۔ الاصابہ ص۴۲۲-۴۲۳ ج ثالث تحت معتب بن ابی لہب

یہاں سے معلوم ہوا کہ درندہ کے پھاڑ ڈالنے کا اگر واقعہ صحیح ہے (جیسا کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے) تو یہ عتیبہ (مصغر) کے حق میں واقعہ ہوگا۔ جو فتح مکہ سے پہلے مر گیا تھا اور ایمان نہیں لایا تھا۔

عتبہ (مکبر) کے حق میں یہ واقعہ صحیح نہیں (واللہ اعلم بالصواب) (منہ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعا کی شکل میں ظاہر ہوئے اور قدرت کاملہ کی طرف سے وہ منظوری پاگئے۔

صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نکاح

جب ابولہب کے لڑکوں نے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کا نکاح مکہ شریف میں حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

اور اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کے فضائل کے تحت علماء نے بعض روایات نقل کی ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی عزیزہ رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ مکہ شریف میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی [۱]

---

[۱] ۱۔ کنز العمال ص ۳۷۵ ج ۶ تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ۔

۲۔ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص ۱۶۲/۱۶۳ تحت ذکر من تزوجہا رقیہ بنت رسول اللہ

اور یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں دے دی تھیں پہلے حضرت رقیہؓ کا عقد کر دیا تھا یہ مکہ شریف میں ہوا تھا اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا تھا پھر حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح ہوا جس کی تفصیلات آئندہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

(۲)

دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ ابن عفان کو ایک صاحبزادی نکاح کر کے دی (اس کے انتقال کے بعد) پھر اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی نکاح یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔

"وزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ بعد واحدۃ" [۱]

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا حضرت عثمانؓ کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے اور خوش بختی ہے جو ان کو نصیب ہوئی حضرت عثمانؓ حضورؐ سے دامادی کا شرف پاگئے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ (۳) تاریخ الخمیس للحسین الدیار البکری ص ۲۷۵ ج ۱ تحت ذکر رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (اخرجہ الطبرانی فی معجمہ)

حاشیہ صفحہ ہذا [۱] کنز العمال ص ۳۷۹ ج ۶ بحوالہ ابن عساکر طبع اول حیدر آباد دکن روایت ۵۸۷۵ باب فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ

نیز یہ چیز بھی قابل قدر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ [illegible]ت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدت العمر خوشگوار رہے اور کسی ناخوشگواری کی نوبت نہیں آئی اور اسی صورت حال پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت رقیہؓ کی تعریف نساء قریش کی زبانی

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہؓ کو حسن اور جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحب "تاریخ الخمیس" اپنی تاریخ میں اور محب الطبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:۔ وکانت ذات جمال رائع" یعنی حضرت رقیہؓ نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں۔[1]

جس وقت حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس دور کے قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں۔

"وتزوجها عثمان بن عفان وکانت نساء قریش یقلن حین تزوجها عثمانؓ۔

سہ احسن شخصین رای انسان
رقیۃ وبعلها عثمان

"یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہؓ اور ان کے خاوند عثمانؓ ہیں[2]

---

[1] ۱۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۴ ج ۱ تحت رقیہؓ۔ ۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲ تحت حالات رقیہؓ

[2] ۱۔ تفسیر القرطبی ص ۲۴۲ ج ۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک الخ سورۃ احزاب"

[illegible]ع کا ایک اور واقعہ "ارسال ہدیہ" کے عنوان کے تحت آئندہ درج ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

"ہجرت حبشہ"

اسلام کا یہ ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جا رہے تھے اور کئی قسم کے مصائب کا اہل اسلام کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے یہ مشورہ دیا کہ حبشہ کی ولایت کی طرف اگر تم سفر اختیار کرلو تو بہتر رہے گا۔ اسلئے کہ ارض حبشہ کا بادشاہ ایسا شخص ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہاں لوگ آرام و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے وہاں لوگوں پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور وہ پرامن علاقہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی کشادگی کی صورت فرما دیں گے۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند لوگ حبشہ کی ولایت کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکل پڑے۔ یہ لوگ اہل مکہ کے فتنہ سے بچنا چاہتے تھے اور اللہ کے دین کو بچانے کے لئے گھر سے نکل پڑے تھے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہاں درج کی جاتی ہے۔

"والذین هاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الاخرة اکبر"..... الخ (پارہ ۱۴ قریب نصف)

"یعنی جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور

آخرت کا اجر بہت بڑا ہے .... الخ

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو سو مہاجرین حبشہ بھی ان کا مصداق ہیں اور وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو مالک کریم نے مصائب و شدائد پر مرتب فرمائیں اور انہیں بڑے انعامات سے نوازا۔

اور جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے مندرجہ الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"قال لھم لو خرجتم الی الارض الحبشة فان بھا ملکا لا یظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجا مما انتم فیہ فخرج عند ذالک المسلمون من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض الحبشة مخافة الفتنة وفرارا الی اللہ بدینھم فکانت اول ھجرة کانت فی الاسلام فکان اول من خرج من المسلمین عثمان بن عفان وزوجتہ رقیة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" [1]

---

[1] البدایة والنھایة لابن کثیر ص۶۶ جلد ۳
تحت باب الھجرة من ھاجر..... من مکة الی ارض الحبشة

۲۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ تحت آیة قل لازواجک وبناتک ...... الخ

... دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت حبشہ کا شرف پہلے حاصل ہوا۔ ان کو اپنے خاوند کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔ دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مصائب برداشت کرنا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے احوال کی دریافت

ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کی خیر و عافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہو سکے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق پریشانی لاحق تھی۔ اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ شریف پہنچی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتلایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے داماد اور آپ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے۔ تو رسالتمآب نے فرمایا کہ کیسی حالت پر دیکھا ہے؟ تو اس نے ذکر کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ دعائیہ فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو!! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی"۔

"خرج عثمان بن عفان ومعہ امراتہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ارض الحبشة فابطا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبرھما فقدمت امراة

من قريش فقالت : يا محمد! قد رايت ختنك ومعه امراته، قال: على اى حال رائيتهما؟ قالت رايته قد حمل امراته على حمار من هذه الدابة وهو يسوقها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صحبهما الله ان عثمان اول من هاجر باهله بعد لوط عليه السلام۔"[1]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے ہجرت حبشہ کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے گیارہ (۱۱) مرد اور چار عورتیں تھیں کفار مکہ سے روپوش ہو کر یہ حضرات حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے ان میں (حضرت) عثمان بن عفان بھی تھے اور ان کی اہلیہ (رقیہ رضی اللہ عنہا) بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تھیں۔

---

[1] ۱ البدایۃ لابن کثیر ص۶۶، ۶۷ جلد ثالث
تحت باب هجرة۔من هاجر..... من مكة الى ارض الحبشة۔
۲۔ اسد الغابۃ لابن اثیر جزری ص۴۵۷ ج۔۵ تحت ذکر رقیۃ رض۔
۳۔ ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۳ تحت ذکر هجرتها۔
۴ شرح مواهب الدنیة للزرقانی ص۱۹۸ ج۔۳ تحت رقیۃ رض۔
۵۔ تاریخ الخمیس ص۲۷۵ ج۔۱ تحت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ کنز العمال ص۳۸۱ ج۔۶ روایت ۵۸۸۵ بحوالہ طب۔ ق۔ فی۔ کر (طبع اول تحت فضائل عثمان بن عفان رض۔

"پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل کفر گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود"[1]

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام پر بڑی بڑی آزمائشیں آئی تھیں ان میں ہجرت حبشہ بھی ایک مستقل آزمائش تھی۔ مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان بن عفان کا مع اپنی اہلیہ (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کے شمار ہونا مسلمات میں سے ہے۔ شیعہ و سُنّی علماء نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں بصراحت درج کیا ہے چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم نے دونوں جانب سے پیش کر دیئے ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو سکے۔

تنبیہ :

بعض لوگوں نے ہجرت حبشہ کے مسئلہ میں خواہ مخواہ ایک شبہ پیدا کر لیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا نہیں تھیں بلکہ رملہ بنت شیبہ تھی۔

اس کے متعلق اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ جس مقام سے یہ اعتراض اخذ کیا گیا ہے وہیں اسکا جواب بھی موجود ہے یعنی اس روایت کو علماء نے دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے۔

وہ قول متروک ہے۔ صحیح واقعات کے خلاف پایا گیا ہے اور اقوال متروکہ کو قبول نہیں کیا جاتا۔ فلہٰذا صحیح چیز یہی ہے کہ ہجرت حبشہ

---

[1] ۱۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص۳۳۳ جلد۔۲
باب ۲۵ در بیان ہجرت حبشہ۔
۲۔ الانوار النعمانیہ ص۳۶۷ ج۔۱ باب۔ تحت نور مولودی

میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ تھیں جیسا کہ جمہور شیعہ و سُنّی علماء کے حوالہ جات بالا میں نقل کیا گیا ہے۔

حبشہ سے واپسی

مہاجرین حبشہ نے حبشہ کے علاقہ میں ایک مدّت گزاری پھر وہاں سے مکّہ شریف کی طرف واپس ہوئے۔ ان حضرات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت واپس ہوئے۔ اسی دوران نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیّبہ تشریف لے جا چکے تھے ہجرت حبشہ کے بعد پھر حضرت عثمانؓ ہجرت مدینہ کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی اہلیہ (حضرت رقیہؓ) سمیت مدینہ شریف کی طرف دوسری ہجرت کی۔

والذی علیہ اہل السیران عثمان رجع الیٰ مکۃ من حبشۃ مع من رجع ثم ھاجر باھلہٖ الی المدینۃ۔ [۱]

دوبارہ ہجرت کا اعزاز

اس سلسلہ میں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی اہلیہ

---

[۱] ۱۔ الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۸ ج۴ تحت ذکر رقیہؓ۔
۲۔ مجمع الزوائد للھیثمی ص۲۱۷ ج۹ باب ماجاء فی رقیۃ بنت رسول اللہ صلعم
۳۔ ذخائر العقبیٰ (للمحب الطبری) ص۱۶۲ لاحمد بن عبداللہ الطبری
تحت ذکر من تزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دوبار ہجرت نصیب فرمائی ایک بار انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری مرتبہ مکّہ شریف سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا، دوبار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت رقیہؓ بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور ان کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔ دوبار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس کا یہ واقعہ مذکور ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکّہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی پس ہم رسولِ خدا کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں یہ سنکر حضرت اسماء غصّہ میں آگئیں اور رسالتمآبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر شکایت کی کہ عمر بن خطابؓ یوں کہتے ہیں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ "لہ ولاصحابہٖ ھجرۃ واحدۃ ولکم انتم اھل السفینۃ ھجرتان" یعنی اس کے اور اس کے ساتھوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اے اہل السفینۃ [۱]، تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں تمہارے لئے دوگنا ثواب ہے۔ [۲]

---

[۱] ہجرت حبشہ میں کشتیوں پر سواری پیش آتی تھی۔ کشتیوں کے بغیر اس زمانہ میں ارض حبشہ کی طرف سفر نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے مہاجرینِ حبشہ کو "اہل سفینہ" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ (منہ)

[۲] مسلم شریف جلد ثانی ص۳۰۴ ج۲ باب فضائل جعفر و اسماء بنت عمیس۔

اولادِ رقیہؓ کا ذکر

یہاں اب حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حبشہ میں ان کے ہاں ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا پھر اس کے بعد ان کا دوسرا بچہ حبشہ ہی میں ہوا جس کا نام "عبداللہ" رکھا گیا اور اسی نام کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبداللہ" مشہور ہوئی۔ اپنے والدین کے ساتھ نواسۂ رسولؐ عبداللہ مدینہ شریف پہنچے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب قریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخم کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہو گیا تھا پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔

اس کے بغیر حضرت رقیہؓ کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

وكانت قد اسقطت من عثمان سقطاً ثم ولدت بعد
ذالك عبد الله وكان عثمان يكنى به فی الاسلام و بلغ
سنين فنقره ديك فی وجهه فمات ولم تلد له شيئاً بعد
ذالك -

لہ ۱۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ طبع مصر تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك ... الخ

۲۔ اسد الغابۃ ص۴۵۶ ج۵ تحت ذکر رقیہؓ

۳۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت رقیہؓ

۴۔ البدایہ ص۳۰۸ ج۵ فصل اولاد نبوی صلعم۔

۵۔ طبقات ابن سعد ص۳۷ ج۳ تحت عثمان بن عفانؓ

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عثمان کے لڑکے عبداللہ (جو حضرت رقیہؓ سے متولد تھے) کے متعلق اسی طرح تحریر کیا ہے کہ وہ صغیر السن تھے کہ ایک مرغ نے اس کی آنکھوں میں چونچ سے زخم کر ڈالا اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔

شیخ نعمۃ اللہ الجزائری شیعی مجتہد لکھتا ہے کہ:۔

فولدت له عبد الله ومات صغيرا نقره ديك على
عينيه فمرض ومات "...... الخ لہ

اور مشہور مورخ مسعودی شیعی نے یہاں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عثمان بن عفان کے لئے حضرت رقیہؓ سے دو عدد لڑکے تھے ایک لڑکے کو عبداللہ اکبر کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ اصغر دونوں کی والدہ رقیہؓ تھیں۔ مسعودی

"وكان له من الولد عبد الله الاكبر وعبد الله
الاصغر امهما رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وآله" لہ

صاحبزادہ عبداللہ کا جنازہ اور دفن

بلاذری وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمان کا انتقال ہوا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمناک ہوتے اسی پریشانی کی حالت میں آنجناب نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ

لہ ۱۔ الانوار النعمانیہ للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ص۸۰ ج۱ تحت نور مرتضوی۔

۲۔ الانوار النعمانیہ ص۳۶۷ ج۱ تحت نور مولودی۔

لہ ۱۔ مروج الذہب للمسعودی ص۳۴۱ ج۲ تحت ذکر عثمان ذکر نسبہ ولمع من اخبارہ وسیرہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے" اس کے بعد اس کی نماز جنازہ خود پڑھی ہے پھر دفن کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ قبر میں اترے اور ان کو دفن کر دیا۔

"واما عبد اللہ بن عثمانؓ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضعہ فی حجرہ ودمعت علیہ عینہ وقال انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء"

وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل عثمان فی حضرتہ" ؎۱

اس تمام واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرمائیں اور ان کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔

انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے پھر صبر و سکون کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقعہ پر اسی طرح کیا گیا۔

اُمِّ عیاش کا ذکر

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ تھیں ان کو اُمِّ عیاش کہتے

؎۱ ۱۔ انساب الاشراف للبلاذری ص ۴۰۱ ج ۱ تحت ذکر بنات رسول اللہ صلعم
۲۔ تاریخ الخمیس للدیار البکری ص ۲۷۵ ج ۱ تحت ذکر رقیہؓ

تھے یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں اور خانگی امور سرانجام دیتی تھیں۔ ام عیاش خود کہتی ہیں کہ میں بعض اوقات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتی تھی درآنحالیکہ میں کھڑی ہوتی تھی اور آنجنابؐ بیٹھے ہوتے تھے۔

قالت کنت اوضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا قائمۃ وھو قاعد" اخرجھا الثلاثۃ ؎۱

ام عیاش کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عیاش بطور ہدیہ کے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کو عنایت فرمائی تھی۔ ام عیاش حضرت رقیہ کی خدمت گزاری کیلئے حضرت عثمانؓ کے گھر رہتی تھیں۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کی طرف سے خاص عنایت کریمانہ تھی کہ ایک خادمہ خصوصی طور پر حضرت رقیہؓ کو عنایت فرما دی تھی تاکہ صاحبزادی رقیہؓ کے لئے خانگی کام کاج میں سہولت رہے۔

بعثھا مع ابنتہ الی عثمان (رضی اللہ عنہما) ؎۲

آنجنابؐ کی طرف سے ہدایا کا ارسال کیا جانا

سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خادم اسامہ بن زید تھے جو زید بن حارثہ کے لڑکے تھے اور آنجنابؐ کے خاص خدام میں سے شمار ہوتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بار

؎۱ اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۶۰۷ ج ۵ تحت ام عیاش
؎۲ " " " " " " " " " "

ایک بار گوشت کا پیالہ بھر کر عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان کے گھر پہنچا دیں پس میں یہ ہدیہ لے کر حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچا حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما وہاں تشریف فرما تھے میں نے وہ ہدیہ حضرت رسالتمآبؐ کی طرف سے ان دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسامہ کہتے ہیں میں نے ایسا عمدہ جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میاں بیوی دونوں حسن و جمال میں بڑے فائق تھے۔

عن اسامة بن زید قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصحفة فیھا لحم الی عثمان فدخلت علیہ فاذا ھو جالس مع رقیة مارأیت زوجا احسن منھما(۱)

(اخرجه البغوی فی معجمه)

حضرت عثمانؓ کی طرف سے ایک ہدیہ

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہد اور نقی سے مرکب عمدہ طعام تیار کیا (جس کو عربی میں الخبیص(۳) کہتے تھے) وہ آپؐ نے

(۱) ذخائر العقبیٰ لاحمد بن عبد اللہ المحب الطبری ص۱۶۲ تحت ذکر من تزوجھا رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کنز العمال ص۳۸۰ ج۶ (بحوالہ البغوی ـ کر) طبع اول تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(۳) قولہ الخبیص۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ کھجور اور گھی سے مرکب ایک طعام تیار کیا جاتا تھا۔ (منہ)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ارسال کیا۔ اس وقت آنجنابؐ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر قیام فرما تھے جس وقت یہ ہدیہ پہنچا تو آنجنابؐ گھر میں موجود نہیں تھے۔ جب آپؐ خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المومنین ام سلمہؓ نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ کس نے ارسال کیا ہے؟ تو اہل خانہ نے عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! عثمان تجھے راضی کرنا چاہتے ہیں تو بھی ان سے راضی ہو۔

وقال لیث بن ابی سلیم: اوّل من خبص الخبیص عثمان خلط بین العسل والنقی ثم بعث به الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی منزل ام سلمة فلم یصادفه فلما جاء وضعوه بین یدیه فقال من بعث ھذا؟ قالوا عثمان، قالت فرفع یدیه الی السماء فقال اللھم ان عثمان یترضاك فارض عنه.(۱)

خادمہ کا عنایت فرمانا اور ہدایا کا باہمی ارسال کیا جانا وغیرہ کے واقعات تبلا رہے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کریمانہ اپنی صاحبزادی رقیہؓ اور اپنے داماد کی طرف مبذول رہتی تھیں اور یہ شائستہ تعلقات دائماً قائم تھے۔

(۱) البدایہ لابن کثیر ص۲۱۲ جلد ۷ تحت روایات فضائل عثمان

حضرت رقیہ کی اپنے خاوند کی خدمت گر ی

سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے سر کو دھو رہی تھیں۔ تو آنجنابؐ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا" اے بیٹی! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عثمان میرے اصحاب میں سے خلق اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔

یابنیة احسنی الی ابی عبد اللہ فانہ اشبہ اصحابی بی خلقا (طب عن عبد الرحمٰن بن عثمان القرشی) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ابنتہ وھی تغسل رأس عثمانؓ۔ ؎۱

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں کے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے اور وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کی بہتر طریق سے خدمت بجا لائے۔

نیز معلوم ہوا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ

؎۱۔ کنز العمال ص ۱۲۹ ج-۶ روایت ۲۲۴۲ فضائل عثمان

عمدہ ربط رکھتے تھے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمانؓ میرے زیادہ مشابہ ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوت سے بیان ہوئی۔

حضرت رقیہؓ کی بیماری

مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا جس میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لے گئے تھے اس دوران آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اتفاقاً بیمار پڑ گئیں اور بیماری کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ "خسرہ" کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ ادھر غزوۂ بدر کی تیاری تھی اور آنجناب کے ساتھ صحابہ کرامؓ بھی غزوۂ بدر میں شمولیت کے لئے تیار تھے حضرت عثمانؓ کو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ رقیہؓ بیمار ہیں آپؓ ان کی تیمارداری کے لئے یہاں مدینہ میں ہی مقیم رہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرما دیا۔

اندریں حالات حضرت عثمان بن عفانؓ کا تقاضا تھا کہ میں بھی غزوۂ بدر میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں تو اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان لک اجر رجل ممن شہد بدرا وسہمہ" ؎۱

؎۱ ۱- بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۳ ج-۱ تحت مناقب عثمانؓ

۲- بخاری شریف جلد اول ص ۴۴۲ ج-۱ باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجتہ

۳- بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۸۲ ج-۲ تحت باب قولہ اللہ تعالیٰ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعن

"یعنی آپؓ کے لئے بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں سے بھی آپ کے لئے ہے۔

حضرت عثمانؓ کا بدری صحابہ کے مساوی حصّہ

علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کے ذریعے بدر کی شمولیت سے روکا تھا تو گویا حضرت عثمانؓ فرمانِ نبویؐ کے تحت حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اور پھر حضرت عثمانؓ کو غزوہ بدر کے غنائم میں سے دیگر غانمین اور مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصّہ دیا گیا تھا۔ اور غزوۂ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق بھی زبان نبوّت سے صریح طور پر حکم ہوا کہ عثمانؓ اس اجر اور ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں گویا حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ رقیہؓ کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوّت سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ ان کی خدمت جہاد غزوہ بدر کے برابر شمار ہو حضورؐ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت رقیہؓ کا ہی اعزاز ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے کہ:-

"و تخلف عن بدر علیها باذن رسول الله صلی الله علیه وسلم وضرب له رسول الله صلی الله علیه وسلم سهمان اهل بدر وقال و اجری یا رسول الله قال و اجرك" [1]

---

[1] مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۱۷ ج۹
تحت باب ما جاء فی رقیة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باعث حضرت عثمانؓ غزوہ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے ذمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری تھی پھر آنجنابؐ نے حضرت عثمانؓ کے لئے بدر کے غنائم کے حصّوں میں برابر حصّہ مقرر فرمایا اور جب حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اجر اور ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو ارشاد نبویؐ ہوا کہ تمہارا اجر و ثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔

مضمون ہذا بہت سے مصنفین نے تحریر کیا ہے' اہل تحقیق مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے مزید تسلّی کر سکتے ہیں۔ [1]

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر کیا ہے اور مزید یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ آٹھ افراد قتال میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن پھر بھی ان کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے برابر حصّہ عنایت فرمایا تھا۔ ان افراد میں سے ایک حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تھے جو غزوۂ بدر میں حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور حضور اقدسؐ نے ان کے لئے غنائم میں سے برابر کا حصّہ مقرر فرمایا۔ اس وقت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اجر کا کیا ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا اجر تمہیں ملے گا۔

۱۔ اسد الغابہ لابن اثیر جزری ص۴۵۶ ج۔۵ تحت ذکر رقیہؓ
۲۔ البدایہ لابن کثیر ص۳۰۸-۳۰۹ ج۔۵ فصل فی اولاد النبیؐ
۳۔ البدایہ والنہایہ ص۳۲۴ ج۔۳ فصل فی ذکر جمل من الحوادث
۴۔ کنز العمال ص۳۸۲ ج۔۶ تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان روایت نمبر ۵۹۰۳

اہل علم کی تسلی کے لئے شیعہ مؤرخ مسعودی کی عبارت بعینہٖ پیش خدمت ہے وضرب لثمانية نفر باسهمهم لم يشهدوا القتال وهم عثمان بن عفان تخلف عن بدر لمرض رقية بنت رسول الله صلى الله عليه واله فضرب له بسهمه فقال يارسول الله واجري قال واجرك ...[1]

تنبیہ

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنکھیں بند کر کے اعتراض قائم کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بدر کے فضائل سے محروم رہے۔ تو اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمانؓ آنحضرتؐ کی صاحبزادی رقیہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ ہذا میں شریک نہ ہو سکے اور یہ صورت حال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت پیش آئی تھی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخلف کے ہوتے ہوئے آپ کو ان غنائم کے حصوں اور اجر و ثواب میں برابر کا شریک قرار دیا تھا۔ فلہذا حضرت عثمانؓ ان فضائل اور ثواب بدر سے محروم نہیں رہے۔

مسئلہ ہذا اگر مزید سمجھنا مطلوب ہو تو اس واقعہ کو سامنے رکھیں کہ غزوۂ تبوک میں جس کے فضائل کتاب و سنت میں بیان فرمائے گئے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ شامل نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ طیبہ میں ٹھہرے رہے تھے۔ حضرت علیؓ کا

۱۔ التنبیہ والاشراف ص۲۰۵ للمسعودی الشیعی
تحت ذکر السنۃ الثانیہ من الھجرۃ۔

مدینہ شریف میں قیام اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونا بھی فرمان نبوی کے تحت تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت عثمانؓ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت بھی اسی نوعیت کی ہے مختصر یہ ہے کہ جیسے علی المرتضیٰؓ کی ذات اس مسئلہ میں قابل طعن نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان بن عفان بھی اس مقام میں لائق اعتراض نہیں ہیں۔

وفات رقیہؓ

جنگ بدر ۲ھ میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا۔ سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ادھر حضرت رقیہؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آنجنابؐ کی غیر موجودگی میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے کفن و دفن کی تیاری کی گئی اور یہ تمام امور حضرت عثمان نے سرانجام دیئے حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر کی فتح کی بشارت لے کر جب زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہؓ کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔

تاریخ وفات

اس مقام میں علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔
اور بعض علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ ہجرت کو ایک سال دس ماہ گزرنے

لہ ۱۔ طبقات ابن سعد ص۲۴-۲۵ جلد آٹھ تحت ذکر حضرت رقیہؓ۔
۲۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۲ ج۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك ......

کے بعد حضرت رقیہؓ کی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) [۲]

بین کرنے اور واویلا کرنے کی ممانعت

چند ایام کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں پہنچے تو جنت البقیع میں قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے۔ اور اس موقع پر آنحضرت کی آمد کی بناء پر مزید عورتیں بھی جمع ہو گئیں اور حضرت رقیہؓ پر رونے لگیں جب عورتوں کا زیادہ آواز بلند ہوا تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سختی کرنے سے روک کر عورتوں سے ارشاد فرمایا کہ شیطانی آواز کرنے سے باز رہو اور ارشاد فرمایا کہ جب تک آنکھ اور قلب سے رونا صادر ہو تو یہ علامت رحمت اور شفقت کی ہے لیکن جب زبان سے واویلا اور ہاتھ سے جزع و فزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

"وبکت النساء علی رقیۃ فجعل عمرؓ ینهاهن یضربهن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مه یا عمرؓ قال ثم قال ایاکنّ ونعیق الشیطان فانه مهما یکون من العین والقلب فمن الرحمۃ وما یکون من اللسان والید فمن الشیطان۔" [۱]

---

[۱] ۱۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ص۳۵۱ تحت مسندات یوسف بن مہران عن ابن عباس۔ طبع اول۔ حیدر آباد دکن۔

۲۔ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۱۵۹ ج۔ اول

[۲] ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص۱۶۳ تحت ذکر وفاتہا۔

حضرت فاطمہؓ کا وفاتِ رقیہؓ پر گریہ کرنا

اس موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف کے ساتھ قبر رقیہؓ پر حاضر ہوئیں اور اپنی پیاری بہن کے غم میں ان کی قبر کے کنارے پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ شفقت فاطمۃ الزہراؓ کے چہرے سے آنسو اپنے ہاتھ سے اور کپڑے سے صاف کرنے لگے اور انہیں تسلی دی اور صبر و سکون کی تلقین فرمائی۔

قال وجعلت فاطمۃ رضی اللہ عنہا تبکی علی شفیر قبر رقیۃؓ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح الدموع وجهها بالید او قال بالثوب [۱]

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) باب الرخصۃ فی البکاء بغیر نوح وصیاح۔ (طبع مصر)

۳۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ جلد ثامن تحت ذکر رقیہؓ

۴۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص۸۹۵ جلد ۳۔ تحت قبر رقیہ بنت الرسولؐ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص۱۵۹۔ باب الرخصۃ فی البکاء علی المیت بغیر نوح۔

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۷۱ ج۴ کتاب الجنائز تحت باب سیاق اخبارٍ تدل علی جواز البکاء بعد الموت

۳۔ طبقات ابن سعد ص۲۴ ج۸ تحت ذکر رقیہؓ طبع لیدن

۴۔ وفاء الوفاء للسمہودی ص۸۹۵ ج۳ تحت قبر رقیۃ بنت الرسولؐ

"ایک خصوصی ارشاد"

صاحبزادی رقیہؓ کا جب انتقال ہوگیا تو رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم اور پریشان تھے اور پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپؐ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آنجنابؐ ان آخری لمحات میں اور جنازہ یا کفن و دفن میں شمولیّت نہیں فرما سکے تھے۔ جب آپؐ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں تو مزار رقیہؓ پر تشریف لے گئے وہاں پر آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہؓ کے حق میں تحسر کے کلمات ارشاد فرماتے کہ:-

"الحقی بسلفنا عثمان ابن مظعون" [1]

یعنی اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

---

[1] ۱- طبقات ابن سعد صہ ۲۴/۲۵ جلد ثامن تحت تذکرہ رقیہؓ۔
۲- الاصابۃ صہ ۲۹۷ ج-۴ تحت ذکر رقیہؓ۔
۳- الزرقانی شرح مواہب صہ ۱۹۹ ج-۳ تحت رقیہ رضؓ۔
۴- وفاء الوفاء از نور الدین السمہودی صہ ۸۹۴ ج ۳ تحت قبر رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عثمانؓ بن مظعون کا اجمالی تعارف

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے اور ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی ان کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ شریف میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور "جنّت البقیع" میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے یہی تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارتحال کی وجہ سے نہایت غمناک ہوتے تھے اور آنجنابؐ کے آنسو مبارک جاری تھے اور اسی حالت میں آپؐ نے عثمان بن مظعونؓ کو بوسہ مبارک سے نوازا تھا۔

اس بنا پر حضرت عثمانؓ بن مظعون کو آپؐ نے اپنے سلف صالحین کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ [1]

"شیعہ کی طرف سے تائید"

صاحبزادی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے احوال جس طرح علماء اہل سنت کی کتب سے مختصراً پیش کیے گئے ہیں اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اپنے آئمہ کرام سے اِس موقعہ کے حالات باسند نقل کیئے ہیں چنانچہ ہم ان کی اصُول کی کتاب "فروع کافی" کتاب الجنائز باب المسئلہ فی القبر سے بعض احوال نقل کرتے ہیں اس سے حضرت رقیہؓ کا مقام تو قیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الاصابۃ لابن حجر صہ ۴۵۷ ج ثانی تحت عثمان بن مظعون۔

ہاں تھا وہ واضح ہو جائے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ ع اپنی بہن سے
ہی تعلق نمایاں ہوگا اور ان کے باہمی روابط معلوم ہونگے۔

شیعہ کے ائمہ فرماتے ہیں کہ جب صاجزادی رقیہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور رقیہؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کہ اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو۔

حضرت فاطمہؓ اپنی (پیاری) بہن کی قبر شریف کے کنارے پر تشریف لائیں اور فرطِ غم کی وجہ سے رونے لگیں اور فاطمہؓ کے آنسو قبر رقیہؓ میں گر رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس کھڑے تھے اور اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے وہیں آنجنابؐ نے رقیہؓ کے حق میں کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "رقیہؓ کی ضعیفی مجھے معلوم ہے میں نے اللہ کریم سے سوال کیا ہے کہ وہ رقیہؓ کو قبر کی گرفت سے پناہ دے

"قال لما ماتت رقیة ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ الحقی بسلفنا الصالح عثمٰن بن مظعون واصحابہ قال وفاطمة علیہا السلام علی شفیر القبر تنحدر دموعہا فی القبر ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یتلقاہ بثوبہ قائم یدعو قال انی لاعرف ضعفہا وسألت اللہ عزوجل ان یجیرہا من ضمة القبر" [1]

[1] فروع کافی ص۱۳۳ ج اول کتاب الجنائز باب المسئلة فی القبر۔ طبع نول کشور لکھنؤ

کتاب فروع کافی کے ایک دیگر مقام میں جعفر صادقؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت رقیہؓ کی وفات کا ذکر ہے اور وہاں امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رقیہؓ کی قبر پر تشریف لائے آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپؐ کے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے فرمایا "مجھے رقیہؓ کی تکلیف یاد آئی ہے اور جو اس کو مصیبت پہنچی ہے۔ میں نے قبر کی گرفت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ اس رقیہؓ کو قبر کی تکلیف سے معافی دے دے پس اللہ تعالیٰ نے رقیہؓ کو معافی دیدی ہے۔

"وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ علی قبرہا رفع رأسہ الی السماء فدمعت عیناہ وقال للناس انی ذکرت ہذہ وما لقیت فرققت لہا واستوہبتہا من ضمة القبر قال فقال اللّٰہم ہب لی رقیة من ضمة القبر فوہبہا اللہ لہ" [1]

یہ ایک دو روایتیں شیعہ کے متقدمین علماء نے ذکر کی ہیں اب ایک آدھ روایت شیعہ کے متاخرین علماء کی ذکر کی جاتی ہے تاکہ احباب کو تسلی ہو جائے کہ حضرت رقیہؓ کی فضیلت کے یہ واقعات متقدمین اور متاخرین سب علماء نے ذکر کیئے ہیں۔ (اگرچہ بعض مجلس خوان دوستوں کو نظر نہیں آتے)۔

شیخ عباس قمی چودھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد ہیں وہ ائمہ کی روایت کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

[1] فروع کافی ص۱۲۹ ج اول طبع نول کشور لکھنؤ۔
کتاب الجنائز باب المسئلة فی القبر۔

"چوں رقیہ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وفات یافت حضرت رسول اورا خطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ، عثمان بن مظعون واصحاب شائستہ او۔ وجناب فاطمہ علیہا السلام برکنار قبر رقیہ نشستہ بود و آب از دیدہ اش در قبر می ریخت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آب از دیدہ نور دیدہ خود پاک میکرد و در کنار قبر ایستادہ بود و دُعا میکرد پس فرمود کہ من دانستم ضعف و توانائی اورا واز حق تعالیٰ خواستم کہ اورا امان دہد از فشار قبر۔" [1]

"یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہؓ نے وفات پائی تو آنجنابؐ نے اس کو خطاب کرتے ہوتے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم لاحق ہو اور حضرت فاطمہؓ (اپنی بہن) حضرت رقیہؓ کی قبر کے کنارے بیٹھی رو رہی تھیں اور ان کے آنسو قبر[2] میں گر رہے تھے اور جناب

---

[1] منتہی الآمال للشیخ عباس قمی ص۱۰۸ ج۱ فصل ہشتم در بیان اولاد امجاد آنحضرت است طبع تہران

[2] جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات رقیہ کے وقت بدر میں تھے مندرجہ بالا حالات کیسے صحیح ہوتے؟ تو اس کا مختصر جواب ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے کہ:۔

"یحمل علی انہ اتی قبرھا بعد ان جاء من بدر"

"یعنی بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد آنجنابؐ قبر رقیہؓ پر پہنچے اور یہ کوائف وحالات پیش آئے" ملاحظہ ہو (۱) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۸ تحت ذکر رقیہؓ

(۲) الاصابۃ لابن حجر ص۲۹۷ ج۴ " تحت رقیہ رضؓ

(۳) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص۱۹۹ ج۳ تحت رقیہؓ۔

شاید شیعہ علماء بھی یہی توجیہہ پسند کریں گے یہ ان کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ (منہ)

رسول خداؐ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اپنی نور چشم فاطمہؓ کے آنسو صاف فرما رہے تھے اور دُعا کر رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف معلوم تھا اور حق تعالےٰ سے میں نے درخواست کی کہ قبر کی گرفت سے رقیہ کو امان دے دیں۔"

حاصل کلام مختصر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی روایات میں رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی وفات کے حالات مذکور ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل نکات آشکارا ہیں۔

- حضرت رقیہؓ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔
- آپؐ نے ان کو اپنے سلف صالحین کے ساتھ لاحق ہونے کا خطاب فرمایا۔
- حضرت فاطمہؓ اپنی بہن کے دفن کے وقت قبر پر حاضر ہوئیں۔ اور گریہ وزاری کی۔
- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے حق میں دُعائیں فرمائیں اور وہ یقیناً مقبول ومنظور ہوئیں۔

حضرت رقیہؓ پر درود بھیجنے کا حکم

مندرجہ بالا حالات ذکر کرنے کے بعد اب ہم شیعہ بزرگوں سے ایک دوسرا مسئلہ نقل کرتے ہیں ان کے شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں (حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) پر درود و صلوٰۃ بھیجا جائے چنانچہ ہم درود و صلوات کے یہ صیغے انکے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صحیح عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصول اربعہ کی مشہور کتاب "تہذیب الاحکام" کتاب الصلوٰۃ میں تسبیحات و درود رمضان کے تحت لکھا ہے کہ :-

"اللّٰھم صلی علی القاسم والطاھر ابنی نبیّك. اللّٰھمّ صلّی علی رقیة بنت نبیك والعن من آذی نبیّك فیھا اللّٰھمّ صلّی علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من آذیٰ نبیّك فیھا" لہ

اور یہی درود و صلوٰۃ ان کی متعدد معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم صرف تائیدًا ایک اور کتاب "تحفۃ العوام" کا نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ حضرات اپنی اصول اربعہ کی کتب سے لیکر تحفۃ العوام تک لعن وطعن کے کلمات

لہ تہذیب الاحکام کامل ص۱۵۴ کتاب الصلوٰۃ تسبیحات در درمضان۔ طبع قدیم سنہ ۱۸-۱۳۱۷ھ

بڑے التزام کے ساتھ لکھتے چلے آرہے ہیں۔

"اللّٰھمّ صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیك. اللّٰھم صل علی رقیة بنت نبیك والعن من اٰذی نبیك فیھا اللّٰھم صل علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من آذی نبیك فیھا" لہ

اہل علم حضرات تو عبارت بالا کا ترجمہ اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام دوستوں کے لیے اس عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"...... اے اللہ! تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود و صلوٰۃ بھیج اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی" اس پر لعنت کر (نعوذ باللہ) اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر درود و صلوٰۃ بھیج اور اس شخص پر جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر" (نعوذ باللہ)

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ پر غور کیجئے "جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ / ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی۔ اس پر لعنت کر"

ان صاحبزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہوگی کہ انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہی نہ تھیں ہر وُہ شخص جوان صاحبزادیوں کو اس طرح اذیت پہنچاتا ہے وُہ یقیناً اس بددعا کے تحت آتا ہے۔

لہ تحفۃ العوام باب انیسواں ماہ رمضان المبارک فصل ششم از حاجی حسن علی شیعی۔

سوانح حضرت رقیہؓ
کا اجمالی خاکہ

۱ — صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہؓ حضرت سیدہ زینب سے تین برس بعد میں پیدا ہوئیں۔

۲ — اپنے والد شریفؐ اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے زیرِ نگرانی رقیہؓ نے تربیت پائی اور جوان ہوئیں۔

۳ — اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لائیں اور بیعت، نبویؐ ان کو نصیب ہوئی۔

۴ — نوعمری میں ابولہب کے لڑکے "عتبہ" کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ پھر اسلام کے ساتھ عناد کی وجہ سے رخصتی سے قبل اس نے طلاق دے دی۔

۵ — اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا۔ اور امرِ الٰہی کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر دیا۔

۶ — قریش کی عورتوں نے حضرت رقیہؓ کے حسن و جمال کی تعریف کی۔

۷ — ہجرت حبشہ کی فضیلت حضرت رقیہؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو نصیب ہوئی۔ خدا کی راہ میں تکلیف اٹھا کر اوّلین مہاجرین میں شمار ہوئے اور آخرت میں ثواب و اجر کے مستحق ہوئے۔

...... اس دوران سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احوال کی دریافت کرتے اور کلمات دعا فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی ہو"۔

۹ — ایک مدت کے بعد "ہجرت حبشہ" سے واپسی ہوئی پھر اس کے بعد "ہجرت مدینہ" ان کو حاصل ہوئی گویا دو ہجرتوں سے میاں بیوی دونوں مشرف ہوئے۔

۱۰ — حضرت رقیہؓ کی اولاد ہوئی۔ "عبداللہ" پیدا ہوئے پھر چند برس کے بعد ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں عبداللہ کی وفات ہوئی غسل کفن دفن وغیرہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں انجام پذیر ہوا۔

۱۱ — ایک خادمہ (ام عیاش) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کو ہدیۃً عنایت فرمائی۔

۱۲ — آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہؓ کے گھر پختہ طعام بطور ہدیہ کے ارسال فرماتے تھے۔

اور حضرت عثمانؓ کی جانب سے بھی آنجناب کی خدمت اقدس میں ہدیۃً طعام پیش کیا جاتا تھا۔

۱۳ — حضرت رقیہؓ اپنے خاوند کی بہت خدمت گزار خاتون تھیں اس مسئلہ پر ان کے والد شریف نے انہیں خاص ہدایت فرمائی۔

۱۴ — ۲ھ ایام بدر میں حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ہذا میں تشریف لے گئے اور حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لئے مقرر فرما کر ٹھہرایا۔ اور عثمانؓ کو اجر و ثواب بدری صحابہ کے برابر حاصل ہوا۔ غنائم بدر سے بھی ان کو دیگر حضرات کے مساوی حصہ عنایت فرمایا گیا۔

۱۵ ـــــ حضرت عثمانؓ کے حق میں بدر میں غیر حاضری کی ایسی ہی نوعیت تھی جیسا کہ غزوۂ تبوک میں حضرت علیؓ کی غیر حاضری۔

۱۶ ـــــ حضرت سیدہ رقیہؓ اسی دوران فوت ہو گئیں۔ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزرنے کے بعد ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۷ ـــــ ان کی وفات کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم قبر رقیہؓ پر تشریف لے گئے ساتھ مدینہ کی عورتیں بھی تھیں ان کو واویلا کرنے اور بین و نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔

۱۸ ـــــ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اپنی بہن کی قبر پہ حاضر ہوئیں اور گریہ کرنے لگیں۔

۱۹ ـــــ اس موقعہ پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ "تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو"

۲۰ ـــــ حضرت رقیہؓ پر درود و صلوٰۃ بھیجنے کا مسئلہ (یہ صرف شیعہ کتب سے منقول ہے۔)

ـــــ اس کے بعد "ازالۂ شبہات" کا عنوان پیش خدمت ہے۔

ازالہ شبہات

> شیعہ دوستوں کی طرف سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کئی شبہات ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت رقیہؓ کے سوانح ذکر کرنے کے بعد اب ان شبہات کا ازالہ کر دینا مناسب خیال کیا گیا ہے۔

۱

ایک تو یہ کہا جاتا ہے کہ صاحبزادی رقیہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج کی اولاد ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدیجہؓ کی خواہر زادی ہیں۔

معترضین کی یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

قبل ازیں ہم نے یہ بحث ابتدائے کتاب ہذا میں مفصل ذکر کر دی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ کے سابق ازواج سے اولاد کی بحث اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خدیجہ کی اولاد ہوئی ان دونوں امور کو پوری تفصیل کے ساتھ وہاں بیان کر دیا گیا ہے اور دونوں فریق کی کتابوں سے اس مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے اور اس شبہ کا جواب تمام کر دیا ہے دوبارہ ذکر کرنے کی یہاں حاجت نہیں۔ ابتدائی مباحث

کی طرف رجوع کرلیں تشفی ہو جائے گی۔

۲

دوسری یہ چیز ذکر کرتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے لئے کوئی "فضیلت" اسلامی کتب میں مذکور نہیں نہ کسی شیعہ کتاب میں فضیلت پائی جاتی ہے نہ کسی سُنّی کتاب میں درج ہے"۔

یہ چیز بالکل خلاف واقعہ ہے اور محض عناد کی بنا پر اس کو نشر کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد مبارک ہونے کا انہیں شرف حاصل ہے۔ ان کے سوانح جو ماقبل میں ہم نے مفصل ذکر کئے ہیں وہ اس بات پر شاہد عادل ہیں۔

حضرت رقیہؓ کے سوانح کا ایک ایک عنوان آپ ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمادیں (جو کم و بیش بیس عدد ذکر کیے گئے ہیں) تو آپ کو یقین آجائے گا کہ عدمِ ذکر فضیلتِ رقیہؓ کا جو اعتراض ذکر کیا جاتا ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور لطف یہ ہے کہ ہم نے بیشتر مقامات میں شیعہ احباب کی معتبر کتابوں سے بھی حضرت رقیہ کے احوال و سوانح درج کیے ہیں تاکہ کسی فریق کو کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ تمام سوانح مذکورہ مندرجہ ملاحظہ کرنے کی فرصت نہ ہو تو صرف "سوانح حضرت رقیہ کا اجمالی خاکہ" پر نظر کرلیں جو ان کے حالات کے آخر میں مندرج ہے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن دوستوں نے یہ لکھا ہے کہ "رقیہؓ کے لئے کوئی فضیلت کتابوں میں نہیں ملتی الخ"

انہوں نے یہ کتنا قدر "بابرکت جھوٹ" بولا ہے اور عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ اور اپنے نبی مقدس صلعم کی اولاد شریف پر کس قدر افترا کیا ہے۔ اور تاریخ اسلامی کو کس

طرح مر ڈالا ہے؟؟

۳

تیسری چیز یہ ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت رقیہؓ پر بڑے مظالم کئے ان کو زدوکوب کیا اور ان کو سخت ایذائیں پہنچائیں حتیٰ کہ ان کا انہیں حالات میں انتقال ہوگیا۔ اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر یہ لوگ لعن وطعن کرتے ہیں۔

ناظرین کرام! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مظالم کی یہ داستان سراسر بہتان اور بے اصل ہے اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ کوئی بھی عقل مند آدمی اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ :-

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو غنائم بدر سے باقی اہل بدر کے ساتھ مساوی حصہ عطا فرمایا تھا اور اجر و ثواب میں بھی ان کو شریک ٹھہرایا۔ اور حضرت رقیہ کا ان ہی ایام میں انتقال ہو چکا تھا۔ اگر حضرت رقیہ کا انتقال حضرت عثمانؓ کی ایذا رسانی کی وجہ سے ہوا تھا تو پھر یہ غنائم بدر سے حصہ دینا اور اجر و ثواب میں شریک ٹھہرانا کیسے درست ہوا؟؟

۲۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیا (جیسا کہ عنقریب حضرت ام کلثومؓ کے سوانح میں اس کا مفصل ذکر آرہا ہے۔)

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر پہلی صاحبزادی کے ساتھ ایذا رسانی کی گئی اور اس پر مظالم کیے گئے جن کی وجہ سے وہ وفات پا گئیں تو دوسری صاحبزادی کو ایسے ظالم داماد کے نکاح میں دے دینا عقل و عادت کے برخلاف ہے اور

معززین شرفاء کے طریقہ کے برعکس ہے۔

۳ - نیز حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں بے شمار مقامات میں مدائح اور فضائل ذکر فرماتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ پر رضامندی کا اظہار دواماً فرمایا ہے۔ اس کے متعلق چند چیزیں یہاں درج کی جاتی ہیں مثلاً فرمایا کہ :-

(۱) انّ لکلّ نبیٍ رفیقًا وانّ رفیقی فی الجنّۃِ عثمان[۱]

یعنی ہر نبی کے لئے ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں"

نیز ارشاد فرمایا کہ :-

(۲) ...... عن عبد الرحمٰن ابن عوف ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ[۲] ...... الخ-

یعنی فرمایا کہ ابوبکر جنّت میں ہوں گے۔ عمر جنّت میں ہونگے عثمان جنّت میں ہوں گے۔ علی جنّت میں ہوں گے...... الخ

---

[۱] (۱) مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱ باب مناقب عثمان رض الفصل الثانی،
طبع نور محمدی ، دہلی

(۲) کنز العمال ص۱۵۱ ج-۶ تحت فضائل عثمان ذی النورین رض
روایت ۲۴۷۳ ، ۲۴۷۴ ، طبع اوّل دکن۔

[۲] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ ص۵۶۶ طبع نور محمدی

یہ چند مرفوع روایات ہیں جو اوپر پیش کی گئی ہیں ان میں حضرت عثمان رض کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا جنّت میں رفیق ہونا بتلایا گیا ہے اور جنّت وہ مقام ہے جو مومن کو اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کے ثمرہ میں حاصل ہوتا ہے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رض پر رضامند تھے تب ہی تو ان کو جنّت میں رفاقت کی بشارت دی گئی۔

اور اگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رض پر کسی وجہ سے ناراض تھے تو حضرت عثمان رض کو یہ بشارت نہیں نصیب ہو سکتی تھی۔ نیز حضرت عمر رض سے بھی رضامندی کا یہ مسئلہ مروی ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

۳ - عن عمر رضی اللہ عنہ قال ما احد احق بھذا الامر من ھٰؤلاءِ النفر الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ فسمی علیًا وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعدًا وعبد الرحمٰن[۱] (رواہ البخاری)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ کوئی حقدار نہیں جن لوگوں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر اس عالم سے رخصت ہوئے۔ پھر حضرت عمر رض نے ان کے نام ذکر کئے وہ حضرت علی رض، عثمان رض، زبیر رض، طلحہ رض، سعد رض اور عبد الرحمٰن رض ابن عوف تھے۔

---

[۱] ۱- مشکوٰۃ شریف ص۵۶۵ باب مناقب العشرۃ رض الفصل الاوّل۔

۲ - طبقات ابن سعد ص۴۲ ج-۳ تذکرہ عثمان رض
تحت ذکر الشوریٰ وما کان من امرھم - طبع لیدن۔

۴ - اور خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ :-

" وتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنی راض "[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم سے انتقال ہوا۔ درآنحالیکہ آنجنابؐ مجھ سے راضی اور خوش تھے۔"

مختصر یہ ہے کہ مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے آپؐ سے کسی قسم کی ناراضگی اور ناچاکی پیش نہیں آئی تھی۔ اور مدت العمر حضرت عثمانؓ کے ساتھ آنجنابؐ کے تعلقات شائستہ رہے اور اسی پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

اگر ان صاحبزادیوں (رقیہؓ و ام کلثومؓ) کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے برا سلوک کیا تھا اور ان کے حق میں اس قدر ایذا رسانی کی تھی کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔ تو اس کا احساس نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہونا چاہئے تھا اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو یقیناً اس کا صدمہ پہنچنا چاہیے تھا۔

اگر ایسا ہوتا تو اس کی پاداش میں حضرت عثمان سزا کے مستحق ہوتے۔ اور کچھ بھی نہ ہوتا تو کم از کم زبانی کلامی سرزنش اور عتاب تو ضرور کیا جاتا۔ اور باہمی تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے اور روابط ختم کر لئے جاتے۔

لیکن ان تمام چیزوں کے برخلاف یہاں تو آپس میں رضامندی ہے حضرت

---

[1] کنز العمال ص۳۷ ج۶ طبع اول دکن، تحت فضائل ذی النورین رضؓ
بحوالہ حم - خ - و ابو نعیم فی المعرفۃ

مان کے مدائح اور فضائل بیان ہوتے ہیں ان کے کردار و اعمال پر بشارتیں دی جاتی ہیں جو ان کی قبولیت کی علامت ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صاحبزادیوں کو ایذا رسانی کے قصے تصنیف شدہ ہیں۔ جو حضرت عثمانؓ کے حق میں سوءظنی نشر کرنے کے لئے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان میں حبہ بھر صداقت نہیں ہے۔

۵ - ایک اور قابل غور چیز

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شیعہ کے اکابر مؤرخین نے چند ایسی عالی صفات ذکر کی ہیں جن کے آئینہ میں حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ کردار صاف نظر آتا ہے اور ان کا فضل و کمال سورج بن کر چمکتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی مشہور تصنیف "مروج الذہب" میں (ذکر ذی النورین کے تحت) حضرت عثمان بن عفانؓ کی صفات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہیں۔

" وکان عثمان فی نہایۃ الجود والکرم والسماحۃ والبذل فی القریب والبعید "[1]

" یعنی عثمانؓ نہایت سخی اور مہربان تھے اور نرم برتاؤ اور فیاضی کرنے والے تھے اور قریب اور بعید رشتہ داروں میں بہت خرچ کرنے والے تھے۔"

مسعودی شیعی کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ نہایت عمدہ صفات

---

[1] مروج الذہب للمسعودی ص۳۴۱ ج۲ تحت ذکر ذی النورین۔

کے حامل تھے اور نرم معاملہ اور نرم برتاؤ کرنے والے تھے اور رشتہ داروں میں قریبی ہوں یا غیر قریبی ان سب پر خرچ کرنے والے تھے۔ یہ صفات بتلا رہی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سفاک اور قاتل نہیں تھے اور نہ ہی اپنوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ جن لوگوں نے اپنی اہلیہ پر ظلم اور تشدد کرنے کا ان پر الزام لگایا ہے وہ سراسر کذب و افترا ہے۔ اور ایسا مبارک دروغ تصنیف کیا ہے جس کو کوئی باشعور منصف مزاج آدمی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور خود شیعہ کے مندرجات بالا اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور شیعہ کے اعاظم و اکابر علماء ذوالنورین کے عنوان کو حضرت عثمانؓ کے لئے بطور لقب کے استعمال کرتے تھے۔ یہ لقب صاحبزادیوں کی عظمت کی بنا پر مستعمل ہے۔

(اس کے بعد صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کے سوانح ذکر کئے جاتے ہیں)

سوانح صاحبزادی حضرت سیدہ اُمّ کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسم گرامی سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کا اسم گرامیؓ اُم کلثومؓ ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہے اور کوئی الگ نام معروف نہیں ہے بہت سے علماء نے اس چیز کی وضاحت کر دی ہے ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

"...... وھی ممن عرف بکنیتہ ولم یعرف لھا اسم"[1]

ولادت باسعادت اکثر علماء کے نزدیک حضرت ام کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑی اور اپنی بہن حضرت رقیہؓ سے چھوٹی تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ سے بڑی تھیں لیکن

ل (۱) تاریخ الخمیس ص۲۷۵ ج۔ اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ بنت رسول اللہ صلعم

(۲) الزرقانی شرح مواہب اللدنیہ ص۱۹۹ ج۔۳ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ۔

(۳) ذخائر العقبیٰ لاحمد ابن عبداللہ الطبری ص۱۶۴ [illegible]

یہ قول شاذ ہے پہلی چیز تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔[1]

اسلام لانا اور بیعت کرنا

قبل ازیں حضرت اُم کلثومؓ کی بہنوں کے تذکرہ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی نگرانی میں انہوںؓ نے ہوش سنبھالا اور اس بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں۔ پھر جس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوّت فرمایا تو یہ تمام بہنیں اپنی والدہ کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت کے موقعہ پر انہوں نے اپنے والد شریف کے ساتھ بیعت کی اور دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی۔ اور ہجرت تک مکہ شریف میں ان کا قیام رہا۔

"...... فلم تزل بمكة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم واسلمت حين اسلمت امها وبايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم مع اخواتها حين بايعه النساء"[2]

---

[1] (۱) اسد الغابہ ص ۶۱۲ ج - ۵ تحت ذکر ام کلثومؓ
(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص ۲۷۵ ج - اوّل تحت ذکر ام کلثومؓ

[2] (۱) تفسیر احکام القران للقرطبی ص ۲۴۲ جلد رابع عشر ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب)
(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ام کلثوم رضؓ

حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح اوّل اور طلاق

اعلانِ نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضؓ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے لڑکے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا اور حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن جب اسلام کا دور آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ قرآن مجید میں شرک کی مذمت کی گئی اور مشرکین کا بُرا انجام واضح کیا گیا ان دنوں ابولہب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت (سورۃ تبت یدا ابی لہب...الخ) نازل فرمائی۔ ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) دونوں کی اس مختصر سورۃ میں قباحت واضح کی گئی تھی۔

اس وقت ابولہب اور ام جمیل میاں بیوی دونوں نے اپنے لڑکے عتیبہ کو مجبور کیا کہ "مُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی ام کلثوم کو طلاق دیدے۔ اور ام جمیل اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو کہنے لگی کہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں لڑکیاں رقیہ اور اُم کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) بے دین ہوگئیں ہیں اور قدیم مذہب چھوڑ چکی ہیں۔ فلہذا ان دونوں لڑکیوں کو تم دونوں بھائی طلاق دے دو۔ پس انہوں نے اپنے والدین کے مجبور کرنے پر دونوں صاحبزادیوں کو بلاوجہ طلاق دے دی اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا۔

کہ یہ پاک بیبیاں ان ناپاک مشرکین کے گھر نہ جائیں سو عتبہ نے حضرت رقیہ رض کو اور عتیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم رض کو چھوڑ دیا۔ اور یہ طلاق ان کی رخصتی سے قبل واقع ہوئی تھی۔

قالت ام جمیل ...... لابنیها ان رقیه وام کلثوم قد صبتا فطلقاهما ففعلا فطلقاهما قبل الدخول بهما۔ لہ

قبل ازیں حضرت رقیہ رض کے سوانح میں ذکر کیا گیا ہے ان صاحبزادیوں رقیہؓ وام کلثوم رضی اللہ عنہما کو بلا وجہ طلاق دے دی گئی تھی ان کا کوئی قصور نہ تھا آنحضرت صلعم کو دکھ دینے کے لئے اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ابولہب کے بیٹوں نے یہ ستم روا رکھا تھا۔ اور اسلام کی خاطر ہی ان پاک دامنوں نے یہ مصیبت اٹھائی۔ ان بنات رسولؐ نے نہایت صبر کے ساتھ یہ مراحل طے کیے

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معصوم صاحبزادیوں نے یہ صدمے صرف دین کی خاطر برداشت کئے اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے والد شریف کی خدمت میں مقیم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اخواتہا وعن امہا۔

لہ (۱) اسد الغابة لابن اثیر الجزری ص۶۱۲ ج۔ ۵ { تحت ذکر ام کلثوم رض }

(۲) البدایة لابن کثیر ص۳۰۹ ج۔ ۵ { تحت فصل اولاد نبوی صلعم }

(۳) تفسیر القرطبی ص۲۴۲–۲۴۳ جلد رابع عشیر { تحت آیة قل لازواجك وبناتك۔ (سورۃ احزاب) }

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے اذن سے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی سفر ہجرت میں آنجنابؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفیق سفر تھے اور ابتدائی ایام میں ابوایوب انصاری رض کی منزل پر مدینہ میں قیام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر صدیق رض کے اہل و عیال تاحال مکہ شریف میں مقیم تھے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی یہاں مدینہ شریف بلوا لیا جائے

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور زید بن حارثہ کو اس کام کے لئے تیار کرکے مکہ شریف روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ دراہم آمد و رفت کے مصارف کے طور پر عنایت فرمائے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آنجنابؐ نے سواری کے لئے دو اونٹ ارسال کئے اور خرچ کے لئے پانچ سو درہم عنایت فرمائے تھے اور یہ درہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیق رض نے پیش کئے تھے۔

آپؐ نے ابورافع رض اور زید بن حارثہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ شریف پہنچ کر ہمارے اہل و عیال کو ساتھ لائیں۔

ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رض نے عبداللہ ابن اریقط الدئلی کو دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی ان کے گھر والوں کو ان کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر ہجرت کرکے مدینہ شریف آئیں۔

چنانچہ زید ابن حارثہؓ اور ابو رافعؓ مکہ شریف پہنچے اور سفر ہجرت کی تیاری کر کے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں یعنی ام المؤمنین حضرت سودۃ بنت زمعہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت زید ابن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمن اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید کو بھی ساتھ لیا۔ اور یہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ اُم رومان اور اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ شریف جا پہنچے۔ اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے۔ آنجنابؐ نے اپنے اہل خانہ کو اس موقعہ پر حارثہ بن نعمان کے مکان پر ٹھہرایا تھا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے لئے وہ حجرہ بنوایا جس میں آنجنابؐ کا مزار اقدس ہے۔ اور آپ اس میں مدفون ہیں آپؐ نے اس حجرہ مبارک کا ایک دریچہ مسجد نبوی کی جانب بنوایا تھا جس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اس کے زوج ابو العاص بن ربیع نے روک لیا تھا اس بنتِ رسولؐ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ اور حضرت سیدہ رقیہؓ نے اپنے زوج حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی[1] (جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا گیا ہے)۔

۱۔ (۱) طبقات ابن سعد ص ۱۱۸/۱۱۹ جلد ثامن۔ طبع لیڈن (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس وقت زید بن حارثہ اور اس کے ساتھی مکہ شریف پہنچے تو طلحہ بن عبیداللہ سے ملاقات ہوئی حال احوال بیان کئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ بھی سفر ہجرت کے لئے تیار ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تمام حضرات اور طلحہ بن عبیداللہ سفر ہجرت کے لئے مل کر نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے[1]

مندرجہ واقعات سے معلوم ہوا کہ:۔

۱۔ جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں حضرت صدیق اکبرؓ آنجناب کے ہم سفر تھے اسی طرح آنجنابؐ کے اہل وعیال (دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ وام کلثوم اور ام المؤمنین حضرت سودۃ رضؓ) کے ساتھ سفر ہجرت میں صدیق اکبرؓ کے اہل وعیال شامل تھے یہ چیز دونوں خاندانوں کے تعلقات کی یگانگت ظاہر کرتی ہے اور خوشی اور غمی کے معاملات میں کامل اتفاق واتحاد کا پتہ دیتی ہے۔

۲۔ آنحضرتؐ کے اہل وعیال کے سفر ہجرت کے مصارف حضرت صدیق اکبرؓ نے پیش خدمت کئے تھے اور ثواب دارین حاصل کیا تھا۔

۳۔ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ نے ہجرت مدینہ کا سفر مل کر کیا تھا۔ ان

(حوالہ جات صفحہ گذشتہ)

تحت ذکر منازل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ص ۲۰۲ ج ۳ جلد ثالث فصل فی دخولہ علیہ السلام المدینۃ الخ

(۳) انساب الاشراف للبلاذری ص ۲۶۹ جزء اول

(حوالہ صفحہ ہذا) [1] مجمع الزوائد للهیثمی ص ۲۲۷ ج ۹ باب فی فضل عائشۃ ام المؤمنینؓ (تزویجہا)۔

دونوں بہنوں کی ہجرت ایک سفر میں ہوئی تھی یہ دونوں بہنیں اپنی دو بڑی بہنوں (حضرت زینبؓ وحضرت رقیہؓ) سے ہجرت میں اسبق رہیں۔ مہاجرین کے فضائل جو اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات ان کے حق میں موجود ہیں، وہ ان دونوں صاحبزادیوں کے لیئے بھی ثابت ہیں اور ہجرت کے اجر و ثواب میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

حضرت اُمِّ کلثُوم کی تزویج

پہلے ایک تمہیدی روایت تحریر کی جاتی ہے اس کے بعد دیگر روایات پیش خدمت ہُونگی۔

۱۔ پہلی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح اور تزویج کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:۔

"......ما انا ازوّج بناتی ولکن اللہ تعالیٰ یزوجھن"

(یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کی تزویج میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں")[۱]

یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی بیٹیوں کو میں کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی تزویج کا امر فرماتا ہے اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت ام کلثوم رضؓ کا نکاح اللہ تعالیٰ کے اذن کے موافق ہوا تھا۔ اور باقی صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت فاطمہؓ) کے نکاح بھی امر الٰہی کے تحت ہی سرانجام پائے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کا نکاح بامر خداوندی ہوتا ہے اور ان کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔ چنانچہ اس مسئلہ

---

[۱] المستدرك للحاكم ص۴۹ ج رابع۔ تحت ذکر ام کلثوم بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب معرفة الصحابة

کو بعض علماء نے بحوالہ ابن حجر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ

"قال ابن حجر لا یبعد ان یکون من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم منع التزویج علی بناتہ"

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ خصوصیت ہو کہ آنجناب کی صاحبزادیوں کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری بیوی کو ان کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے"۔ [1]

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں پہلے حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کا انتقال جنگِ بدر کے موقع پر ہو گیا جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے سوانح میں یہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چیز کے خواہشمند اور متمنی تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ دامادی قائم رہتا تو بہتر تھا۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کی وجہ سے آپ نہایت مغموم رہتے تھے، اور پریشانی کے عالم میں تھے۔

چنانچہ ام عیاشؓ ذکر کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ ابن عفان کے نکاح میں دینے کا ارادہ کیا ہے اور یہ چیز وحی آسمانی کے مطابق عمل میں آئے گی۔ ام عیاش وہ عورت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہؓ کو بطور خادمہ عنایت فرمائی تھی اور ام عیاش نبی اقدس کو وضو کرانے کی خدمت بجالاتی تھیں (قبل ازیں ان کا ذکر حضرت رقیہؓ کے تذکرہ میں گذر چکا ہے) اصل روایت کے الفاظ اس طرح مروی ہیں۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج۲ الجزء الثانی۔ طبع اول دکن

"عن ام عیاش وکانت امۃً لرقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما زوجت ام کلثوم من عثمان الا بوحی من السماء وبھذا الاسناد عن ام عیاش قالت وضّأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا قائمۃ وھو قاعد"۔ [1]

۳۔ اور تیسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عثمان! یہ حضرت جبرائیلؑ ہیں خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہؓ کے لئے مقرر ہوا تھا اسی کے موافق ام کلثومؓ کا مہر ہو اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق ہوگی [2]

---

[1] (۱) التاریخ الکبیر امام بخاری ص۲۸۱ ج۲ القسم الاول تحت باب روح۔

(۲) کنز العمال ص۱۴۸ ج۶ روایت ۲۴۱۸ طبع اول دکن
بحوالہ (طب عن ام عیاش) تحت فضائل ذی النورین عثمانؓ

(۳) کنز العمال ص۱۴۹ ج۶ روایت ۲۴۳۰ طبع اول دکن
تحت فضائل ذی النورین عثمان بحوالہ (ابن مندۃ۔ طب۔ خطیب۔ ابن عساکر)

(۴) شرح مواھب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۲ ج۳ جلد ثالث تحت ذکر ام کلثومؓ

(۵) تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ص۳۶۴ ج۱۲ تذکرہ فضل ابن جعفر بن عبداللہ

(۶) مجمع الزوائد للہیثمی ص۸۳ ج۹ تذکرہ ام کلثومؓ

[2] (۱) اسد الغابہ ص۶۱۳ ج۵ تذکرہ ام کلثوم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

۴۔ اور بعض روایات میں حضرت ام کلثومؓ کے نکاح کا مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا سابق خاوند فوت ہو گیا اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بھی فوت ہو گئیں تو کچھ مدت کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی دختر حضرت حفصہؓ کے نکاح کے لیے حضرت عثمانؓ کو پیش کش کی لیکن حضرت عثمانؓ نے فی الحال نکاح لینے سے معذرت کی۔
پھر حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر (بطور اظہار افسوس کے) ذکر کیا تو آنجنابؐ نے (اطمینان دلاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ حفصہؓ کو وہ زوج نکاح کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہو گا۔ اور عثمانؓ اس عورت سے نکاح کریگا جو حفصہؓ سے بہتر ہوگی

نعرضها على عثمان حين ماتت رقية بنت النبي صلى الله

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) ذخائر العقبى فى مناقب ذوى القربى ص۱۶۵ للحافظ محب الدين احمد بن عبد الله الطبرى المتوفى ۶۹۴ھ طبع مصرى (الفصل السادس فى ذكر ام كلثومؓ)

(قال المحب الطبرى) خرجه ابن ماجة القزوينى والحافظ ابو القاسم الدمشقى والامام ابو الخير القزوينى المالكى۔

(۳) كتاب المعرفة والتاريخ جلد ثالث ص۱۵۹ ج۳ لابى يوسف يعقوب بن سفيان البسوى۔

(۴) كنز العمال ص۳۷۵ ج۶ روایت ۵۸۲۵/۵۸۲۵ تحت فضائل ذى النورين عثمانؓ۔

(۵) المستدرك للحاكم ص۴۹ ج۴ جلد رابع تذکرہ ام کلثوم بنت الرسولؐ۔

(۶) كنز العمال ص۱۴۹ ج۶ تحت فضائل عثمانی روایت ۲۴۲۹

عليه وسلم ما اريد اتزوج اليوم فذكر عمرؓ لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال يتزوج حفصة من هو خير من عثمان ويتزوج عثمان من هى خير من حفصة“ ؎۱

چنانچہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں لیا اور وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

اس طرح حضرت عثمان نے آنجنابؐ کے دوہرے داماد ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اور اس نکاح اور تزویج کے حق میں جو ارشادات خداوندی ہو چکے تھے وہ پورے ہوئے۔

نیز مندرجہ بالا مقام میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں ”لفظ خیر“ کا استعمال فرمایا گیا۔ یہ چیز ام کلثومؓ کے لیے بڑے اعزاز و اکرام کی ہے۔
جن لوگوں کے دل میں اپنے نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کا احترام ہے وہ اس کلمہ کی قدر دانی کرتے ہیں اور اس کے وزن کو سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ ”بنات ثلاثہؓ“ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے خارج کرنے پر کمر بستہ ہیں ان کی نگاہ میں ان کا کیا احترام ہو سکتا ہے؟؟

؎ (۱) الاصابة ص۲۶۴ ج۴ تحت حفصة بنت عمر رضى الله عنه

(۲) شرح مواهب اللدنيه للزرقانى ص۲ ج۳ تحت ذكر ام كلثومؓ

(۳) تاريخ الخميس ص۲۷۶ ج اول تحت ذکر ام کلثومؓ

(۴) نسب قريش ص۳۵۲ تحت حفصہؓ بنت عمرؓ۔

مندرجات بالا سے (حسبِ) ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے دستیاب ہیں جن میں سے چند حوالہ جات اوپر پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بابرکت رشتۂ نکاح امرِ خداوندی کے تحت ہوا تھا۔ اور یہ چیز زوجین (حضرت عثمان رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ) دونوں کے حق میں بڑی عالی منقبت ہے۔

۲۔ نیز یہ چیز واضح ہوئی کہ حضرت اُمِّ کلثوم رضؓ کے نکاح میں وہی مہر رکھا گیا جو حضرت رقیہ رضؓ کے لئے تجویز کیا گیا تھا اور ان کے ساتھ بہتر مصاحبت اور عمدہ رفاقت کی بھی وہی حدود ملحوظ رکھی گئیں جو حضرت رقیہ رضؓ کے حق میں ملحوظِ خاطر رہی تھیں۔

ان حالات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رقیہ رضؓ پر ظلم و ستم کی داستانیں جو مخالف لوگ تیار کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور بے حقیقت ہیں۔

۳۔ نیز اس مقام سے حضرت عثمان کی فضیلت اور برتری اعلیٰ درجے کی ثابت ہوتی ہے کہ ایک صاحبزادی کے انتقال فرمانے کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری لختِ جگر حضرت عثمان رضؓ کے نکاح میں دیتے ہیں اور یہ سارا معاملہ وحیِ آسمانی کے تحت سرانجام پاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ وحیِ آسمانی کے تحت ہوا تھا اسی طرح یہ بھی ہوا ہے۔

اس بناء پر امتِ مسلمہ نے حضرت عثمان رضؓ کے لئے ذوالنورین کا صحیح لقب تجویز کیا ہے۔ اور وہ اس اعزاز کے بجا طور پر مستحق ہیں اور یہ ایسا اعزاز ہے جس میں ان کے ساتھ اور کوئی صحابیؓ شریک نہیں ہے۔

تاریخ تزویج سیدہ اُمِّ کلثوم رضؓ

عُلماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا تھا اور چند ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی اور اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

.... وکان نکاحه ایاها فی ربیع الاول من سنة ۳ھ ثلاث و بنیٰ بها فی الجمادی الاخریٰ من السنة ثلاث" [۱]

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیخ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب "الانوار النعمانیہ" میں لکھا ہے کہ صاحبزادی رقیہ رضؓ کے بعد حضرت عثمان ابن عفان رضؓ نے ان کی بہن حضرت اُمِّ کلثوم کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔"

... واما ام کلثوم فتزوّج ایضاً عثمان بعد اختها

---

[۱] (۱) اسد الغابہ لابن اثیر الجزری ص ۶۱۲ ج ۵ تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

رقیہ وتوفیت عندہ" [1]

عدمِ اولاد اللہ تعالےٰ اپنے تکوینی مصالح آپ ہی جانتا ہے نظامِ عالم کے یہ امور اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہماری عقل نارسا انہیں پا نہیں سکتی یہ چیزیں عقولِ عامہ سے بالاتر ہیں اور فہمِ قاصر سے بعید ہیں۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہوئی ہی نہیں اور بعض سے اولاد شریف ہوئی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا البتہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے جو اولاد ہوئی تھی اس سے آنجناب کی نسل مبارک چلی۔ جیسا کہ عنقریب ہم تذکرہ سیدہ فاطمہؓ میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

ہر ایک صاحبزادی کے تذکرہ کے تحت ان کی اولاد کا ذکر جس صورت میں پایا جاتا ہے وہ بیان کر دیا ہے۔

حضرت ام کلثومؓ کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی اور شادی کی رسم نہیں ادا کی گئی تھی۔ اس سے اولاد کا نہ ہونا تو ظاہر بات ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کی تزویج ہوئی اور رخصتی بھی ہوئی اور زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی درست رہے لیکن حضرت اُم کلثومؓ سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی بنابریں اس عنوان کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے۔

---

[1] الانوار النعمانیہ ص۳۶۷ ج۔ اول تحت نور مولودی (ب۔ ا)

ایک انتباہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اخلاق بہت بلند تھا نہایت کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔ آپؓ کے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کے مراسم نہایت مخلصانہ تھے اس بنا پر حضرت عثمانؓ کے نکاح میں جب تک حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ (یکے بعد دیگرے) زندہ رہیں تو انھوں نے کوئی دوسرا نکاح اور شادی نہیں کی۔ کیونکہ ضرائر یعنی سوکنوں میں عموماً چپقلش ہو جاتی ہے اور تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں اور کئی قسم کے باہمی مناقشات چل نکلتے ہیں اپنے اہل خانہ کو ان تمام چیزوں سے بچانے کے لئے یہی طریق اسلم تھا جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمایا اور صرف آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اکرام کے پیش نظر نکاح ثانی کا ارادہ تک نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ نے ان صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد متعدد خواتین سے نکاح کئے لئے اور ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی۔ مثلاً فاختہؓ بنت غزوان۔ فاطمہؓ بنت ولید۔ رملہؓ بنت شیبہ نائلہؓ بنت فرافضہؓ وغیرہا۔ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

"بیش قیمت چادر کا استعمال"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا لباس عمدہ ہوتا تھا حضرت عثمان رضؓ غنی جیسے خاوند کے ساتھ رہتے ہوئے یہ انداز معاشرت لازمی تھا آپ اس طرح کے اچھے لباس کو استعمال فرماتی تھیں یہ حالات ان کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت کرتے ہیں اور ان سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ روایت کے الفاظ ذیل میں منقول ہیں۔

" اخبرنی انس بن مالک انہ رائی علی ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برد حریر سیراء " لہ

لہ (۱) بخاری شریف ص۸۶۸ ج۲ کتاب اللباس باب الحریر للنساء

(۲) السنن للنسائی ص۲۵۲ باب ذکر الرخصۃ للنساء فی لبس السیراء

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۸ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ

(۴) کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی ص۱۶۴ ج۳

(۵) الاصابہ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر ص۴۶۶ ج۴ تحت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم۔

حضرت ام کلثوم رضؓ کا انتقال

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضؓ کا انتقال ۲ھ میں ہو گیا تھا (جیسا کہ حضرت رقیہ رضؓ کے حالات میں ذکر کیا گیا) اور حضرت زینب رضؓ کا انتقال ۸ھ میں ہوا تھا جیسا کہ یہ بات ان کے حالات میں ذکر کی جا چکی ہے۔

قدرت کاملہ کی طرف سے حالات کی یہی صورت فیصلہ تھی اور اللہ تعالےٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضؓ کا انتقال بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی ہو چنانچہ ماہ شعبان ۹ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں۔

"........ و توفیت ام کلثوم فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان سنۃ تسع من الھجرۃ" لہ

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں کا جناب کی حیات

لہ (۱) تفسیر القرطبی ص۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر ۱۴ تحت آیۃ قل لازواجک و بنات ...... الخ سورۃ احزاب۔

(۲) کتاب الثقات لابن حبان ص۵۱ ج ثانی تحت سنۃ التاسع

(۳) البدایۃ لابن کثیر ص۳۹ ج۵ تحت سنۃ تاسع ۹

(۴) طبقات ابن سعد ص۲۵ ج۸ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ۔

میں ہی انتقال کر جانا عجیب اتفاقات قدرت میں سے ہے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان بھی آنجناب کی حیات طیبہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ اندریں حالات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی واندوہناکی ایک فطری امر تھا اور انسانی تقاضوں کے عین مطابق تھا مگر حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مالک کریم کے فرمان کے تحت نہایت صابر و شاکر ہوتے ہیں اور اپنی امت کو بھی برداشت مصائب کی تلقین فرمایا کرتے ہیں۔ اس بناء پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی پیاری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر پوری طرح صابر و شاکر تھے آنجنابؐ کی اولاد شریف میں سے اب صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ زندہ تھیں باقی تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

حدیث شریف میں مذکور ہے:

"اشد الناس بلاءً الانبیاء الامثل فالامثل الخ (او کما ذکر فی الحدیث)"

یعنی انبیاء علیہم السلام لوگوں کے اعتبار سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں پھر جو ان کے زیادہ مشابہ ہو الخ

اس مقام میں بھی اسی چیز کا مظاہرہ ہوا۔ اور اُمت کے لئے تسکین و تسلی کا ایک طرح یہ نمونہ قائم ہوا کہ جب ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے معاملہ میں یہ صورت پیش آئی اور ایک صاحبزادی کے بغیر باقی اولاد زندہ نہ رہی تو ہمارے لئے ایسی صورت ہو تو ہمیں بھی صبر و شکر سے کام لینا چاہئے اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیئے۔ (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ)

"یعنی فرمان خداوندی ہے کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اسوہ حسنہ ہے۔ اس کے موافق عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر

روایات کی کتابوں میں یہ چیز بھی ملتی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس انقطاع صہریت پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے۔ ان حالات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی تسکین خاطر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"لو کن عشرًا لزوجتهن عثمان" [1]

یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمانؓ کی تزویج میں دے دیتا"

اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمیق تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبین میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ پر ظلم و ستم کئے جانے کے قصے جو لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں وہ سراسر جعلی اور بے بنیاد ہیں اگر ان میں سے کوئی بات صحیح ہوتی تو حضرت عثمانؓ اور نبی اقدسؐ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے چاہیے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

---

[1] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۸ تحت ذکر ام کلثوم
(۲) مجمع الزوائد للهیثمی ص ۲۱۷ ج ۹ تحت ما جاء فی رقیۃ واختها ام کلثومؓ

حضرت ام کلثومؓ کے غسل کا بیان

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل اور کفن کے انتظامات سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائے اور جو عورتیں حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں شریک ہوئی تھیں ان کا ذکر متفرق روایات میں پایا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؓ کے غسل دینے میں حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور اسماء بنت عمیس اور لیلیٰؓ بنت قانف الثقفیہ اور امّ عطیہؓ انصاریہ شامل تھیں اور انہوں نے ام کلثومؓ کا غسل حسب دستور سر انجام دیا۔

ام عطیہؓ[1] کہتی ہیں کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے غسل دلانے میں میں بھی موجود تھی۔

---

[1] قولہٗ ام عطیہؓ انصاریہ کے ذکر میں ایک تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے ۔ کہ صاحبزادی حضرت زینبؓ کے غسل کے موقع پر بھی ام عطیہ انصاریہؓ کے متعلق منقول ہے کہ یہ حضرت زینبؓ کے غسل دلانے میں شامل تھیں اور کفن کے کپڑوں کی تفصیلات بھی انہوں نے ذکر کی ہیں (جیسا کہ حضرت زینبؓ کے حالات میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ جات سے ذکر کیا گیا ہے)۔

تو ام عطیہؓ انصاریہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ :۔

"ویمکن الجمع بان تکون حضرتهما جمیعاً"

(فتح الباری شرح بخاری ص۹۹ ج۳ باب غسل المیت ووضوئہ)

یعنی ہو سکتا ہے کہ ام عطیہ انصاریہؓ حضرت زینبؓ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین یا پانچ یا سات بار غسل دلائیں اس کے بعد آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں اس کے بعد مجھے اطلاع کریں۔ پس ہم نے اسی طرح کیا اور نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کی تو آپؐ نے ہمیں کفن کے کپڑے اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر ایک قمیص اور پھر ایک اوڑھنی اور اس کے بعد ایک چادر اور پھر ایک بڑی چادر جس میں تمام جسم کو لپیٹ دیا گیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مکان کے دروازے پر تشریف فرما تھے آنجنابؐ کے پاس یہ کپڑے تھے جو آپ نے ایک ایک کر کے ہمیں پکڑائے۔ اور آنجنابؐ کے ارشاد کے مطابق ان کو استعمال میں لایا گیا۔ اور اُمّ کلثومؓ کی کفن پوشی کا کام سر انجام پایا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور حضرت ام کلثومؓ دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہوں۔

اور یہ بھی علامہ ابن عبدالبر نے ام عطیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ :۔ بانّها کانت غاسلةً المیتات ۔ یعنی ام عطیہ انصاریہ میتوں کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں۔" فلہٰذا ام عطیہ کا متعدد غسلوں میں شریک ہونا کوئی قابل اشکال نہیں ہے۔ (منہ)

(۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص۲۰۱ ج۳ تحت ذکر ام کلثومؓ

(۲) تہذیب الاسماء واللغات للنووی ص۳۶۴ تحت ام عطیہ

(حرف العین)

ذیل مقامات میں یہ مضمون منقول ہے اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں[1]۔

---

[1] (۱) مسند احمد ص ۳۸ ج-۶ تحت حدیث لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ۔
(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۶-۷ ج-۴ باب کفن المرأۃ
(۳) شرح السنۃ للبغوی ص ۳۱۳-۳۱۴ جلد خامس باب التکفین۔
(۴) البدایۃ لابن کثیر ص ۳۹ ج-۵ تحت ۹ھ۔
(۵) اسد الغابۃ ص ۶۱۲ ج-۵ تذکرہ ام کلثوم
(۶) ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ص ۱۶۶-۱۶۷ تحت ذکر وفات ام کلثوم رضؓ۔

ان روایات سے فقہاء کرام نے غسل اور کفن کے مسائل استنباط کرکے کتب فقہیہ میں درج کئے ہیں۔

مفتاح التبلیغ

تبلیغی کام کرنے والوں کے لیے انمول ہدایات اور تفصیلات
اسلامی حکمت عملی اور طریقِ تبلیغ پر مفصل کتاب۔
قیمت : ۵۰/- روپے

حضرت سیدہ ام کلثومؓ کی نماز جنازہ

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا غسل اور کفن ہو چکا تو ان کے جنازہ کے لئے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ تشریف لائے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ خود پڑھائی اور آنجنابؐ کے معیت میں جو صحابہ کرامؓ موجود تھے وہ تمام شامل ہوئے۔

"قال ابن سعد و صلّے علیہا ابوہا صلی اللہ علیہ وسلم"[1]

حضرت ام کلثومؓ کے لئے یہ ایک فضیلت عظمیٰ ہے کہ ان پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں فرمائیں اور آپؐ کے ساتھ باقی صحابہ کرام بھی دعا کرنے میں شامل اور شریک رہے۔

یہ تمام چیزیں "قرائنِ اجابت ہیں اور "حسن مآل" پر دال ہیں۔ غفر اللہ تعالیٰ لہا ولاخواتہا۔

---

[1] (۱) شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ص ۲۰۰ ج-۳ تحت ذکر ام کلثوم رضؓ
(۲) تاریخ الخمیس للدیار البکری ص ۲۷۶ ج-اول تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم
(۳) طبقات ابن سعد ص ۲۶ ج ۸ جلد ثامن تحت ذکر ام کلثوم

حضرت اُمِّ کلثومؓ کا دفن

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ ہو چکی تو اس کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لئے جنت البقیع میں لایا گیا اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور جب قبر تیار ہو چکی تو ام کلثومؓ کو دفن کرنے کے لئے ابو طلحہ انصاریؓ قبر میں اترے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ اور الفضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

آنحضرت صلعم کا غم واندوہ

خادم نبوی حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے دفن کے موقع پر ہم حاضر تھے اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو مبارک (فرطِ غم کی وجہ سے) جاری تھے۔

"عن انس رضی اللہ قال شھدنا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدفن ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر فرایت عینیہ تدمعان۔" لہ

لہ (۱) مشکوٰۃ شریف ص۱۴۹ تحت باب دفن المیت الفصل الثالث

(بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں)

حصر یہ ہے کہ صاحبزادی ام کلثومؓ کے انتقال اور غسل وکفن وجنازہ ودفن کے تمام مراحل میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود موجود تھے اور شریک حال اور نگران کار تھے اور یہ تمام امور جناب کے ارشادات کے تحت سرانجام پائے ام کلثوم کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت کی چیز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اخواتها وعن امهاتها۔

اب اس کے بعد "ازالہ شبہات" تحریر کیا جاتا ہے جیسا کہ سابقاً یہ عنوان سوانح کے آخر میں درج کیا جا رہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

(۲) شرح السنۃ للبغوی ص۳۹۴ ج۵ باب نزول الرجل فی قبر المرأۃ۔

(۳) طبقات ابن سعد ص۲۶ ج۸ تحت ذکر ام کلثومؓ۔

(۴) تفسیر القرطبی ص۲۴۲-۲۴۳ جلد رابع عشر تحت اٰیۃ قل لازواجك ......
(سورۃ الاحزاب)

ازالۂ شبہات

۱

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضہ، ام المؤمنین ام سلمہ رضہ کی لڑکی تھیں اور ان کے سابق زوج ابو سلمہ کی اولاد میں سے تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پانے کی بنار پر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کہا گیا ہے۔ یعنی ام کلثوم رض نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک بیٹی ہیں جسے عربی زبان میں "ربیبہ" کہتے ہیں۔

جواباً گذارش ہے کہ:-

حضرت ام سلمہ رض کی اولاد جو ابو سلمہ سے تھی اس میں بیشتر علمار نے تو ام کلثوم رضہ نامی کوئی لڑکی ذکر ہی نہیں کی۔ ابو سلمہ کی اولاد میں دو لڑکے سلمہ اور عمر اور دو لڑکیاں زینب اور درہ ذکر کی گئی ہیں البتہ بعض علمار نے ابو سلمہ کی ایک لڑکی "ام کلثوم" بھی ذکر کی ہے۔ لیکن یہ قول شاذ ہے اگر اسے درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ام سلمہ رض کی ایک لڑکی ام کلثوم بھی تھیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی ام کلثوم حضرت عثمان رض کی زوجہ بنیں حضرت ام سلمہ کی لڑکی اگر ہے بھی تو وہ ام کلثوم دوسری ہے اس کی ماں کا نام ام سلمہ ہے اور اس ام کلثوم کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رض ہے

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ ایک دوسری شخصیت ہے حضرت اُم سلمہ رض کی بیٹی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کی اولاد کی تفصیلات کے تحت قبل ازیں مفصلاً ذکر کر دیا ہے۔

سو اس اعتراض کی بنیاد صرف تشابہ لفظی پر ہے کہ دونوں لڑکیوں کا نام ام کلثوم ہے محض مشابہت اسمی کی وجہ سے اعتراض پیدا کر لیا گیا ہے ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اتنی اہم تاریخی بات کا فیصلہ کرنے کے لئے محض اس قسم کے احتمالات اور لفظی شبہات کوئی وزن نہیں رکھتے۔

۲

معترض دوستوں نے ایک یہ اعتراض بھی نشر کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینب رض۔ حضرت رقیہ رض اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہن) کی کوئی فضیلت کی چیز اسلامی کتب میں نہیں پائی جاتی۔ شیعہ وسنی علمار کی تصانیف کا ہر صفحہ ان کے ذکر فضیلت سے کورا نظر آیا اور نبی پاک اور ان بیٹیوں کے درمیان الفت ومحبت کا مظاہرہ کہیں نظر نہیں آتا۔"

وغیرہ وغیرہ۔

اس اعتراض کے جواب کے لئے اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہر سہ صاحبزادیوں رض کے مذکورہ سوانح پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ایک ایک "عنوان" کو سامنے رکھا جائے تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے اور اس

اعتراض کا بے بنیاد ہونا از خود واضح ہو جاتا ہے

ناظرین کرام کی توجہ کے لئے چند معروضات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال و سوانح ہم نے قریباً اڑتیس عدد اپنی کتب سے اور ساتھ ہی کم و بیش چوبیس[۲۴] عدد شیعہ اکابر علماء کی کتب سے پیش کئے ہیں جن کے اسماء کی فہرست اس کتاب کے اوّل میں یا آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے ذخیرہ سے ہر سہ صاحبزادیوں کے احوال بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے ہیں اور بیشتر مقامات میں ان کی اصل عبارات بھی ذکر کر دی ہیں تاکہ ناظرین کرام کے لئے پوری طرح تسلی کا سامان ہو جائے۔

اہل علم و دانش ان تفصیلات کے مطالعہ سے بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ معترضین کا یہ دعویٰ کہ "سنی و شیعہ کتب ان کے ذکر فضیلت سے خالی ہیں" کہاں تک درست ہے؟ اور "بناتِ ثلاثہ" کے ذکر فضیلت کا کتب تاریخ و روایات میں نہ پائے جانے کا بلند بانگ دعوےٰ کتنا قدر صحیح ہے؟؟ اور اس میں کیا کچھ صداقت ہے؟؟

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ ان تینوں صاحبزادیوں کے احوال کا ایک مختصر خاکہ آپ مندرجہ ذیل صورت میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مثلاً ان تینوں صاحبزادیوں (حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) کا:-

۱ - سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "نسبِ مبارک" اور "اولاد شریف" میں سے ہونا۔

۲ - آنجنابؐ کے خانہ مبارک میں پرورش پانا اور تربیت حاصل۔

۳ - اسلام لانا اور دین کی دولت سے مشرف ہونا۔ اور بیعتِ نبویؐ سے سرفراز ہونا۔

۴ - حضرت رقیہؓ کا دو ہجرتوں اور زینبؓ و ام کلثومؓ کا ایک ایک ہجرت کے مصائب اٹھانا اور شرف ثواب حاصل کرنا اور مہاجرین کے فضائل سے بہرہ ور ہونا۔

۵ - آنجنابؐ کا ان کے حق میں نکاح و تزویج کے سامان کرنا اور ان کے ساتھ مہر و الفت کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا۔

۶ - پھر ان بیبیوں سے جو اولاد ہوئی اس کے ساتھ آنجنابؐ کا محبت و الفت کا سلوک کرنا۔

۷ - ان "بناتِ طیبات" کے حق میں آنجنابؐ کا "کلمات خیر" فرمانا۔

۸ - حضرت رقیہؓ کے بغیر باقی دونوں صاحبزادیوں (حضرت زینب و حضرت اُم کلثومؓ) کی وفات کے موقع پر آنجناب کا موجود ہونا اور رنج و الم کے واقعات میں شرکت کرنا اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے جانا۔

۹ - ان پیاری صاحبزادیوں کے غسل و کفن کے انتظامات خود مکمل کرانا اور بعض دفعہ اپنی چادر مبارک ان کے کفن میں شامل کرنا۔

۱۰ - ان کی نماز ہائے جنازہ خود پڑھانا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعائیں فرمانا۔

۱۱ - اس کے بعد اپنی نگرانی میں ان کے دفن کے انتظامات کرنا اور قبر میں اُتر کر خصوصی دعائیں فرمانا۔

۱۲ - حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا اپنی پیاری بہنوں کے ان اندوہناک مواقع میں غمگساری کے طور پر شریک و شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا امور اہل علم اور دیندار و منصف مزاج لوگوں کے نزدیک خیر و برکت کے شمار ہوتے ہیں اور فضیلت اور عظمت کے واقعات سمجھے جاتے ہیں۔

ان تمام احوال سے صرف نظر کر کے بعض لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ "ان محترم بیبیوں کے حق میں کوئی فضیلت کی چیز کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتی" اور یہ نبی کی رواجی بیٹیاں تھیں یہ نبی کی روایتی بیٹیاں تھیں۔ نیز یہ کہنا کہ آنجناب کے ان بیٹیوں سے انس و محبت کے فطری تعلقات کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ یہ امر واقع کے بالکل برعکس ہے اور سیرت نبوی کے واقعات کے من وعن بر خلاف ہے۔ اسلامی تاریخ کے بیانات کے ساتھ تضاد ہے۔

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے ساتھ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے اور آنجناب کی مقدس نسل کے ساتھ خاص قلبی عداوت ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ بظاہر دوستی کی شکل میں دشمنی ہے کہ ان کی حقیقی بہنوں کے نسب مبارک کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان بیبیوں کے فضائل و مکارم کی نفی کر کے خاندان نبوی کے ساتھ ستم روا رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اہل اسلام اور اہل ایمان کے قلوب مجروح ہوتے ہیں۔ (فیا اسفاہ)

یہاں حضرت سیدہ ام کلثوم رضؓ کے متعلقات اختتام پذیر ہیں اسکے بعد حضرت فاطمہ رضؓ کے حالات ذکر کئے جاتے ہیں۔ (بعونہ تعالیٰ)۔

قبول عام کتاب

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

یورپ کی علمی بددیانتی کو بے نقاب کرتے ہوئے پروفیسر طفیل ہاشمی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی کون کونسی ایجادات کا سہرا انہوں نے اپنے سر باندھ لیا ہے۔ اس معرکۃ الآرا کتاب میں طب، ہیئت، ریاضی، کیمیا، طبعیات، نباتات، زراعت اور ٹیکنالوجی میں مسلمانوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن، اسلام اور سائنس کے تمام اشتراکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ کتاب سائنسدانوں، محققین، پروفیسرز، تاریخ، سائنس کے ماہرین، علوم اسلامیہ کے طلبا اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے دیگر قارئین کے لیے بے نظیر تحفہ ہے۔

اپنے موضوع پر سب سے مدلل اور تحقیقی کتاب۔ اعلیٰ ایڈیشن۔ ۴۵/ روپے۔ عام ۳۲/ روپے

غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

معروف ادیب عبداللہ قریشی کے قلم سے شمع رسالت کے ان پروانوں کا بصیرت افروز تذکرہ جنہوں نے ناموس رسالت پر سب کچھ قربان کر دیا۔ سبق آموز حالات و واقعات۔ قیمت ۱۵/ روپے

حضرت اویس قرنیؒ

ایک ایسے عاشق رسولؐ کے ایمان افروز حالات و واقعات جس سے حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ نے دعا کی درخواست کی۔ قیمت ۱۲/ روپے

سلطانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عبدالماجد دریا آبادی کے سیرتی مقالات کا زوح پرور حسین گلدستہ۔ کتاب نام سے زیادہ ایمان افروز ہے۔ قیمت ۲۷/ روپے

تالیف حضرت مولانا محمد نافع

معروف صحابی رسولؐ اور سردار قریش حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلامی کارنامے اور پرخلوص مساعی کو پہلی مرتبہ قابل ترمیم حوالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ قیمت ۹ روپے

سیرتِ نبوی قرآنی

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے گوہر بار قلم سے قرآن عزیز کی روشنی میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلکیاں۔ سیرت نگاری کا اچھوتا انداز۔ پڑھیے اور ایمان تازہ کیجیے۔ قیمت ۲۵ روپے

"عجائباتِ فرنگ" سفرنامہ

اُردو کا پہلا نہایت دلچسپ ہمہ رنگ سفرنامہ لندن، پیرس، مصر، پرتگال اور ہندوستان کی تہذیب و معاشرت کا بہترین نظارہ۔ قیمت ۲۲ روپے

اصطلاحاتِ صوفیاء

حضرات اولیاء کرامؒ کی صوفیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا۔ تصوف کے موضوع پر ایک عجیب و غریب کتاب۔ قیمت: ۲۲ روپے

اسلام میں غلامی کی حقیقت

مفکر اسلام مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے قلم سے مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل منہ توڑ جواب۔ مجلد ۲۵/ روپے۔ پلاسٹک کور ۲۰/ روپے

سوانح حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماقبل میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سہ صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے احوال اور سوانح بقدرِ ضرورت ذکر کیے ہیں۔ اس سے ان طیبات طاہرات کی عظمت اور منزلت پورے طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چہارم صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے احوال زندگی ذکر کیے جاتے ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کی تفصیلات کے تحت گذشتہ اوراق میں ان کے اجمالی ذکر و اذکار آگئے تھے لیکن یہاں ان کے مستقل سوانح حسبِ ترتیب درج کرنا مطلوب ہیں اب وہ تحریر کیے جاتے ہیں۔ فضائل و مناقب (جو عند الجمہور صحیح ہوں) وہ بھی ذکر کیے جائیں گے اور خاص طور پر اخلاق و کردار اور عملی و معاشرتی زندگی کے پہلو زیادہ واضح کرنے کا ارادہ ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

مکہ

عربی زبان سیکھنے اور عرب ممالک میں ملازمت
کے خواہشمند افراد کیلئے
ایک نادر تحفہ

جدید عربی سیکھئے

شفیق مرزا
ایم اے

تقسیم کنندگان مکہ بکس ۵ گنج بخش سٹریٹ اردو بازار لاہور

ولادت باسعادت

سیرت نگاروں کے نزدیک سیّدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں قریش مکہ کعبہ شریف کی بنا کر رہے تھے اس زمانہ میں حضرت فاطمہؓ کی ولادت باسعادت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بطن مبارک سے ہوئی اور اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی۔ اور یہ واقعہ نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے کا ہے [1]

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبویؐ کے قریب ہوئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ اسی طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں [2]

سیّدہ فاطمہؓ کا اسم گرامی اور القاب

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۱ ج۸ تحت ذکر فاطمہؓ۔ طبع لیڈن۔
۲۔ الاصابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت ذکر فاطمہؓ۔
۳۔ تفسیر القرطبی ص۲۴۱ ج۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک ..... الخ (سورۃ احزاب)

[2] ۱۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر ص۳۶۵ ج۴ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراءؓ۔

رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ان کا اسم گرامی "فاطمہ" ہے اور ان کے القاب ہیں "زھرا" اور "بتول" مشہور لقب ہیں۔ یہ چاروں صاحبزادیوں (حضرت زینب، رقیہؓ، اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی اولاد شریف ہیں اور باہمی حقیقی بہنیں ہیں۔

ان کی پرورش اور تربیت خانۂ رسول خدا کے مبارک ماحول میں ہوئی۔ اور اپنی والدہ محترمہؓ کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں اور اپنے والدین شریفین کے نفوس طیبہ سے مستفید ہوتی رہیں۔

شمائل و خصائل

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہؓ کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقبلت فاطمة تمشي۔ ما تخطئ مشيتها الرسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا۔

یعنی حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی [1]

---

[1] ۱۔ مسلم شریف ص۲۹۰ ج ثانی باب فضائل حضرت فاطمہؓ
۲۔ الاستیعاب ص۳۶۳/۳۶۴ جلد چہارم تحت تذکرہ حضرت فاطمہؓ
۳۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی ص۳۹ جلد ثانی تحت تذکرہ حضرت فاطمہؓ۔

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ:-

"عن عائشة قالت ما رأيت احداً اشبه سمتاً ودلاً وهدياً برسول الله صلى الله عليه وسلم"

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ قیام وقعود میں نشست وبرخاست کے عادات واطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا طرز وطریق اخلاق شمائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ موافق تھا "الولد سر لابیہ" کے صحیح مصداق تھیں۔ اور آپ کی گفتار رفتار اور لب ولہجہ اپنے والد شریف کے بہت مطابق تھا۔

بچپن کا ایک واقعہ

قریش مکہ کی اسلام سے عداوت ابتدا سے ہی قائم تھی اور وہ ہمیشہ مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے پاس حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند اشرار نے شرارت کی، شتر کا اوجھ لاکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دیا۔ آنجناب سربسجود تھے قریش اس حرکت پر آپس میں بڑے مسرور ہوئے۔ کسی نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو اسکی اطلاع دی (آپ کا بچپن تھا) جلدی پہنچکر آنجناب سے اس اوجھ کو اتارا۔ اور کافروں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بدعا فرمائی وہ قبول ہوئی۔ اور ان میں سے بیشتر غزوہ بدر میں مارے گئے۔

(عن عبد الله بن مسعود قال ...... فانطلق منطلق الى فاطمة

وهي جويرية فاقبلت تسعىٰ وثبت النبي صلى الله عليه وسلم ساجداً حتىٰ القته عنه واقبلت عليهم تسبهم فلما قضىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوٰة قال اللّٰهم عليك بقريش۔ اللهم عليك بقريش[1] ...... الخ

ہجرت مدینہ طیبہ

اسلام میں جو مشہور ہجرت ہوئی تھی اس کا تفصیلی واقعہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مفصّل موجود ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سمیت اپنے اہل وعیال سے پہلے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال کو مکہ شریف سے بلانے کا انتظام فرمایا۔

اس سے پہلے حضرت ام کلثومؓ کے حالات ہجرت میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہاں حضرت فاطمہؓ کے حالات کے سلسلہ میں ان کی ہجرت مدینہ کا واقعہ بقدر ضرورت درج کیا جاتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں (حضرت فاطمہؓ وحضرت ام کلثومؓ) کو مکہ شریف میں چھوڑ گئے تھے۔

جب آپؐ مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے تو آنجنابؐ نے ہمارے منگوانے کے لئے انتظام فرمایا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور ابورافع رضؓ کو اس کام کے لئے متعین فرمایا اور ان کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم عنایت فرمائے تاکہ اس رقم سے مزید سواری خرید

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۷۴، باب المرأة تطرح عن المصلی شیئاً من الاذی

سکیں اور دیگر مصارف میں بھی انہیں صرف کر سکیں (یہ درہم آنجناب ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کئے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کو منگوانے کے لئے عبد اللہ بن اریقط لیثی کو سواریاں دے کر زید ابن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبد اللہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی والدہ (ام رومانؓ) اور اپنی بہنوں (حضرت عائشہ اور اسماءؓ) کو ساتھ لائیں۔ پس جب یہ حضرات مدینہ شریف سے روانہ ہو کر "قدید" کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ضرورت کے مطابق سواریاں خریدیں اور پھر مکہ شریف میں داخل ہوئے اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لئے آمادہ تھے۔ پس یہ تمام احباب (حضرت زیدؓ، ابو رافعؓ، حضرت فاطمہؓ و ام کلثومؓ، ام المومنین حضرت سودہؓ، اسامہؓ بن زید اور ام ایمنؓ) مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوتے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل و عیال جو اوپر مذکور ہوئے وہ بھی ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء جلد دوم میں یہ واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے:۔

"عن عائشة قالت لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة خلّفنا وخلف بناته۔ فلما قدم المدينة بعث الينا زيد بن حارثة وابا رافع واعطاهم بعيرين وخمسمائة درهم اخذها من ابي بكر ليشتريان بهما تحتاج اليه من الظهر۔ وبعث ابوبكر معهما عبد الله بن اريقط الليثي ببعيرين او ثلاثة وكتب الى ابنه عبد الله يأمره ان يحمل اهله ام رومان وانا واختي اسماء فخرجوا فلما انتهوا الى قديد اشترى بتلك الدراهم

ثلاثة ابعرة ثم دخلوا مكة وصادفوا طلحة يريد الهجرة بآل ابي بكر فخرجنا جميعا وخرج زيد وابو رافع بفاطمة وام كلثوم وسودة وام ايمن واسامة فاصطحبنا جميعا" ۔ ؎۱

تنبیہ:۔ باقی صاحبزادیوں حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ کی ہجرت کے احوال سابقاً ان کے تذکروں میں درج ہو چکے ہیں۔ گویا ہر چہار صاحبزادیاں شرف ہجرت سے مشرف تھیں اور مہاجرین کی فضیلتوں سے بہرہ یاب تھیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی تزویج

مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہونے کے بعد ۲ھ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کی تزویج کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض روایات کی رُو سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے نکاح کے متعلق "خطبہ" عرض کیا بطور منگنی کے درخواست پیش کی تو آنجنابؐ نے فرمایا آپؓ کے پاس مہر کے لئے کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علیؓ نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر ایک سواری اور زرہ ہے اس روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چار سو درہم میں بیچ ڈالا۔ اس موقعہ پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۱۰۹ ج۲ تحت عائشة ام المؤمنین رض

۲ البدایة لابن کثیر ص۳۰۲ ج۳ فصل فی دخوله علیه السلام المدینة وابن استقر منزله ......الخ

نے فرمایا کہ اس میں سے حضرت فاطمہؓ کے لئے خوشبو بھی خرید کی جائے کیونکہ فاطمہ بھی خواتین میں سے ہے اور ان کے لئے خوشبو درکار ہوتی ہے۔

عن جعفر بن سعد عن ابیہ ان علیا قال لما خطبت فاطمۃ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل لك من مھر، قلت عندی راحلتی ودرعی۔ فبعتھما باربعمائۃ وقال اکثروا من الطیب لفاطمۃ فانھا امراۃ من النساء۔" ؎۱

روایت بالا کے قریب سنن سعید بن منصور میں بھی اس مضمون کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے ؎۲

سیدہ فاطمہؓ کے مکان کی تیاری

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے مکان کے لئے حضرت عائشہؓ (ام المومنین) کو فرمایا کہ فاطمہؓ کی رخصتی کے لئے مکان کی تیاری کی جائے اس موقعہ پر اس کام میں ام سلمہؓ بھی ان کے ساتھ معاون تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحا سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیپا

---

۱ { التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ ص ۶۱ ج ۲ القسم الثانی تحت باب العین

۲ { کتاب السنن لسعید بن منصور ص ۱۵۴ قسم اول جلد ثالث تحت باب ما جاء فی الصداق۔ طبع مجلس علمی۔

پونچا اور صاف کیا۔ پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کیے اور خرما اور منقی سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔

جب مذکورہ بالا انتظامات مکمل ہو چکے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

"فما رأینا عرسا احسن من عرس فاطمۃ"

یعنی فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی" ؎۱

سیدہ فاطمہؓ کا جہیز

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے سلسلہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیاری کے جو سامان کیئے گئے ان میں سے جہیز فاطمہؓ کا ایک مستقل عنوان کتابوں میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس مقام میں حضرت علیؓ سے جو روایت مروی ہے اس کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

"عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوجہ فاطمۃ بعث معھا بخمیلۃ ووسادۃ من ادم حشوھا لیف ورحیین وسقاء وجرتین" ؎۲

؎۱ { السنن لابن ماجۃ ص ۱۳۹ کتاب النکاح باب الولیمۃ مطبوعہ مطبع نظامی۔ دھلی

؎۲ ۱۔ مسند احمد ص ۱۰۴ ج۔ اول تحت مسندات علی کرم اللہ وجہہ

۲۔ الفتح الربانی ص ۴۴/۴۵ جلد۔ ۲۱ (ترتیب مسند احمد) (بقیہ ص ۲۶۲ پر)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی تزویج کردی تو آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہؓ کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں۔

ایک بڑی چادر۔ ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چکّی (آٹا پیسنے کے لئے)۔ ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے لئے یہ مختصر سا جہیز عنایت فرمایا گیا۔ ان کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا۔

یہاں سے ان حضرات کی خانگی معیشت کا اندازہ ہوتا ہے یہاں کسی قسم کے تکلفات اور زیب وزینت کی مکلف چیزیں نظر نہیں آتیں گویا اُمّت کے لیے یہ سادہ اور مختصر سامان سبق آموزی کے لئے ایک نمونہ ہے۔ اور اس بے سروسامانی کے احوال میں ان حضراتؓ کا گزربسر کرنا عملاً تبلارہا ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی کدوکاوش کی ضرورت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۱)

۳ { دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۴۳۱/۴۳۰ جلد ثانی
تحت باب ماجاء فی تزویج فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم }

۴ - البدایۃ ص۳۴۶ ج-۳ تحت فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجتہٖ فاطمۃؓ

۵ - البدایۃ ص۳۳۲ ج-۶ ذکر من توفی فی ھذہ السنۃ (۱۱ھ)

۶ - السنن للنسائی ص۷۷ ج-۲ باب جھاز الرجل ابنتہٖ

انعقاد نکاح اور زوجین کی عمر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج اور شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے اور مکان اور جہیز وغیرہ کی تیاری ہو چکی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی مجلس نکاح قائم کرکے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے کردیا۔ اور تمام روایات کے اعتبار سے مہر چار سو مثقال مقرر کیا گیا۔ فاضل زرقانی وغیرہم کے بیان کے موافق مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرامؓ (حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ وغیرہم) مدعو تھے اور یہ حضرات اس واقعہ کے گواہ تھے۔

نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی اس میں کسی قسم کے تکلفات نہ برتے گئے اور نہ زمانے کی کوئی رسومات ادا کی گئیں۔

نکاح کے بعد علماء کرام فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ نے اپنی دختر کو بی بی ام ایمن کے ساتھ حضرت علیؓ کے خانہ مبارک میں روانہ فرمایا اور ام ایمن کی معیت میں حضرت فاطمہؓ پیدل چل کر تشریف لے گئیں اور کوئی ڈولی اور سواری وغیرہ تجویز نہ کی گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد رمضان شریف ۲ھ میں حضرت علیؓ کا تزوج ہوا اور اس کے چند ماہ بعد یعنی ذوالحجہ ۲ھ میں رخصتی عمل میں آگئی۔

اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ (۱۵) سال اور پانچ ماہ تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اس مقام میں کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس (۲۱) برس کی تھی۔[۱] واللہ اعلم بالصواب۔

---

[۱] ۱ - تفسیر القرطبی ص۲۴۱ ج-۱۴ تحت آیت قل لازواجک وبناتک ..... الخ

[۲] الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ تحت ذکر فاطمۃ الزہراءؓ ص۶۱۳ (باقی ص ۲۶۴ پر)

انتباہ

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی اور بیاہ کے سلسلہ میں ہم نے صرف تین چار عنوان مختصراً ذکر کئے ہیں اور بقدر ضرورت احوال درج کئے ہیں مصنفین حضرات نے اس موقعہ پر بے شمار طول طوال اور رطب ویابس روایات تحریر کی ہیں ان کی صحت واقعہ اور عدم صحت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ ان بے اصل چیزوں اور بے سروپا روایات پر نظر کرتے ہوئے علماء نے اس مقام میں ان سے پہلوتہی کا اشارہ کیا ہے :-

"وقد وردت احادیث موضوعة فی تزویج علیؓ بفاطمةؓ لم

نذکرہا رغبة عنها" [1]

ابن کثیر کہتے ہیں یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی تزویج میں بہت سی روایات جعلی وارد ہوئی ہیں ہم ان سے روگردانی کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کرتے۔"

"فراش شبینہ"

جب ان دونوں حضرات (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کی تزویج ہو چکی تو

(بقیہ حاشیہ ص ــــ)

۳۔ تہذیب الاسماء واللغات للنووی تحت ذکر فاطمة الزہراءؓ

۴۔ شرح مواہب الدنیہ للزرقانی ص۲۰۳ ج۲ تحت ذکر تزویج علی بفاطمہؓ

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] البدایة والنہایة لابن کثیر ص۳۳۲ ج۶ تحت واقعات سن ہذا۔

اس کے بعد ان کی ازدواجی زندگی اور خانگی معیشت کا دور شروع ہوا۔ اس میں کئی واقعات اس نوعیت کے دستیاب ہیں کہ ان کے پاس بچھانے کے لئے کوئی عمدہ قسم کا بستر نہیں تھا اور زوجین کے لئے سونے کے الگ الگ کپڑے موجود نہ تھے چنانچہ حضرت علیؓ سے مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔

...... عن مجالد بن شعبة قال انا من سمع علیا رضی

اللہ عنه یقول علی المنبر نکحت ابنة رسول اللہ صلی

اللہ علیه وسلم وما لنا فراش ننام علیه الا جلدة شاة

ننام علیه باللیل ونعلف علیه الناضح بالنهار" [1]

یعنی ایک دفعہ حضرت علیؓ نے (اپنی دیرینہ سرگذشت) بیان کرتے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تو بعض دفعہ یہ حالت تھی کہ ہمارے پاس رات کو سونے کے لئے ایک بکری کی کھال تھی رات کو یہ ہماری خوابگاہ ہوتی اور دن کو اسی پر ہم اپنے شتر کو چارہ ڈالتے تھے۔

خانگی امور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں خانگی کام کاج ایک ضروری امر ہے جب تک سلیقہ سے سرانجام نہ پائے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا اسی سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اسی طرح متعین فرما

---

[1] ۱ { کتاب السنن لسعید بن منصور ص۱۵۲ ج۳ قسم اول۔ مطبوعہ مجلس علمی
تحت ما جاء فی الصداق

۲۔ الطبقات لابن سعد ص۱۳ ج۸ تحت ذکر فاطمہؓ

فرمادیا تھا کہ :-

فاطمہؓ اندرونِ خانہ سارا کام کاج سرانجام دیں گی اور علی المرتضٰیؓ بیرون خانہ کے فرائض بجالائیں گے۔

..... قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتہ فاطمۃ بخدمۃ البیت وقضیٰ علی علیٍ (رضی اللہ عنہ) بما کان خارجًا من البیت من خدمۃ ؎۱

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہؓ کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا۔ اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہؓ تمہارے لئے کفایت کریں گی۔ آٹا پیسنا۔ آٹا گوندھنا۔ اور روٹی پکانا وغیرہ۔ ؎۲

عنوان بالا کے تحت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حق میں شیعہ علما نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اندرونِ خانہ کام کاج حضرت فاطمہ سرانجام دیتی تھیں اور باہر کے کام حضرت علی سرانجام دیتے تھے۔ ؎۳

؎۱ ۱ { حلیۃ الاولیاء للحافظ ابی نعیم اصفہانی ص۱۰۴ ج-۶
تحت ۳۴۰ - (ضمرۃ بن حبیب)

؎۲ ۱ { سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۹۱ ج ثانی
تحت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲ { الاصابہ لابن حجر ص۳۹۸/۳۹۹ جلد رابع
تحت فاطمہؓ بنت اسد (والدہ محترمہ حضرت علیؓ)

؎۳ ۱ - کتاب الامالی للشیخ الطوسی ص۲۷۴ ج ثانی۔ تحت مجلس یوم الجمعۃ الثالث والعشرین من رجب

خانگی امور کے لئے ایک خادم کا مطالبہ

جب حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زوج محترم کے ساتھ الگ رہنے لگیں تو خانگی کام کاج خود سرانجام دیتی تھیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا۔

اسلام کا ابتدائی دور تھا بعض دفعہ غلام اور لونڈیاں فتوحات میں آتی تھیں اور مسلمانوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام آئے تو اس موقعہ پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ سے بطور مشورہ کہا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایک خادم کا مطالبہ کریں جو خانگی کام کاج میں آپ کا کفیل ہو سکے اور آپ اس زحمت سے بچ جائیں۔

اس بنا پر حضرت فاطمہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن کچھ اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن سے آپؐ مصروف گفتگو تھے۔ تو جناب سیّدہ فاطمہؓ وہاں سے واپس لوٹ آئیں اور اس وقت کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے وقت میں حضرت فاطمہؓ کے گھر خود تشریف لائے۔ وہاں حضرت علیؓ بھی موجود تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؓ! آپ میرے پاس آئی تھیں۔ آپؓ اس وقت کیا کہنا چاہتی تھیں؟ تو حضرت فاطمہؓ حیا کی بنا پر خاموش رہیں۔ حضرت علیؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں عرض کرتا ہوں " فاطمہؓ گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں۔ چکی پیستی ہیں تو ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ پانی لانے کے لئے مشکیزہ خود اٹھاتی ہیں جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ آنجنابؐ کی خدمت میں کچھ خدّام آئے تو میں نے انؓ سے کہا تھا کہ جنابؐ کی خدمت سے ایک خادم طلب کریں تاکہ آپؓ مشقّت اٹھانے سے بچ جائیں۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ " اے بیٹی! تجھے اپنے فرائض خود ادا

کرنے چاہئیں اور اپنے خانگی کام خود سر انجام دینے چاہئیں میں تمہیں وظیفہ بتلاتا ہوں جس وقت رات کو آپ آرام کرنے لگیں تو اسے پڑھ لیا کریں۔ ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ یہ سو عدد کلمات ہیں۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں" تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ "میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں"

روایت ہذا کا مضمون اپنی اپنی عبارات میں متعدد علماء نے ذکر کیا ہے مقامات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں [1]

ان واقعات سے خواتین کے لئے درس عبرت ملتا ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان مخدرات طیبات نے نہایت سادگی سے گذر کیا خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجا لائیں اور اجر و ثواب کی مستحق ہوئیں۔ آنے والی اُمتوں کے لئے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

۱۔ ابو داؤد شریف ص [illegible] کتاب الخراج [illegible] باب بیان مواضع [illegible]
قسم الخمس [illegible] القربیٰ۔ [illegible]

۲۔ بخاری [illegible] جلد اول [illegible]
باب [illegible] الخمس للنوائب۔

۳۔ بخاری ص ۸۰۷/۸۰۸ جلد ثانی
باب [illegible] فی بیت [illegible]

۴۔ مسند ابو داؤد الطیالسی ص [illegible]
احادیث علی ابن ابی طالبؓ

۵۔ مسند احمد ص ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۵۳ / جلد - اوّل تحت مسندات علیؓ

خاتونِ جنّت کی درویشانہ زندگی اور کوتاہ لباس

اسی طرح آپ کی زاہدانہ زندگی کے احوال مصنّفین نے اپنی تصانیف میں ذکر کئے ہیں۔

حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے لباس سے متعلق ایک واقعہ حضرت انسؓ نے ذکر کیا ہے کہ :-

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ایک غلام عنایت فرمایا۔ غلام ساتھ تھا۔ سیّدہ فاطمہؓ کے گھر میں آنجنابؐ تشریف لائے اتفاق سے حضرت فاطمہؓ ایک مختصر سا دوپٹہ زیب تن کئے ہوئے تھیں وہ اتنا کوتاہ اور مختصر تھا کہ اگر اس سے سر مبارک کو پوشیدہ کرتیں تو پاؤں نہیں چھپتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ یہ حالت ملاحظہ فرما کر آنجنابؐ نے فاطمہؓ کو ارشاد فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے (یعنی زیادہ تستّر کی حاجت نہیں) ایک تیرے والد ہیں اور ایک تیرا غلام ہے۔

واقعہ ہذا سنن ابی داؤد میں بعبارت ذیل موجود ہے۔

...... عن انس ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی فاطمۃ بعبدٍ قد وھبہ لھا قال وعلی فاطمۃ ثوب اذا قنعت بہ رأسھا لم یبلغ رجلیھا واذا غطّت بہ رجلیھا لم یبلغ رأسھا۔ فلما رأی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما تلقٰی

قال انه ليس عليك بأس انما هو ابوك وغلامك" ؎

یہاں سے واضح ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا لباس گھر میں بقدرِ ضرورت میسر تھا۔ لباس میں کوئی تکلف نہ تھا جو میسر ہوتا وہی زیبِ تن کر لیا کرتی تھیں۔

دوسرا معلوم ہوا محارم کے سامنے مختصر سے لباس کے ساتھ اگر عورت آجائے تو جائز ہے اور اندرونِ خانہ اس طرح صورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا نیز مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ پر پہلے آنجنابؐ نے خادم عطا فرمانے کی نفی کر دی تھی وہ بالکل ابتدائی دورِ اسلام تھا بعد میں کچھ بہتر حالات ہونے پر حضرت فاطمہؓ کو آنجنابؐ نے ایک غلام عطا فرما دیا تھا۔ اس بنا پر روایات میں تفاوت و تعارض نہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں واقعات میں کوئی اشکال ہے۔

غزوۂ اُحد میں خدمات

غزوۂ اُحد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے۔ کفار کی طرف سے اہلِ اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا۔ جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلیطؓ و دیگر خواتینِ اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوہ میں جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علیؓ پانی لاتے اور حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کے زخموں کو صاف کرنے

؎ السنن لابی داؤد ص۲۱۳ ج۲ مطبع مجتبائی دھلی
تحت باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته (کتاب اللباس)

لگیں۔ جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہؓ نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا...... الخ

......كانت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تغسله وعلى يسكب الماء بالمجن. فلما رأت فاطمة ان الماء لا يزيد الدم الا كثرة - اخذت قطعة من حصير فاحرقتها والصقتها فاستمسك الدم ؎ ...... الخ

میت والوں کی تعزیت کرنا

عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص (رضی اللہ عنہم) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہم ایک میت کو دفن کرنے کے لئے گئے جب ہم دفن سے فارغ ہوئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو ہم آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ گھر کے قریب پہنچے تو سامنے سے ایک عورت آ رہی تھی وہ آپؐ کی صاحبزادی فاطمہؓ تھیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپؓ اپنے گھر سے باہر کس کام کے لئے گئی تھیں؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ فلاں گھر والوں کی ایک فوتیدگی ہو گئی ہے اس کی تعزیت کے لئے میں ان کے ہاں گئی تھی اور تعزیت کی ہے اور ان کے میت کے حق میں کلمات ترحم ادا کئے ہیں۔

......فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرجك يا

؎ بخاری شریف ص۵۸۴ ج ثانی
کتاب المغازی تحت متعلقات غزوۂ احد

فاطمۃ من بیتك ؟ قالت اتیت یارسول اللہ اھل ھذا البیت فرحمت الیھم میتھم او عزیتھم بہ ؎ ...... الخ

معلوم ہوا کہ اہل میت کے ہاں جاکر تعزیت کرنا اور میت کے لئے دعائیہ کلمات کہنا جائز ہے کہ اس طریقہ سے میت والوں کی خاطر داری ہو جاتی ہے اور تسکین خاطر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں باہمی تعلقات بہتر رہتے ہیں جو اجر و ثواب کے حصول کا باعث بنتے ہیں۔

قربانی کے موقع پر حاضری

ابو سعید الخدری ؓ ایک صحابی ہیں ان سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقعہ تھا اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ ؓ کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے ذبح کے وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اس کو دیکھو ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تو اس وقت حضرت فاطمہ ؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے ؟ یا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے ؟ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

عن ابی سعید ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ قومی الی اضحیتك فاشھدیھا فان لك بكل قطرۃ

؎ السنن لابی داؤد ص ۸۹ ج ۲ مطبع مجتبائی - دہلی
تحت باب التعزیۃ (کتاب الجنائز)

تقطر من دمھا ان یغفرلك ما سلف من ذنوبك، قالت یارسول اللہ لنا خاصۃ اھل البیت ؟ او لنا و للمسلمین ؟ قال بل لنا و للمسلمین ؎

قربانی کے موقعہ پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منظر دیکھنا موجب اجر و ثواب ہے اور مسلمان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیزیں روایت ہذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

آنجناب ؐ کے غسل کے وقت پردہ کرنا

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز مکہ فتح ہوا یعنی ۸ھ میں، ام ہانی ؓ بنت ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنجناب ؐ اس وقت غسل فرمارہے تھے، چاشت کا وقت تھا اور آپ ؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ ؓ ایک کپڑے کے ساتھ آنجناب ؐ کے لئے پردہ بناتے ہوئے تھیں۔ میں نے جاکر سلام عرض کیا تو آنجناب ؐ نے دریافت فرمایا: یہ کون آئی ہے ؟ ام ہانی نے کہا کہ میں ام ہانی حاضر ہوئی ہوں اس کے بعد جب آپ ؐ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ ؐ نے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی ...... الخ

...... ام ھانی بنت ابی طالب تحدث انھا ذھبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح فوجدتہ یغتسل و فاطمۃ بنتہ تسترہ بثوب قالت فسلمت علیہ و ذالك ضحی قال رسول اللہ

؎ الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ص ۵۹ ج ۱۳
تحت باب ما جاء فی الاضحیۃ والحث علیھا ...... الخ

صلّی اللہ علیہ وسلم من ھذہ فقلت انا ام ھانی قالت فلما فرغ من غسلہ قام فصلی ثمان رکعات[۱]...... الخ

قربانی کے گوشت کی اباحت

ام سلیمانؓ کہتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوئی قربانی کے گوشت کے متعلق میں نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قربانی کا گوشت بچا رکھنے سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں اس کے بچا رکھنے کی اجازت دے دی۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کسی سفر سے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے قربانی کا پکّا ہوا گوشت پیش کیا تو حضرت علیؓ کہنے لگے کہ اس کے کھانے سے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا تھا؟ اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہی مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۔ { السنن للدارمی ص۱۷۷ مطبع نظامی کان پور
باب الصلوٰۃ الضحیٰ۔ }

۲۔ { السیرۃ النبویہ لابن ہشام ص۴۱۱ ج-۲
تحت ذکر الاسباب الموجبۃ المسیر الی مکۃ وذکر فتح مکہ۔ }

۳۔ { مشکوٰۃ شریف ص۳۴۷ طبع دہلی۔
باب الامان الفصل الاوّل بحوالہ بخاری ومسلم شریف۔ }

۴۔ { البدایۃ لابن کثیر ص۳۰۰ ج-۴ جلد رابع
تحت حالات دخولہ علیہ السلام (فتح مکہ) }

خود دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت سال بھر کھایا جا سکتا ہے۔" [۱]

یہ روایت قبل ازیں کتاب "رحماء بینھم" حصہ صدیقی ص۱۰۲ میں ذکر کی جا چکی ہے وہاں حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے باہمی اعتماد و اعتبار تبلانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔

مسجد میں دخول اور خروج کے وقت دُرود اور دُعا پڑھنے کی سُنّت حضرت فاطمہؓ کی روایت سے

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے:

"صلی علی محمد و سلم و قال اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك"

"یعنی نبی کریم پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔"

اور جب آنجنابؐ مسجد سے باہر تشریف لاتے تو یہ کلمات فرماتے:

"صلی علی محمد وسلم۔ ثم قال اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك"

"یعنی نبی کریم پر درود اور سلام ہو۔ اے اللہ! میرے گناہ معاف فرمادے اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔" [۲]

۱۔ { مسند احمد ص۲۸۲ ج-۶
تحت احادیث فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم }

۲۔ مسند احمد ص۲۸۶ تحت مسندات فاطمہ،

اس روایت سے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلتے وقت دُرود شریف پڑھنا اور کلمات دُعائیہ سے دخول مسجد اور خروج مسجد کے آداب اور اس وقت کا ورد کہنا ثابت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات اقدس پر خود دُرود بھیجنا بھی یہاں اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ پر شفقت فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی رعایت خاطر کیلئے) کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے اور بوسہ دیتے اور اپنے بیٹھنے کے مقام پر بٹھا لیتے تھے۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو احتراماً حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جاتیں آپؐ کے دست مبارک کو چوم لیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں [۱]

روایت مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی دلداری اور پاس خاطر کے لئے ان کے ساتھ بہت مہربانی فرماتے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲ بحوالہ ابوداؤد
باب المصافحہ والمعانقہ

نقش و نگار سے اجتناب

دنیا کی زیب و زینت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے اور آنجنابؐ کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور آنجنابؐ اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دنیاوی زیب و زینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیّدہ فاطمہؓ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو طعام کی دعوت دی اور آپؐ تشریف لائے سیّدہ فاطمہؓ نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کئی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ آپؐ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر آنجنابؐ واپس ہوئے۔ سیّدہ فاطمہؓ کہتی ہیں کہ میں آنجنابؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزیّن اور منقش بنایا گیا ہو۔

......"عن سفینة ان رجلا ضاف علی ابن ابی طالب فصنع له طعاما فقالت فاطمةؓ لو دعونا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکل معنا فدعوه فجاء فوضع یدیه علی عضادتی الباب فرای القرام قد ضرب ناحیة البیت فرجع قالت فاطمةؓ فتبعته فقلت یا رسول الله ما ردك قال انه لیس لی اولنبی ان یدخل بیتا مزوقا۔ رواه احمد وابن ماجة" [۱]

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۲۷۸ الفصل الثانی
باب الولیمة۔

واقعہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دنیوی زیب و زینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی اَمر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبّت رکھنے کی ترغیب

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہؓ کو ایک کام کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ آنجنابؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے تو اس کام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا :-

اے بنیة الست تحبین ما احب قالت بلیٰ قال فاحبی ھٰذہ۔الخ

"یعنی اے میری بیٹی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اسے محبوب نہیں رکھتی؟ تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں! میں محبوب رکھتی ہوں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبت رکھنا[1]

یہاں سے معلوم ہوتا ہے حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ کا احترام ام المؤمنین ہونے کی بنا پر لازماً کرتی تھیں اور اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر رکھی تھی۔ ارشاد نبوی ہوا کہ عائشہؓ کے ساتھ محبّت اور عمدہ سلوک قائم رکھنا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰة والسلام جس کو محبوب بتائیں اس کو محبوب ہی رکھنا چاہیے۔

---

[1] ۱- مسلم شریف ص۲۸۵ ج-۲ باب فضائل عائشةؓ

۲- السنن للنسائی ص۷۸ ج-۲ کتاب عشرة النساء

یہ روایت اپنی تفصیل کے ساتھ "رحماء بینھم" حصہ صدیقی ص۶۸ تا ۶۹ میں بھی آچکی ہے۔

شکر رنجی کا ایک واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی (جویریہ) کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا اس بات کی اطلاع حضرت فاطمہؓ کو بھی ہو گئی آپؓ سخت رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ یہ واقعہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں ایک مستقل خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے (اُن کو ایذا پہنچانا گویا مجھے ایذا پہنچانا ہے) اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ (غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو چیز فاطمہؓ کو بری لگے وہ ناپسند ہے۔ اور پھر بنی عبد شمس میں سے اپنے داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر فرمایا کہ میں نے ان کو اپنی دختر نکاح کر کے دی تھی اس نے میرے ساتھ جو بات کی وہ سچی کر دکھائی اور جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔ اور فرمایا کہ میں اپنی طرف سے حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہ ہوں گی روایت کرنے والے مسور بن مخرمة ذکر کرتے ہیں کہ جب ناراضگی کی یہ صورت پیدا ہو گئی تو حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

......ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جھل علی فاطمة فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی ذٰلک علی منبرہٖ۔ ھذا وانا (مسور بن مخرمة) یومئذٍ لمحتلم

فقال انّ فاطمة منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینها ثم
ذکر صهرًا له من بنی عبد شمس فاثنیٰ علیه فی
مصاهرته ایّاه قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفیٰ
لی وانی لست احرّم حلالًا ولا احلّ حرامًا ولکن الله
لا تجمع بنت رسول الله وبنت عدو الله ابدًا۔"

ان الفاظ کے بعد ایک دوسری روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں کہ:۔

عند رجل واحد فترك علیٌّ خطبة" [1]

واقعہ ہذا بخاری شریف کے کئی دیگر مقامات میں بھی مذکور ہے مثلاً ص ۷۸۶ ج۔ ثانی ذب الرجل عن ابنته فی الغیرة والانصاف میں مذکور ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے اس چیز کی مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی علی بن ابی طالب کو نکاح کر دیں تو میں نے بالکل اجازت نہیں دی۔ یہ الفاظ بار بار فرمائے الخ

حضرت فاطمہؓ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے اندیشہ سے حضرت علیؓ اس اقدام سے رک گئے۔ آپس میں صلح و مصالحت ہوئی اور معاملہ فرو ہو گیا۔

اس مقام میں ایک بات قابلِ وضاحت ہے اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ازالۃ الشبہات میں ذکر کیا جائے گا۔

ملحوظ رہے کہ زوجین (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) کے درمیان متعدد دفعہ کشیدگی

---

[1] بخاری شریف ص ۴۳۸ ج۔ اوّل تحت باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاه وسیفه...... الخ

۲ بخاری شریف ص ۵۲۸ ج۔ اوّل تحت باب ذکر اصهار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منهم ابو العاص بن الربیع

کی نوبت آتی رہی۔ بعض دفعہ سردارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور زوجین کے درمیان صلح و آشتی کی صورت پیدا فرما دیتے تھے۔

اس نوع کے واقعات فریقین (سنّی و شیعہ) کی کتابوں میں دستیاب ہیں۔ اور یہ ازدواجی زندگی کا لازمہ ہے کہ اس طرح کے معاملات آپس میں پیش آتے رہتے ہیں۔

ایک اور دفعہ بھی اسی طرح باہم رنجیدگی ہوئی حضرت علیؓ نے کچھ قدرے سختی کی اور حضرت فاطمہؓ شکوہ لے کر جناب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی! تم کو اپنے خاوند کی اطاعت و فرماں برداری کرنی چاہیے اور یہ سمجھ لے کہ ایسی کونسی عورت ہے کہ جس کے پاس اپنا شوہر خاموشی سے چلا آئے؟؟ یعنی اس کو تنبیہ وغیرہ کا حق ہوتا ہے۔" [1]

عمل صالح کی تاکید

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں آنجنابؐ نے متعدد وصایا اور فرامین ذکر فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی اُمّت کو بڑی تاکید فرمائی تھی ان ہدایات کو وصایا نبویؐ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین اور اہل سیرت نے ان کو اپنے اپنے مقام میں ذکر کیا ہے یہاں ماقبل کے مضمون کی مناسبت سے اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کو جو وصیّت فرمائی تھی اسے بیان کیا جاتا ہے۔

آنجنابؐ نے دیگر چیزوں کے ساتھ ان دونوں (حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ)

---

[1] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶ ج۔ ۸ تذکرہ فاطمہؓ
۲۔ الاصابہ ص ۳۹۸ ج۔ ۴ تذکرہ فاطمہؓ

کو عمل صالح کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

......یا فاطمة بنت رسول الله یا صفیة عمة رسول الله!

اعملا۔ لما عند الله انی لا اغنی عنکما من الله شیئا......الخ

یعنی اے فاطمہؓ اور اے صفیہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محاسبہ ہوگا۔ اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کریں۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب میں نفع نہیں دوں گا......الخ [1]

اس وصیت کا ہر ایک کی عملی زندگی کے ساتھ خصوصی تعلق ہے آنحضرتؐ بتلا رہے ہیں کہ:

۱۔ محاسبہ شرعی ہر ایک سے ہوگا۔

۲۔ ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے لئے (ایمان کے بعد) عمل کی تیاری لازم ہے۔

۳۔ حسب و نسب پر اعتماد کر کے اعمال صالحہ میں کوتاہی کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی قیامت میں شفاعت کا مسئلہ وہ مستقل چیز ہے اور وہ اپنے مقام پر صحیح ہے وہ باذن اللہ ہوگی۔ اس فرمان سے شفاعت کی نفی ہرگز مقصد نہیں ہے۔

رازدارانہ گفتگو

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس وقت

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۶ قسم ثانی
ذکر ما اوصاء به رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ ہی زندہ موجود تھیں ان کی باقی تمام اولاد قبل ازیں فوت ہو چکی تھی۔

حضرت فاطمہؓ کا انداز رفتار اپنے والد شریف کی رفتار کے موافق تھا جس وقت آنجناب نے حضرت فاطمہؓ کو دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر ان کے ساتھ آنجنابؐ نے سرگوشی فرمائی تو آپؓ بے ساختہ رونے لگیں جب آنحضرتؐ نے ان کی غمگینی دیکھی تو دوبارہ سرگوشی فرمائی۔ اس دفعہ حضرت فاطمہؓ ہنسنے لگیں۔

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے وہ بات دریافت کی جس کے متعلق سرگوشی ہوئی تھی۔ تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رازدارانہ بات کو میں افشاء اور اظہار کرنا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہؓ کو اس حق کی قسم دلا کر بات کی جو میرا ان پر ہے کہ آپ مجھے ضرور خبر دیں تو اس وقت حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک دفعہ آکر قرآن مجید میں معارضہ کرتے یعنی مجھے قرآن مجید سناتے اور مجھ سے سنتے اور اس سال دو بار مجھے انہوں نے قرآن مجید سنا اور سنایا ہے۔ میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری وفات قریب آگئی ہے۔ اے فاطمہؓ! اللہ سے خوف کھانا اور صبر اختیار کرنا۔ میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں گا۔ پس میں یہ سن کر رونے لگی۔ جب آنجنابؐ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو آنجنابؐ نے دوبارہ سرگوشی فرما کر مجھے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تم اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنجنابؐ نے مجھے خبر دی کہ اسی مرض میں اللہ تعالیٰ

کی طرف رحلت کر جاؤں گا پس میں گریہ کرنے لگی پھر آپ نے سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہ! تم میرے اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو جو میرے پیچھے آئے گی یہ سنکر میں خنداں ہوئی ہے۔[۱] (متفق علیہ)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ:-

یہ واقعہ آخری ایام نبوی کا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی آنجنابؐ کا وصال ہو گیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کی فضیلت و بزرگی جس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور آپ کے ذریعے ہی امت کو معلوم ہوئی ہے حضرت ام المومنین اسے پوری کوشش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ سے دریافت کر کے اس بات کو منظر عام پر لائی ہیں۔

نیز ان پاک دامن طیبات مخدرات کے باہم تعلقات اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط آخر ایام تک عمدہ طریق سے قائم تھے۔ ان کی باہمی آمدورفت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام ان میں موجود تھا۔

یہاں ایک مختصر سی چیز قابل تشریح ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ مباحث کے عنوانات کے تحت بیان کی جائیگی۔

انتقال نبویؐ پر سیّدہ فاطمہؓ کا اظہار غم

گذشتہ واقعہ میں بات ذکر کر دی گئی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی

[۱] مشکوٰۃ شریف ص۵۶۸ طبع نور محمدی دہلی۔ باب مناقب اہل البیت الفصل الاوّل

حالت میں مذکورہ کلام حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ہوئی تھی یہ آخری ایام تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ تھا جب مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہؓ پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں کہ "واکرب اباہ" (افسوس! ہمارے والد صاحب کی تکلیف) اس وقت آنجنابؐ نے فرمایا کہ "آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں۔"

پھر آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتحال ہو گیا اور آپؐ دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ (اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارك و سلم)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال امت کے لئے مصیبت عظمیٰ تھی اور اس چیز کا رنج والم تمام اہل اسلام کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ آنجنابؐ کے ازواج مطہراتؓ تمام اقرباء اور تمام صحابہؓ کرام پر دہشت اور پریشانی کی کیفیت طاری تھی جس کی تفصیلات حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

ہم اس مقام میں صرف حضرت فاطمہؓ کے متعلقات ذکر کر رہے ہیں۔ اس بنا پر باقی حضرات کے ہم وغم کی کیفیات شدیدہ یہاں ذکر نہیں کی گئیں۔

آنجنابؐ کے وصال ہو جانے کے بعد اظہار تاسف کے طور پر حضرت فاطمہؓ فرماتی تھیں کہ "اے باپ! آپ نے اپنے ربّ کی دعوت قبول کی۔ اے باپ! جنّت الفردوس آپؐ کا ٹھکانہ ہو گا۔ اے باپ! ہم جبرائیلؑ کو آپؐ کے انتقال کی خبر دیتے ہیں۔"

اس کے بعد آنجنابؐ کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آنجنابؐ دفن ہوئے آپ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ واپس ہوئے خادم نبوی انس بن مالکؓ سے حضرت فاطمہؓ دریافت فرمانے لگیں اور ازراہ تحسر و افسوس سوال کیا کہ:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم التراب ! (رواہ البخاری)

یعنی اے انس! آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پرمٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا۔؟ اور کس طرح تم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا گوارہ کر لیا۔[1]

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ فاطمہؓ کو وصیت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک خصوصی وصیت "ماتم" سے منع کرنے کے متعلق تھی کہ میرے وصال پر کسی قسم کا وجہ ماتم نہ کیا جائے۔

چنانچہ اس وصیت نبویؐ کو شیعہ کے متعدد اکابر علماء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے سطور ذیل میں اس پر چند حوالہ جات ان کی معتبر تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ محمد ابن یعقوب کلینی رازی نے امام محمد باقرؒ سے فرمان نبویؐ نقل کیا ہے کہ

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ قال لفاطمۃ

---

۱ [1] { مشکوٰۃ شریف ص۵۴۷ الفصل الاول عن انس
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع نور محمدی دہلی

۲ { السنن للدارمی ص۲۳ مطبع نظامی کانپوری
باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علیہا السلام اذا انا مت فلا تخمشی علیّ وجہا ولا ترخی علیّ شعرًا ولا و لا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً "[1]

۲۔ اور مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "معانی الاخبار" میں یہی فرمان نبوی امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے :۔

قال ان رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ والہٖ قال لفاطمۃ اذا انا مت فلا تخمشی علیّ وجہًا ولا ترخی علی شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحۃً۔[2]

وصیت ہذا کا مفہوم ملا باقر مجلسی نے اپنی مشہور تصنیف "حیات القلوب" میں بعبارت ذیل تحریر کیا ہے۔

۳۔ ابن بابویہ القمی بسند معتبر از امام محمد باقرؒ روایت کردہ است کہ حضرت رسول در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ گفت کہ اے فاطمہ! چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش[1] وگیسوئے خود را پریشان[2] مکن و واویلا مگو[3] و برمن نوحہ مکن[4] و نوحہ گراں[5] را مطلب۔[3]

---

[1] { فروغ کافی ص۲۲۸ ج۲ کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ النساء۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔

[2] { کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص۱۱۱ باب ۲۲۵ طبع قدیم۔ ایران

[3] { حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص۸۵۲ ج۲ باب شصت وسوئم در وصیت حضرت رسول علیہ السلام طبع نول کشور لکھنؤ۔

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے اپنی وفات کے وقت میں حضرت فاطمہؓ کو (بطور وصیّت) فرمایا کہ اے فاطمہؓ! جب میرا انتقال ہو جائے تو میری وجہ سے (میرے غم میں) اپنے چہرہ کو نہ چھیلنا[1] اور اپنے بالوں[2] کو پریشان نہ کرنا اور واویلا[3] نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ اور بین[4] نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ[5] کرنے والیوں کو بلانا۔

فائدہ:

اس وصیّت میں سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مرّوجہ ماتم کے جمیع اقسام (چہرہ نوچنا اور پیٹنا، بال کھولنا، واویلا کرنا، بین کرنا اور نوحہ خوانی کرنا وغیرہ) سے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے تمام اُمّت کو یہ وصیّت فرما دی گئی ہے کہ جتنے بھی اہم مصائب مومن کو پیش آئیں ان میں صبر اور استقامت پر رہے۔ اور بے صبری کے ہمہ اقسام سے اجتناب کرے۔

اور اس وصیّت نبویؐ کے موافق حضرت علی المرتضٰیؓ سے مصائب پر صبر کرنے کی وصیّت اور جمیع اقسام ماتم سے اجتناب کرنے کی نصیحت منقول ہے۔

نیز سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدانِ کربلا میں اپنی گرامی قدر خواہر زینبؓ کو صبر کرنے کی تلقین اور ہر طرح کے ماتم سے منع مروی ہے۔

جناب امام زین العابدینؒ اور باقی ائمہ معصومینؒ سے بھی مرّوجہ ماتم کی نفی شیعہ کتب موجود ہے۔

مومنین کرام کو ان وصایا اور ائمہ کے فرامین کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ اگر اس چیز کی تسلی مطلوب ہو تو اپنی کتب کی طرف رجوع فرمالیں ہم نے اس مسئلہ کو حوالہ جات دیکھ لینے کے بعد درج کیا ہے۔

وصالِ نبویؐ کے بعد کا دَور

جب سردارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ حضرت فاطمہؓ کے لئے طبعی طور پر ایک مشکل دَور تھا حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان کی نوعمری میں ہی فوت ہو چکی تھیں اور بہنیں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ اس میں حضرت فاطمہ نے بڑے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور آنجنابؐ کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہیں جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں ذکر ہوگی۔

اس مختصر دور میں چند ایک چیزیں جو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے لئے پیش آئیں ان کو ایک ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے۔

سیّدہ فاطمہؓ کا مالی مطالبہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنجنابؐ کے بلافصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی پنجگانہ نماز مسجد نبویؐ میں پڑھایا کرتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی ان کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور امت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفہ رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی طرف سے مالِ فَے کے متعلق ایک مالی حقوق کا

مطالبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ فدک کی آمدن اسی مال فیئے میں سے تھی۔ اس مطالبہ میں حضرت فاطمہؓ کا موقف یہ تھا کہ مال فیئے جس سے ہمیں عہد نبوی میں حصہ ملتا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہئے۔

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ"

یعنی آنجنابؐ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے) البتہ مال فیئے سے جو حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ حضرات کو دیا جاتا تھا وہ بدستور جاری رہے گا۔

اس مطالبہ میراث کے تسلی بخش جواب حاصل ہونے پر حضرت فاطمہؓ خاموش ہوگئیں اور پھر پوری زندگی آپؓ نے مطالبہ کو نہیں پیش کیا۔

مسئلہ ہذا کے متعلق آئندہ اوراق میں کچھ مزید وضاحت درج کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، تھوڑی سی انتظار فرمائیں۔ دیکھئے ص ۳۲۹

حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک بشارت کی خبر دینا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق خلیفہ اوّل حضرت ابو صدیقؓ کے ساتھ نہایت خوشگوار تھا۔ اور ان حضرات کی باہمی کشیدگی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا مطالبہ (مالی میراث) کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

ساتھ کچھ ملال نہیں رکھتی تھیں اس کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک بار حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئیں۔ وہاں ان دونوں حضرات کی گفتگو ہوئی اسی دوران حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص بشارت سنائی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ:۔

"نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ بشارت فرمائی تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے اہل بیت میں پہلی شخصیت ہوں گی جو آپؐ کے ساتھ لاحق ہوں گی"

قال دخلت فاطمۃ علی ابی بکر فقالت اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ وسلم ان اول اھلہ لحوقاً بہ [1]

سیّدہ فاطمہؓ کی امامہؓ کے حق میں وصیّت

امامۃؓ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب کی صاحبزادی اور حضرت فاطمہؓ کی سگی بھانجی تھیں۔ حضرت زینبؓ کے حالات میں اس پر مختصراً لکھا جاچکا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے آخری ایام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو وصیت (امامہ) کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ شادی کرنا چاہیں تو میری بھانجی امامہؓ کو نکاح میں لے لینا۔ یہ وصیّت متعدد علماء نے ذکر کی ہے۔ ہم یہاں سے اسد الغابہؒ سے

---

[1] مسند احمد ص ۲۸۳ ج-۶
تحت مسندات فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقل کر رہے ہیں چنانچہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ

"ولما كبرت امامة تزوجها علي بن ابي طالب رضي الله عنه بعد موت فاطمة عليها السلام وكانت وصت عليا ان يتزوجها فلما توفيت فاطمة تزوجها"۔ [1]

یعنی جب امامہؓ جوان ہوگئیں تو ان سے علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد شادی کی حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی کہ آپؓ ان کے ساتھ شادی کر لینا جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق انؓ سے شادی کی۔

"شیعہ کی جانب سے تائید"

مذکورہ وصیت اور اس پر عمل درآمد کے متعلق شیعہ علماء نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اور باسند کتابوں میں اس وصیت کا اندراج کیا چنانچہ "فروع کافی" میں مذکور ہے :-

"عن ابي جعفر عليه السلام قال اوصت فاطمة الى علي عليه السلام ان يتزوج ابنة اختها من بعدها ففعل"۔ [2]

یعنی امام محمد باقرؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ نے

---

[1] { اسد الغابة في معرفة الصحابه ص۴۰۰ ج-۵ تحت امامة بنت ابي العاص بن الربيع }

[2] { فروع کافی ص۲۴۳ ج-۲ طبع نول کشور لکھنؤ۔ باب النوادر }

وصیت کی تھی کہ میری بہن کی بیٹی سے میرے بعد آپ شادی کر لینا۔ پس حضرت علیؓ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے (امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے) شادی کی۔

قبل ازیں شیعہ کتب سے اس مسئلہ پر متعدد حوالے "امامہؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت زینبؓ کے حالات میں بھی درج کیے جا چکے ہیں۔ وصیت ہذا کا یہاں مختصر ذکر کر دیا ہے۔

تفصیل مطلوب ہو تو اسی کتاب میں حضرت زینبؓ کے حالات کے تحت اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

پہلے بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمہؓ نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔ علماء لکھتے ہیں ان کی عمر مبارک اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ برس کی تھی آپؓ کی اولاد شریف بیٹے اور بیٹیاں صغیر السن تھے آپؓ کی تیمارداری کے لیے حضرت اسماءؓ بنت عمیس جو خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں تشریف لائیں اور خدمات سرانجام دیتی تھیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیارؓ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی مگر جب حضرت جعفر طیارؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ وصال نبوی کے بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا خصوصی

حصہ تھا۔ اسماءؓ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل کے نکاح میں تھیں آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماءؓ نے حضرت علیؓ سے نکاح کیا۔

"شیعہ کی طرف سے تائید"

ہمارے علماء نے حضرت فاطمہؓ کی بیماری اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس کی تیمارداری کا تذکرہ اس مقام میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت فاطمہؓ کی آخری ایام میں تیمارداری کی خدمات سرانجام دیں۔ شیخ طوسی نے اپنی تصنیف "الامالی" میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے تھے اور وتعینه علی ذالك اسماء بنت عمیس رحمهما الله علی استمرار بذلك ...... الخ

یعنی اسماءؓ بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کے معاملہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسماءؓ نے آخری اوقات تک سرانجام دیا۔[1]

شیخین کی طرف سے سیّدہ فاطمہؓ کی بیمار پرسی

شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور و معروف عالم سلیم ابن قیس نے اپنی

---

[1] { کتاب "الامالی" للشیخ محمد بن حسن الطوسی ص۱۰۱ ج۔ اول تحت الجزاء الرابع

تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں (باجماعت) ادا فرمایا کرتے تھے (یہ خلافت ابوبکر صدیقؓ کا دور ہے)

ایک روز جب آپؓ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا کیا حال ہے؟ اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟ .... الخ

وکان یصلی فی المسجد الصلوات الخمس فلما صلی قال له ابوبکر وعمر کیف بنت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) الی ان ثقلت فسالا عنها۔[1]

روایت مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ:۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰؓ پنجگانہ نمازیں مسجد نبویؐ میں باقی صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اور حضرت عمرؓ کو علم تھا اس لئے وہ ان کی عیادت اور بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت علیؓ کا باہم کلام کرنا۔ حال احوال معلوم کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا اور کسی قسم کا مقاطعہ یا باہمی بائیکاٹ وغیرہ نہ تھا۔

یہ چیز قبل ازیں اپنی کتاب "رحماء بینھم" حصہ اول ص۱۶۷، ۱۶۸ میں ہم نے ذکر کر دی ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں۔

---

[1] { کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴ - ۲۲۵ - مطبوعہ حیدریہ (نجف اشرف)

سیّدہ فاطمہؓ کا انتقال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۱۱ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک علماء نے اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ برس ذکر کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدّت عمر درج کی ہے[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ ان کے بعد آنجنابؐ کی کوئی بلاواسطہ اولاد باقی نہ رہی اور سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔

حضرت فاطمہؓ کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا۔ جو مدینہ منوّرہ میں صحابہ کرامؓ موجود تھے ان کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہو گئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبّہ میں موجود صحابہ کرامؓ اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گین تھے اور صحابہ کرامؓ کا اندوہ گین ہونا اس وجہ سے بھی نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاواسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہو گئی

لہ (۱) البدایۃ والنہایۃ ص۳۳۴ ج-۶ تحت حالات ۱۱ھ

(۲) وفاء الوفاء للسمہودی ص۹۰۵ ج-۳ تحت عنوان قبر فاطمہؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تھی۔ سب صرف آپؐ کے ازواج مطہرات (امہات المومنینؓ) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی باقی رہ گئے تھے۔ ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اور اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بعد از مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے۔ اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہو گئے۔

حضرت فاطمہؓ کا غسل اور اسماء بنت عمیسؓ کی خدمات

حضرت فاطمہؓ نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو یہ وصیّت کی تھی کہ آپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علیؓ ان کے ساتھ معاون ہوں۔

چنانچہ حسب وصیّت حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے آپؓ کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً آنحضرتؐ کے غلام ابو رافعؓ کی بیوی سلمیٰؓ اور ام ایمنؓ وغیرہا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے[1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بعض وصایا جو غسل واغتسال کے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں بعض چیزیں بالکل قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

لہ ۱- اسد الغابہ ص۴۷۸ ج-۵ تحت سلمیٰ امراۃ ابی رافعؓ

۲- البدایۃ والنہایۃ ص۳۳۳ ج-۶ تحت حالات ۱۱ھ

چنانچہ علماء نے اس موقعہ پر فرمایا ہے کہ:۔

وما روی من انها اغتسلت قبل وفاتها واوصت ان لا تغسل بعد ذالك فضعیف لا یعول علیه۔ الله اعلم ؎۱

مطلب یہ ہے کہ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل غسل کر لیا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اس کے بعد غسل نہ دیا جائے" یہ ضعیف ہے اس قسم کی باتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

غسل کے متعلق وہی چیز صحیح ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ہے یعنی حضرت اسماءؓ اور دیگر خواتین نے مل کر حسب قاعدہ شرعی بعد از وفات غسل سر انجام دیا تھا۔ اس لئے کہ میّت کے لئے اسلام کا قاعدہ شرعی یہی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صلوٰۃ جنازہ اور شیخینؓ کی شمولیّت

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو آنمحترمہؓ کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ جو اس موقعہ پر موجود تھے، تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ نے ذکر کیا کہ آنجناب

؎۱ البدایه والنهایة ص۳۳۳ ج۶
تحت ذکر من توفی هذه السنة (سنہ ۱۱ھ)

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں مَیں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

یہ چیز متعدد مصنّفین نے اپنی اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چنانچہ چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلی خاطر کے لئے بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

(حاشیہ، ہاتھ سے لکھا ہوا: لیکن صحیح بخاری جلد ثانی باب غزوہ خیبر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوبکر کو اس وفات فاطمہ کی اطلاع تک نہ دی۔)

۱۔ ...... عن حماد عن ابراهیم قال صلّی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبّر علیها اربعًا ؎۱

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ ...... عن جعفر ابن محمد عن ابیه قال ماتت فاطمة بنت النبی صلی الله علیه وسلم فجاء ابوبکر و عمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی ابن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لا تقدم و انت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابوبکر و صلّی علیها ؎۲

؎۱ ۱۔ طبقات ابن سعد ص۱۹ ج۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ طبع لیڈن

۲۔ کنز العمال ص۳۱۸ ج۶ خط فی رواة مالك
طبع اوّل حیدر آباد۔ دکن تحت فضل الصدیقؓ (مسندات علیؓ)
باب فضائل الصحابة

یعنی امام جعفر صادقؒ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے ذکر فرماتے ہیں کہ محمد باقرؒ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ فوت ہوئیں تو ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ تو ابو بکرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھائیے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپؓ کے ہوتے ہوئے میں آگے نہیں ہوتا پس ابو بکرؓ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا جنازہ پڑھایا۔

۳- اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ" میں ذکر کی ہے:-

"..... عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه علی بن حسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها ابوبكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ والزبيرؓ وعبد الرحمان بن عوف فلما وضعت ليصلی عليها قال علیؓ تقدم يا ابابكر قال و انت شاهد يا ابا الحسن؟ قال نعم! تقدم فوالله لايصلی عليها غيرك فيصلی عليها ابوبكر رضی الله عنهم اجمعين و دفنت ليلاً خرجه البصری وخرجه ابن السمان فی المرافقة" ؎۱

یعنی جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات

؎۱ { ریاض النضرۃ لمحب الطبری ص۱۵۶ ج-اوّل
تحت باب وفات الفاطمۃؓ }

ہوئی (ان کی وفات پر) حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور زبیرؓ اور عبد الرحمانؓ بن عوف تشریف لائے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیے تو صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے ابو الحسن کیا آپؓ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپؓ آگے تشریف لائیے اللہ کی قسم آپؓ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے فاطمۃ الزہرا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ اور رات کو ہی حضرت فاطمہؓ کو دفن کر دیا گیا۔

۴- طبقات ابن سعد میں ہے:-

"..... عن مجالد عن الشعبی قال صلّی عليها ابوبكر رضی الله عنه وعنها"

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی۔ ؎۱

دفن سیّدہ فاطمہؓ

صلوٰۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنّت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور دفن کے لئے قبر میں حضرت علیؓ، حضرت عباس عم نبوی اور فضل بن عباس اُترے

؎۱ طبقات ابن سعد ص۱۹ ج-۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ۔ طبع قدیم۔ لیڈن۔

دفن و قبر کے متعلق متعدد روایات مختلف قسم کی پائی جاتی ہیں۔ عام مرویات کے پیشِ نظر ہم نے یہ تحریر کیا ہے۔ [1]

حاصلِ کلام یہ ہے کہ:

یہ چند روایات حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے متعلق ہم نے یہاں ذکر کی ہیں قبل ازیں کتاب "رحماء بینھم" حصہ اول صدیقی میں "سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت ص۱۶۷ تا ص۱۷۶ میں تفصیلاً یہ روایات درج کی گئی ہیں مزید تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو وہاں رجوع فرمالیں۔ یہاں بطور اختصار کے مذکورہ روایات کے چند فوائد تحریر کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع اکابر صحابہ کرام کو یقیناً ہو گئی تھی۔ خصوصاً صدیق اکبرؓ اپنی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت عمیس کے ذریعے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ان تمام احوال سے یقیناً باخبر تھے۔

۲۔ نمازِ جنازہ کے لئے حضرات شیخین صدیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ مع دیگر صحابہ کرامؓ کے تشریف لائے تھے اور اس میں شریک و شامل ہوئے۔

۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نمازِ جنازہ چار تکبیر کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی۔

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نعشِ مبارک کو رات کو ہی دفن کر دیا گیا یہ ازراہِ تستّر اور پردہ داری کے طور پر تھا۔ اور اس میں شرعی مسئلہ "تعجیلِ دفن" بھی ملحوظِ خاطر تھا۔

۵۔ حضرات شیخینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی قسم کی باہمی مخاصمت اور ناچاکی نہیں تھی۔ مندرجہ بالا واقعات اس کی بیّن دلیل ہیں اور

۱۔ الاصابہ ص۳۵۹ (تذکرہ فاطمہؓ)

واضح شواہد ہیں۔

اور بعض روایات میں جو چیزیں مذکور ہیں کہ:۔

حضرت فاطمہؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے ان کو حضرت فاطمہؓ کی بیماری، پھر وفات اور جنازہ اور دفن کی اطلاع تک نہیں کی گئی تھی۔

یہ چیزیں واقع میں درست نہیں ہیں بلکہ یہ تمام چیزیں ظنِ راوی ہیں اور راویوں کا اپنا گمان ہیں جو انہوں نے صحیح واقعات میں ملا کر نشر کر دیا ہے اور اصل واقعات میں مخلوط شدہ چیزوں کو پھیلا دیا ہے۔

اولاد سیّدہ فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزھرا رضؓ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ کی حیات تک حضرت علی رضؓ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرورِ دو عالم صلعم کی صاحبزادیوں کے احترام کی بنا پر تھا۔ اسی طرح آنجنابؐ کی دیگر صاحبزادیوں کے داماد حضرات یعنی حضرت ابوالعاص رضؓ و حضرت عثمان رضؓ نے بھی یہی احترام ملحوظ رکھا تھا جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا۔

علماء نے حضرت فاطمہ رضؓ سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی اولاد مندرجہ ذیل ذکر کی ہے:-

"ایک صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسن رضؓ دوسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت حسین رضؓ اور تیسرا صاحبزادہ سیّدنا حضرت محسن رضؓ تھے اور حضرت محسن رضؓ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے "نسب قریش" میں لکھا ہے کہ حضرت حسن رضؓ کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ھ میں اور حضرت حسین رضؓ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ میں ہوئی تھی۔" [1]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ سے دو صاحبزادیاں ہوئی ہیں۔ ایک حضرت زینب رضؓ بنت علی رضؓ اور دوسری ام کلثوم رضؓ بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ بعض علماء نے ایک تیسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا بھی ذکر کیا ہے مگر

[1] "نسب قریش" ص ۲۴-۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضؓ)

مشہور روایات کے اعتبار سے آپ کی صرف دو صاحبزادیاں ہی تھیں۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی خواہران کے اسماء کے موافق [illegible] منتخب فرمائے تاکہ اپنی خواہران کی یاد اپنے گھر میں تازہ رہے۔"

حضرت ام کلثوم بنت علی رضؓ کا نکاح سیّدنا حضرت عمر بن خطاب سے ۱۷ھ میں ہوا تھا اور حضرت زینب رضؓ بنت علی رضؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار رضؓ سے ہوا تھا۔ [1]

[1] ("نسب قریش" ص ۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضؓ) لمصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ

چند اہم مباحث

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اب محترمہؓ کے متعلقہ چند مباحث مختصراً پیش کرنا مقصود ہیں۔ یہ گویا حضرت فاطمہؓ کے احوال کے لئے بطور "تتمہ" اور تکملہ کے ہونگے۔ ان میں بعض مسائل تو ایسے ہیں جن کا تذکرہ سابقاً ہوا ہے لیکن ان میں کچھ تشریح کی ضرورت تھی وہ یہاں کر دی جائے گی۔

اور بعض جدید مسائل ہیں ان سے ناظرین کرام کے شبہات دُور ہوں گے اور جہاں غلو عقیدت ہوا ہے وہاں صحیح مسئلہ کی شکل سامنے آسکے گی۔

---

(۱)

بحث اوّل ــ سیّدہ فاطمہؓ کی رنجیدگی

سابقاً "شکر رنجی کا ایک واقعہ" کے عنوان کے تحت یہ ذکر کیا گیا تھا کہ یہاں ایک قابلِ وضاحت بیان ہے۔ اس کی اب مختصر سی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی دختر کے ساتھ نکاح کرنے

کیے۔ اُس کے قبیلہ کے ساتھ گفتگو کی جس کو عام اصطلاح میں پیغام دینا اور عربی میں خطبہ کہا جاتا ہے۔ جب اس چیز کی حضرت فاطمہؓ کو اطلاع ہوئی تو محترمہؓ سخت پریشان ہوئیں اور فطری غیرت کی بناء پر غضبناک ہو کر اپنے والد شریف نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ سارا واقعہ عرض کیا۔

آنجناب بھی حضرت فاطمہؓ کا اضطراب اور پریشانی دیکھ کر نہایت رنجیدہ ہوئے اور اس پر ایک خطبہ دیتے ہوئے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فاطمہؓ کی رنجیدگی کو اپنی رنجیدگی قرار دیا۔

اس مقام میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام میں ایک شخص کو چار عدد نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اس ناراضگی اور رنجیدگی کی کیا وجہ ہے جو حضرت علیؓ کے حق میں اس اقدام پر کی جا رہی ہے؟؟

"توضیح"

اس موقع پر ذیل میں چند توضیحات پیش کی جاتی ہیں ان کو ملحوظ رکھنے سے اس کا یہ اشکال رفع ہو جاتے گا۔

(۱) اولاً یہ چیز ہے کہ یہ واقعہ کن ایام میں پیش آیا تھا؛ محدثینؒ نے اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۸ھ) کے بعد پیش آیا تھا اور ان ایام میں حضرت فاطمہؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تو بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپؓ کی حقیقی خواہران حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی تمام فوت ہو چکی

نے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہوں گی۔

اور ارشاد فرمایا کہ "فاطمہؓ" میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ میرے لئے ایذا کا باعث بنتی ہے۔"

اور مزید فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ فاطمہؓ فطری غیرت کی وجہ سے دین کے معاملہ میں کسی آزمائش و ابتلاء میں پڑے (یعنی غیرت اور غضب کی بناء پر اس سے ایسی بات صادر ہو جو شریعت کے مطابق نہ ہو۔ اور شرعاً صحیح نہ ہو[1]

---

[1] ۱ { بخاری شریف ص۷۸۷ ج ثانی کتاب النکاح
باب ذب الرجل عن ابنتہ...... الخ }

۲ { بخاری شریف ص۴۳۸ ج اول کتاب الجہاد
باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ۔ }

۳ { بخاری شریف ص۵۲۸ ج اول ابواب المناقب
تحت ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو العاص }

۴ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۲۷۰/۲۷۱ جلد نہم کتاب النکاح
تحت باب ذب الرجل عن ابنتہ........ الخ }

۵ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۶۹ ج ۷ ابواب المناقب
باب ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم ابو العاص }

۶۔ البدایۃ۔ لابن کثیر ص۳۳۳ ج ۶ تحت ذکر من توفی فی ہذہ السنۃ (سنہ ۱۱ھ)

(۷) ابوداؤد جلد اول ص۲۸۳ کتاب النکاح باب مایکرہ ان یجمع بینہن من النساء۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مبارک مذکورہ بالا سے مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط ہوتی ہیں۔

(۱) ایک چیز تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اول حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کے رشتہ دامادی کے معاملات نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور آنجنابؐ ان کے حسن معاملہ پر خوش اور راضی تھے ان کے درمیان نہایت عمدہ تعلقات تھے جس کی بناء پر آنجنابؐ کی طرف سے ان کے حق میں ثنائے خیر اور مدح کے الفاظ فرمائے گئے اور آنجنابؐ کی خدمت میں مدت العمر ابوالعاصؓ کی طرف سے کبھی شکوہ و شکایت کی نوبت نہیں آئی اور نہ ہی سردار دو عالم صلعم جناب ابوالعاصؓ پر کبھی ناراض ہوئے۔

(۲) اس خطبہ مبارک میں "بضعۃ منی" وغیرہ الفاظ سے یہ چیز عیاں ہوتی ہے کہ کہ جو چیز حضرت فاطمہؓ کے ایذاء کا باعث بنے اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم بھی متاثر اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس بناء پر حضرت علیؓ کے اس اقدام سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی اور رنجیدگی ہوئی (جس کا ازالہ اگرچہ بعد میں حضرت علیؓ کی طرف سے کر دیا گیا)

(۳) نیز حضرت فاطمہؓ کے حق میں "ان تفتتن فی دینہا" وغیرہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنجنابؐ کو حضرت فاطمہؓ کے دین کی رعایت پیش نظر تھی اور ان کی قلبی استراحت کا خاص خیال تھا۔ اور آپؐ انہیں انتشار طبع اور ذہنی کوفت اور کدورت طبعی سے بچانا چاہتے تھے ان ایام میں جناب فاطمہؓ کے لئے آنجنابؐ کے سوا کوئی غمگسار گھر والوں میں سے نہیں رہا تھا اور ایسا کوئی مونس نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے آپ اپنی طبعی پریشانی زائل کر سکیں۔ والدہ اور بہنیں یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے آخرت کی طرف رخصت ہو چکی

تھیں۔ ان حالات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی رعایتِ خاطر فرمانا نہایت اہم تھا جس کا آنجنابؐ نے اہتمام فرمایا۔

اسلام میں بعض ایسے مسائل پائے جاتے ہیں جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک ان چیزوں کو "خصوصیات نبویؐ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً آنجنابؐ کا چار عورتوں سے زائد کے ساتھ نکاح کرنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ ازواج کے ساتھ آنجنابؐ کے انتقال کے بعد کسی کے لئے نکاح کا دواماً جائز نہ ہونا وغیرہ۔

اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے ساتھ نکاح کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہ لینا بھی خصائص نبویؐ میں شمار کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ کو کبار علماء نے اپنی تصانیف میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:۔

والذی یظهر لی انه لا یبعد فی خصائص النبی صلی اللہ علیه وسلم ان لا یتزوج علی بناته[1]....... الخ

علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف الخصائص الکبریٰ" میں ابن حجر کے حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ:۔

"....... لا یبعد ان یکون خصائصه صلی اللہ علیه وسلم منع التزوج علی بناته[2]"

---

(۱) فتح الباری شرح بخاری ص۲۷۱ ج۹ کتاب النکاح تحت باب ذب الرجل عن ابنته

(۲) الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۵۵ ج ثانی طبع اوّل - دکن
{باب اختصاصه صلعم بان بناته لا یتزوج علیهن

یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح پر کسی دوسرے نکاح کا عدم جواز آنجنابؐ کے خصائص میں سے ہو"۔

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ

(۱) چار عدد نکاح تک کے جواز کا جو شرعی مسئلہ ہے اس سے آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح کا مسئلہ الگ حیثیت کا حامل ہے۔ اور عام قاعدہ سے جداگانہ ہے۔

(۲) اور مسئلہ ہذا میں آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے فطرتی اور طبعی رجحانات کی رعایت کی گئی ہے تاکہ وہ سوکنوں کے ساتھ غیرت کی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اور دین کے اعتبار سے فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہیں۔ اسی حکمت و مصلحت کی بناء پر آنجنابؐ کی صاحبزادیوں کے ساتھ ان کے دامادوں یعنی حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا تھا بلکہ دوسرا نکاح کرنے کا قصد ہی نہ کیا۔

(۳) پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنجنابؐ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کو منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایمانی تحفظ کے لئے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سسرال کو برا نہیں کہتیں شعلہ عتاب اٹھتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف"۔

مثلاً حضرت فاطمہ سے اگر کہیں ابوجہل کی برائی میں جملہ نکل جاتے اور ان کی سوکن اسی جذبۂ رقابت میں حضرت سیدہ کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پورا ایمان معرضِ خطر میں نہ آجائے گا۔ ؟؟ سو آنجنابؐ نے اس لئے اپنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبۂ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو

ہی نہ کھو بیٹھئے آنجناب کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہو۔ اسے کبھی قلبِ مسلم نہیں کہا جاسکتا۔

۲

بحث ثانی — "افضلیّت النساء"

یہاں یہ بحث پیش خدمت ہے کہ خواتین میں سے کون سی خاتون افضل ہے؟؟ اور اسی بحث کو "افضلیّت النساء" کی بحث سے تعبیر کرتے ہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علماء کے بیانات کی روشنی میں چند اہم باتیں تحریر کی جائیں گی۔ اہل علم حضرات تو ان ابحاث سے واقف ہیں البتہ عوام کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔ افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے ہم نے اعتدال کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق متعدد روایات مختلف نوع کی ملتی ہیں۔ بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ

۱۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواتین جنّت میں سے افضل خدیجہؓ فاطمہؓ مریمؑ (بنت عمران) اور آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[1]

---

[1] ۱ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۳۴۷ ج-۶ کتاب احادیث الانبیاء
باب قول اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امراۃ فرعون }

۲ { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۰۶ ج-۷ کتاب المناقب
باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلها }

(۲) اسی طرح ایک اور مرفوع روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے ارشاد نبوی ہے کہ مریم بنت عمران کے بعد تمام اہل جنّت کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں خدیجہؓ ہیں اور پھر آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[1]

(۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہیں تو حاضرین مجلس نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجناب نے فرمایا کہ جنّت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہؓ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں اور مریمؑ بنت عمران ہیں اور آسیہؑ بنت مزاحم ہیں[2]

(رواہ احمد و ابو یعلی و الطبرانی ورجالھم رجال الصحیح)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ ——)

(۳) { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۳۶۹ ج-۶ کتاب احادیث الانبیاء
تحت آیت واذقالت الملٰئکۃ یامریم ان [illegible] ...... الخ }

(حاشیہ صفحہ ھٰذا ——)

[1] ۱ { مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۰۱ ج-۹
بحوالہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر
باب الفضائل (مناقب فاطمۃ الزھراؓ) }

[2] ۲ - مجمع الزوائد للهیثمی ص۲۲۳ ج-۹ تحت فضل خدیجہ بنت خویلد

۳ - الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص۳۶۶ ج-۴ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۴ - تہذیب التہذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج-۱۲ تحت ذکر فاطمۃ الزھرا

۵ - سیر اعلام النبلاء للذہبی ص۹۲ ج-۲ تحت فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

مسئلہ ھذا شیعہ اکابر کی نظر میں

شیعہ کے مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف "کتاب الخصال" میں یہی سابقہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ :-

(۱) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا جانتے ہو یہ خط کیسے ہیں ؟ حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے چار خواتین افضل ہیں خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمدؐ۔ مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (امراۃ فرعون)[1]

(۲) دوسری باسند روایت ابن عباسؓ سے ہی ذکر کی ہے کہ :-
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چار خط لگاتے پھر فرمایا جنت کی عورتوں میں سے بہترین خواتین چار ہیں۔ مریمؑ بنت عمران خدیجہؓ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم (امراۃ فرعون)[2]

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام جہان کی عورتوں میں سے بہترین چار خواتین ہیں۔ مریمؑ۔ آسیہؑ۔ خدیجہؓ۔ اور فاطمہؓ۔

---

[1] کتاب الخصال للشیخ صدوق ص۱۸۷ باب الاربعۃ

[2] کتاب الخصال " " " "

اور الشعبی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتیں فضیلت میں کافی ہیں پھر ان مذکورہ چار خواتین کا ذکر کیا[1]

بعض دیگر روایات میں اس طرح منقول ہے کہ :-

(۱) حضرت علی المرتضے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ (اپنے دور کی) بہترین عورتوں میں سے مریم ہیں، اور اس امت کی بہترین خاتون خدیجہؓ ہیں[2]

روایت ہذا سابقاً فضائل حضرت خدیجہؓ میں درج ہوچکی ہے۔ اور دیگر متعدد محدثین مثلاً مسلم اور ترمذی وغیرہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمار بن یاسرؓ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی تمام عورتوں پر خدیجہؓ کو فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ تمام جہانوں کی عورتوں

---

[1] (۱) الاصابۃ ص۳۶۶ ج رابع تحت فاطمۃ الزہراؓ

[2] (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص۴۴۱ ج ۱۲ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہراؓ

[3] (۱) بخاری شریف ص۵۳۸ ج۔ اول باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا

(۲) المصنف لعبد الرزاق جلد سابع ص۴۹۲/۴۹۳ تحت باب نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ الفصل الاول باب مناقب ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم

پر مریمؑ کو فضیلت دی گئی ہے[1]

اسی طرح بعض دیگر روایات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ:۔

(۱) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آنجنابؐ فرماتے ہیں " عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے تمام طعاموں پر " الثرید " کی فضیلت ہے۔

(الثرید)۔ اس دور میں عمدہ گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑوں کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا اور اس دور کی بہترین اور مرغوب غذا تھی۔)[2]

(۲) نیز حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے متعلق مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور آپ پر سلام کہتے ہیں جواب میں حضرت عائشہ نے کہا و علیہ السلام و رحمۃ اللہ اور عرض کیا کہ آنجنابؐ وہ چیز دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھتی (یعنی جبرائیل علیہ السلام کا تشریف لانا، اور سلام کہنا)[3]

---

[1] (۱) { فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۰۱ ج۷ کتاب المناقب
تحت باب تزویج النبی صلے اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلها

[2] (۱) { بخاری شریف ص۵۳۲ ج اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ

[3] (۱) { بخاری شریف ص۵۳۲ ج اول کتاب المناقب
باب فضل عائشۃ رضؓ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے آنجنابؐ کے ہاں کون زیادہ پسندیدہ ہے تو آنجنابؐ نے فرمایا عائشہ ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا عائشہ کے والد (ابوبکر صدیقؓ) ہیں[1]

(۴) ابوبردہ اپنے والد ابو موسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور اس کے متعلق حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے تو ہمیں اس مسئلہ کا علم اور حل حضرت عائشہؓ کے ہاں دستیاب ہو جاتا تھا[2]

(۵) علامہ الزھری کہتے ہیں کہ تمام امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم کو اگر جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رضؓ کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم افضل ہو گا[3]

حضرت عائشہؓ کے مناقب و فضائل بیشتر پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند چیزیں یہاں نقل کی ہیں۔

اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق متعدد روایات

(حاشیہ صفحہ گذشتہ: ———

۲- مسلم شریف ص۲۸۷ ج۲ تحت فضائل عائشہ

۳- مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳ فصل اول باب مناقب اہل بیت

(حاشیہ صفحہ ھذا: ———

[1] ۱- تہذیب التہذیب لابن حجر ص۴۳۵ ج۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہؓ

[2] ۱- الاصابۃ ص۳۴۹ ج۴ حرف العین تحت ذکر عائشہ صدیقہ رضؓ

۳- تہذیب التہذیب ص۴۳۵ ج۱۲ تحت ذکر عائشہ صدیقہؓ

مسیں ان کی فضیلت اور سیادت پائی جاتی ہے اور سابقہ روایات میں ان کا ذکر خیر مذکور ہو چکا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے حق میں ایک مشہور فضیلت صحیح روایات میں منقول ہے جو قبل ازیں سوانح سیدہ فاطمہؓ میں ذکر کی جا چکی ہے وہ یہ ہے کہ آنجنابؐ نے حضرت فاطمہؓ کو اس عالم سے اپنے ارتحال کی اطلاع فرمائی تھی تو حضرت فاطمہؓ پریشان ہو کر رونے لگی تھیں۔ آنجنابؐ نے ان کو تسلی دلانے کے لیئے دوسری بار یہ ارشاد فرمایا کہ" اما ترضین ان تکون سیدة نساء اهل الجنة یعنی (اے فاطمہؓ) کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جنّت کی عورتوں کی آپ سردار ہوں" لہ

حضرت فاطمہؓ کے فضائل اور مناقب کی یہ چند چیزیں ذکر کر دی ہیں اور یہاں تمام مناقب کا شمار کرنا مقصود نہیں۔ اس بنا پر اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مندرجات بالا میں آیات قرآنی سے نہیں بلکہ صرف روایات سے فضائل کے چند ایک عنوانات نقل کیئے ہیں ان سے حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؓ کی فضیلت بھی سامنے آگئی ہے اور حضرت ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب بھی واضح ہو گئے ہیں۔

لہ ۱۔ بخاری شریف ص۵۱۲ ج۱ کتاب المناقب تحت آخر باب علامات النبوة فی الاسلام

۲۔ مسلم شریف ص۲۹۰ ج۲ باب فضائل فاطمه

۳۔ مشکوٰة شریف ص۵۶۸ باب مناقب اهل البیت۔ طبع دهلی

ایک ضابطہ

اب مذکورہ بالا خواتین کی باہمی افضلیّت کا مرحلہ پیش آتا ہے جو نہایت نازک مقام ہے۔

یہ قاعدہ سب سے مقدم رکھا جانا چاہیے جو علماء امت میں مسلم ہے کہ" قطعیات کا درجہ ظنیات سے مختلف ہوتا ہے۔ آیات قرآنی کی نصوص قطعیہ میں جن کا ذکر خیر واضح طور پر بے شمار مقامات میں پایا جاتا ہے ان کو افضلیت ہو گی اور جن کا ذکر مشہورہ روایات اور اخبار آحاد (صحیحہ) میں پایا جاتا ہے وہ ظنّی ہونے کی وجہ سے قطعیات کے بعد مقام پائیں گی۔

ازواج مطہراتؓ کا باہم فرق مراتب ضرور ہے اس طرح کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ دونوں باقی ازواج مطہراتؓ سے افضل ہیں اور دونوں کا مقام بہت بلند و ارفع ہے۔

اسی طرح سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بنات طیبات وطاہرات کا باہم فرق درجات ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کی بڑی بہن حضرت زینبؓ تحمل شدائد اور برداشت مصائب پھر استقامت دین کے لحاظ سے "خیر" کے شرف سے مشرف ہیں (جیسا کہ انکے تذکرہ میں ذکر کیا جا چکا ہے)۔

عقلی استثناء کا اعتبار

حضرت فاطمہؓ اپنی جسمانی ماں اور روحانی ماؤں کے ماسوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کی سیادت عام ہے اور یہ استثناء عقلی اور عرفی طور پر مراد ہوتا ہے اور محتاج بیان نہیں ہوتا۔

جس طرح حضرات حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کو اہل جنّت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے لیکن یہاں بھی سیادت ہذا سے انبیاء

علیہم السلام خود سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ، عقلاً وعرفاً مستثنیٰ ہیں۔

شارحین حدیث نے استثنا مذکور کو ذکر کیا ہے اہل علم کی تسلی کے لئے عبارت پیش کی جاتی ہے۔

صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں کہ:

"او انهما سيدا اهل الجنة سوى الانبياء والخلفاء الراشدين وذلك لان اهل الجنة كلهم في سن واحد وهو الشباب وليس فيهم شيخ ولا كهل" ؎۱

مختلف جہات کا اعتبار کرنا

مسئلہ ہذا کی نزاکت کے پیش نظر بعض علماء نے ان مکرم خواتین میں باہمی افضلیت مختلف جہات سے قائم کی ہے اور ہر ایک خاتون کو اس کی خاص جہت اور حیثیت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ٹھہرایا ہے مثلاً اسلام میں مشکل ترین مراحل کے وقت امتیازی خدمات کے لحاظ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مقدم اور فائق ہیں اور دینی علوم میں شرح وافادہ کے اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت واضح طور پر ثابت ہے۔

شرافت اصل ونسل کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ کی افضلیت میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی شریک نہیں۔ اور شرفِ سیادت کے اعتبار سے حضرت فاطمہؓ سب سے افضل ہیں۔ اس طریقہ سے ہر ایک کی فضیلت اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے۔

؎۱ المرقات شرح مشکوٰۃ ص۳۹۰ ج-۱۱ الفصل الثانی
باب مناقب اهل بيت النبی صلعم

توقف کی تلقین

چونکہ اس سلسلہ میں مختلف نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ جو بظاہر ایک دوسرے سے متقابل نظر آتی ہیں اس بنا پر بہت سے علماء نے افضلیت (بین النساء) کے مسئلہ میں "توقف" کا قول اختیار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور ہماری عقیدت مندی مذکورہ بالا تمام مکرم خواتین میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے مقام میں لازم ہے البتہ مندرجہ بالا ضابطہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرقِ مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(٣)

بحث ثالث

مالی حقوق کا مطالبہ

قبل ازیں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں "مالی حقوق کا مطالبہ" کے عنوان سے مختصراً کچھ ذکر کیا جاچکا ہے یہاں کچھ مزید چیزیں پیش کرنا مقصود ہیں۔

"مالی مطالبہ" کے عنوان کے تحت متعدد چیزیں آتی ہیں مثلاً مالِ فئے مالِ غنیمت سے حق خمس (جسے "سہم ذوی القربیٰ" کہا جاتا ہے) اور اموال بنی نضیر وغیرہ۔

اموال کی ان تمام مذکورہ اقسام میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء اور رشتہ داروں کا حق خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی کما حقہٗ ادا کیا جاتا رہا ہے۔

اب سطور ذیل میں مسئلہ ہذا پر بقدر ضرورت بحث کی جاتی ہے اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ" کے حصہ اوّل (صدیقی) میں "مالی حقوق کا تحفظ" کے عنوان کے تحت ص۸۷ سے ص۱۵۵ تک ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مالی حقوق کی نوعیت

صدیقی دور میں جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں "مالی حقوق" کا مطالبہ پیش کیا گیا کہ "اموال مدینہ" "اموالِ فدک" اور "خمسِ خیبر" وغیرہ سے ہمیں ہمارا حق بطور میراث دیا جائے تو حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی اور جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے۔"

باقی آپ حضرات کو جو حق ان اموال سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ملتا تھا وہ بدستور دیا جائے گا اور اس میں ہم کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے اور ادائیگی کے معاملہ میں اسی طریق کار پر کاربند ہوں گے جس طرح نبی کریم صلعم جاری کئے ہوئے تھے اور صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ "اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے بہت زیادہ عزیز ہے اور آنجناب کے اقرباء اور اعزہ کا لحاظ مجھے اپنے اقرباء سے زیادہ ملحوظ ہے[1]

(مختصر یہ ہے کہ مالی حق آپ کا ادا کیا جاتا رہیگا۔ لیکن مال میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔)

شیعہ کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید

اس مقام میں شیعہ کی طرف سے مسئلہ ہذا کی تائید پیش کی جاتی ہے۔ شیعہ کے اکابر علماء نے امام جعفر صادقؒ سے یہی حدیث

لہ (۱) بخاری شریف ص۵۲۶ ج۔اول کتاب المناقب باب مناقب قرابت رسول اللہ صلعم

(۲) بخاری شریف ص۵۷۶ ج۔ثانی کتاب المغازی باب حدیث بنی نضیر (طبع دھلی)

متعدد اسانید کے ساتھ بہت سی کتابوں میں نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نبیوں کی مالی وراثت نہیں جاری ہوتی اور وہ لوگوں کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے لیکن علم دین کا وارث بناتے ہیں اور ان کی علمی وراثت جاری ہوتی ہے۔[1]

مذکورہ بالا مقامات میں امام جعفر صادق کی زبانی یہ مسئلہ واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

پس یہی چیز حضرت صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا مطالبہ کے جواب میں ذکر فرمائی ہے۔ فلہذا صدیق اکبرؓ کا جواب شیعہ حضرات کے نزدیک بھی صحیح ثابت ہوتا ہے۔ اور ان کا موقف درست پایا جاتا ہے۔

حق خمس کی تولیت

اس مسئلہ کے متعلق خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان کافی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے (حضرت عباسؓ۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کی موجودگی میں) ان کی نمائندگی کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "قرابت داران رسول کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر آنجنابؐ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ جنابؐ کے بعد میں کوئی شخص اس معاملہ میں ہمارے

لہ ۱۔ اصول کافی ص۱۷ باب صفة العلم (طبع لکھنؤ)
۲۔ اصول کافی ص۱۸ باب ثواب العالم والمتعلم
۳۔ امالی للشیخ صدوق ص۳۷ مجلس رابع عشر ۱۴
۴۔ قرب الاسناد للحمیری ص۲۲ طبع ایران
۵۔ بصائر الدرجات ص۳ باب ثواب العالم والمتعلم
۶۔ بصائر الدرجات ص۱۰۰ طبع ایران۔

ساتھ نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آنجنابؐ نے مجھے اس کا "متولی" بنا دیا۔ دور نبوی میں خمس کے حصہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر ابن الخطابؓ نے اس خمس کی تقسیم کا "والی" بنایا تو عہد فاروقی میں بھی اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے۔ .... الخ

مضمون بالا کے لئے مندرجہ ذیل کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۔ کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص۲۰ طبع مصر باب فی قسمة الغنائم
۲۔ ابوداؤد شریف ص۶۱ ج۲ باب بیان مواضع قسم الخمس
۳۔ مسند امام احمد ص۸۴-۸۵ ج اول تحت مسندات علی بن ابی طالب

مطلب یہ ہے کہ حق خمس خلفاء ثلثہ کے دور میں ان حضرات کو اسی طرح ملتا رہا ہے جس طرح یہ حضورؐ کے وقت میں ملتا تھا انہیں ان کا یہ حق حضرت علیؓ کے ہاتھوں ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے اپنے دور خلافت میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح رہا۔

اموال مدینہ بنی نضیر وغیرہ کی تولیت

"اموال فے" جو مدینہ شریف کے نواح اور اطراف میں بنی نضیر وغیرہ سے حاصل ہوتے تھے ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حصہ تھا وہ کما حقہ ان حضرات کو دیا جاتا تھا اور اس کی "تولیت" اور "نگرانی" بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی تاکہ ان اموال کی آمد کو یہ حضرات وصول فرما کر حق داروں میں تقسیم کریں۔

مضمون ہذا کا مفہوم مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بخاری شریف ص۵۷۶ ج ثانی باب تحت حدیث بنی نضیر

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص۲۹۹ ج ۶ باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئ

مندرجہ بالا سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ سمیت رشتہ داروں کے مالی حقوق یعنی آمدن فدک اور حق خمس وغیرہ سے ان حضرات کو باقاعدہ خلفاء راشدین کے دور میں ادا کئے جاتے تھے اور ان کا یہ مالی حق ضائع نہیں کیا جاتا تھا۔

شیعہ کی طرف سے اس کی تائید

شیعہ اکابر علماء و مجتہدین نے بھی مذکورہ مالی حقوق کا مسئلہ اسی طرح اپنی تصانیف میں درج کیا ہے چنانچہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ فدک کی آمدن لے کر قرابت داران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجتے تھے جس قدر کہ وہ ان کی ضرورت کو کافی ہوتی تھی اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے اور پھر علی المرتضیٰؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

مضمون ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لہ ۱۔ { شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج ۵ طبع جدید طہران
تحت مقصد ہشتم از ہژدہ مقاصد (خط علی المرتضیٰؓ
بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ { شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص۱۱۱ ج ۴ طبع بیروت۔
بحث فی ما ورد من الاخبار والسیر فی فدک۔ الفصل الاول

۳۔ { الدرۃ النجفیۃ (شرح نہج البلاغۃ) ص۳۳۲) مطبوعہ قدیم ایرانی
تحت عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف علی المرتضیٰ کا خط

فیض الاسلام علی نقی نے اس مسئلہ کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے۔

" خلاصہ ابوبکر غلہ و سود آں (فدک) گرفتہ بقدر کفالت باہل بیت علیہم السلام مے داد و خلفاء بعد از او ہم برآں اسلوب رفتار نمودند "

" یعنی خلاصہ یہ ہے کہ (فدک) کی آمدن غلہ وغیرہ بقدر کفایت اہل بیت ابوبکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد خلفاء نے بھی اس کے موافق عمل درآمد جاری رکھا"[لہ]

سُنّی اور شیعہ دونوں حضرات کے حوالہ جات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ حضرت فاطمہؓ اور دیگر قرابت داران نبویؐ کو جملہ مالی حقوق (آمدن فدک سمیت) ادا کئے جاتے تھے اور ان کے حقوق کو ضائع نہیں کیا گیا نیز ان اموال کی تقسیم کی تولیت اور نگرانی بھی حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے عہد سے ہی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے سپرد تھی۔ حق بحق دار رسید کا معاملہ پوری طرح قائم تھا۔

لہ ۱ { ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغۃ " از فیض الاسلام علی نقی
ص۹۶۰ جلد پنجم طبع طہران

صدیقی دور میں ایفائے عہد

خلیفۂ اوّل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مراسم نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقربا، اور اعزہ کے ساتھ نہایت شائستہ تھے اور ان کے ساتھ معاشرتی معاملات میں بہتر سلوک روا رکھتے تھے اور ہمیشہ ان کے حقوق کی رعایت صدیق اکبرؓ کے پیش نظر رہتی تھی۔

چنانچہ ہم اس چیز پر صدیقی دور کے چند ایک واقعات پیش کرتے ہیں جن سے صدیق اکبرؓ کے افراد امت اور رعایا کے ساتھ حسن معاملہ کی وضاحت ہوتی ہے اور بہترین برتاؤ کا ثبوت ملتا ہے۔ اور صدیقی کردار کی صداقت نمایاں ہوتی ہے۔

اوّل : ـــ محدثین ذکر کرتے ہیں کہ جب سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کروایا کہ جس شخص نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا آنجنابؐ نے اس سے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ شخص ہمارے پاس آئے ہم اس کے قرض کو ادا کریں گے اور آنجنابؐ کے وعدہ کی ایفا کریں گے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جبکہ بحرین کے عامل کی طرف سے مال آچکا تھا) اور وعدہ نبویؐ ذکر کیا۔ تو صدیق اکبرؓ نے ان کو حسب وعدہ مال ادا کیا اور وعدہ نبویؐ کو پورا کیا۔[1]

لہ (۱) بخاری شریف صـ۴۴۳ ج-اوّل باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین

(۲) مشکوٰۃ شریف صـ۴۱۶ باب الوعد

دوم : ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے حق میں تیرہ عدد جوان شتر عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی ہمیں یہ اونٹ وصول نہیں ہوتے تھے کہ آنجناب کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے، اور انھوں نے اپنے عہد میں منادی کرادی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ کوئی وعدہ فرمایا تھا اور (تاحال) پورا نہیں ہوا وہ ہمارے پاس آئے۔ پس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وعدہ نبویؐ عرض کیا تو صدیق اکبرؓ نے ہمارے حق میں مذکورہ وعدہ نبوی پورا کر دیا۔[1]

سوم : ابو بشیر مازنیؓ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں، مال آنے پر، کچھ عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان فرمایا کہ جس شخص نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے (حسب وعدہ نبویؐ) کوئی چیز وصول کرنی ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر وعدہ نبوی کی ان کو خبر کی اس وقت بحرین سے مال آچکا تھا، تو آپؓ نے مجھے دو تین مٹھی بھر کر درہم عنایت فرمائے جو ایک ہزار چار سو درہم ہوئے۔[2]

چہارم : اکابر علماء نے لکھا ہے کہ نصارئ نجران کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ہر ماہ رجب میں ایک ہزار پوشاک دیں گے۔

لہ مشکوٰۃ شریف صـ۴۱۶ الفصل الثانی باب الوعدہ۔

لہ ۲ { کنز العمال صـ۱۳۴ ج۳ بحوالہ ابن سعد طبع اول دکن۔
روایت ۲۲۹۱ کتاب الخلافۃ مع الامارہ من قسم الافعال تحت خلافۃ ابی بکر صدیق

اور ربا (سود) ختم کر دیں گے اور ان کے مال وجان اور آبرو کے حفاظت ہوگی۔ ان کے کلیساؤں کو امان ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں نجران کے نصاریٰ حاضر ہوئے اور معاہدہ نبویؐ ذکر کیا اور توثیق کی گزارش کی تو توصدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معاہدہ کی توثیق فرمائی اور ان کے لئے ایک تحریر لکھ دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کے عین موافق تھی [1]

مذکورہ بالا چند ایک واقعات نے یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے تھے اور جس شخص کے ساتھ بھی آنجنابؐ کا کوئی وعدہ یا معاہدہ ہوا تھا اس کا اتمام کرنا صدیق اکبرؓ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے اور منادی اور اعلان کروا کے آنجناب کے قرض اور دین کو ادا کرتے تھے اور کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل کرتے تھے۔ گویا یہ ان کا فریضہ تھا جس کو وہ "کما حقہٗ" ادا فرماتے تھے۔

بنا بریں یہ یقین کیا جاتا ہے اور پورے وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جو شخص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد امت اور عوام الناس سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور اہل کتاب سے معاہدوں کی توثیق و تصدیق کرتا ہے اور کسی یہودی یا نصرانی کے حق کو بھی منع نہیں کرتا اور قرض ہائے نبویؐ کو ادا کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ واقارب کے حقوق ضائع نہیں کر سکتا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ مالی حقوق اور معاشرتی روابط کو کبھی منقطع نہیں کر سکتا۔

---

[1] ۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ) ص ۱۸۹

یہ کس طرح روا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا ہوں اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبیوں کے حقوق برباد ہوں ؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

اور عہد صدیقی کے واقعات بھی اس کی تائید نہیں کرتے جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

فلہذا صحیح چیز یہی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سمیت سب اعزہ نبویؐ کے مالی حقوق اس دور میں ادا کئے جاتے تھے۔

بحث ہذا کا اجمالی خاکہ

اس بحث کا اختصار کرتے ہوئے اب اس کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا جاتا ہے وُہ یہ ہے کہ :

※ فدک "مال فیئ" میں سے تھا۔ میراث نبویؐ نہیں تھا۔ اس کی آمدن اہل بیت نبویؐ اور اقربا کو ملتی تھی اور ان کے اخراجات و مصارف اس سے پورے کیے جاتے تھے۔ لیکن فدک کی آمدن سے یہ ادائیگی بطور توریث اور وراثت نہیں تھی۔

※ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ وراثت کے جواب میں حضرت صدیق اکبرؓ کا موقف صحیح تھا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی وراثت (مالی) نہیں جاری ہوتی۔ جیسا کہ سُنّی و شیعہ کتب سے واضح کیا گیا۔

اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ پر خاموش ہو گئیں اور پھر یہ مطالبہ وراثت کبھی نہیں دوہرایا۔

مسئلہ ہذا میں صدیق اکبرؓ کے موقف کے صحیح ہونے اور اس پر عملدرآمد کے درست ہونے پر شواہد ذیل موجود ہیں۔ اطمینان کے ساتھ ان پر غور فرمائیں :-

۱ ۔ صدیقی فیصلہ ہذا کو تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے درست تسلیم کیا اور اسی وجہ سے اکابر صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اس دور میں اس فیصلہ کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی۔

۲ ۔ خصوصاً بنی ہاشم کے اکابرین (حضرت علیؓ حضرت عباسؓ (عم نبویؐ) وغیرہم) نے اس کو درست تسلیم کیا اور کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(اور ان حضراتؓ کی جانب سے اس کے بعد اگر بعض روایات میں مطالبات یا تنازعات مذکور ہیں تو وُہ صرف اس آمدن کی باہمی تحویل و تقسیم اور حصے بخرے بنانے کے سلسلے میں ہیں لیکن فیصلہ صدیقیؓ کے خلاف ہرگز نہیں۔

۳ ۔ نیز حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اس فیصلہ صدیقیؓ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ گویا صدیقیؓ فیصلہ کے برحق ہونے کی یہ عملاً تائید ہے۔

۴ ۔ اسی طرح حضرت سیدنا حسن بن علیؓ کے ایام خلافت ششماہی میں فدک کے متعلق صدیقیؓ فیصلہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور نہ اس کو متغیر و متبدل کیا گیا۔

۵ ۔ اہل سنت والجماعۃ کے جمہور مفسرینؒ اور جمہور محدثین اور جمہور فقہاء اور قابل اعتماد اہل سیر اور لائق اعتبار مورخینؒ نے مذکورہ صدیقیؓ فیصلہ کو صحیح اور حق بجانب قرار دیا ہے اور اس کی صحت و حقانیت پر اتفاق و اجماع کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ :-

وانعقد الاجماع علیٰ صحۃ ماذھب الیہ ابوبکرؓ فسقط ھذا السؤال۔ اللہ اعلم۔ [1]

"یعنی اس مسئلہ میں جس طرف جناب ابوبکر صدیقؓ گئے ہیں اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے پس یہ سوال ساقط ہو گیا۔ واللہ اعلم"

---

[1] تفسیر کبیر للرازی ص۲۳ تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ...... الخ (طبع قدیم مصری)

مسئلہ ہذا کا دوسرا رخ

بصورت دیگر اگر مخالف کا یہ اعتراض تسلیم کر لیا جائے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کے مطالبے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور آخر تک کلام نہیں کیا۔

تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ اعتراض مذکورہ زائل ہو جائے گا اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا اشکال بھی مرتفع ہو سکے گا۔

صدیقی جواب پر..... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی

قبل ازیں ہم نے اس مسئلہ میں صدیقی موقف کی صحت پوری شرح کے ساتھ بیان کر دی ہے اور اس پر واقعات کو شواہد قرار دیا ہے۔

یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں فرمان نبویؐ پیش کیا تھا۔ اب فرمان نبوّت معلوم کر کے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ناراض ہونا خلاف عقل ہے اور غیر معقول ہے۔ درحقیقت جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر مسئلہ کی حقیقت صحیح طور پر منکشف ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں۔

مگر روایت کے راویوں نے سیّدہ کی خاموشی کو ناراضگی سے تعبیر کیا اور اپنے گمان میں سمجھے کہ آپ رضی اللہ عنہا غضبناک ہو گئیں۔ بس اسی طریقہ سے یہ چیز باعث

نزاع بن گئی۔ حالانکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔

اور بالفرض اگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بتقاضائے بشریت اور طبعی رجحانات کی بنا پر رنجیدہ خاطر ہوئی ہیں تو فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ایسی ناراضگی کے قریباً چار عدد واقعات تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق بھی منقول ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "رحماء بینہم" حصہ صدیقی کے صفحہ ۱۳۹ تا صفحہ ۱۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں۔ اور یہاں بحث اوّل میں بھی ایک واقعہ ناراضگی بھی ابھی گزرا ہے۔ ان میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہونا موجود ہے۔

اب اس ناراضگی کا جو جواب دوست تیار کرتے ہیں وہی جواب یہاں اس واقعہ میں معتبر ہو گا۔ یعنی بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئی تھیں فلہذا مسئلہ ہذا اسی طرح منقح ہے کہ اگر رنجیدگی پیدا ہوئی تھی تو بعد میں اس کا ازالہ ہو چکا تھا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں کوئی غبار باقی نہیں رہا تھا۔

رضامندی کی روایات

چنانچہ اب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی کی روایات اجمالاً تحریر کی جاتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے ہم پیش کریں گے بعدہٗ شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی رضامندی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایات ذکر کی جائیں گی تاکہ فریقین کی کتابوں سے یہ مسئلہ نمایاں طور پر صاف ہو جائے۔

سُنّی کتب سے :

۱ - عامر شعبی کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ان کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر کے تشریف لائے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معذرت ذکر

کی پس سیّدہ فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہوگئیں۔ [1]

---

[1] ۱- طبقات ابن سعد ص۱۷ ج۸ طبع لیدن، تحت تذکرہ سیّدہ فاطمہؓ

۲- السنن الکبریٰ للبیہقی ص۳۰۱ ج۶

۳- الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص۱۸۱ طبع مصر، 〃 〃 〃 〃 〃 ص۳۵۴ طبع بیروت

۴- سیر اعلام النبلا للذہبی ص۸۹ ج۲ تحت تذکرہ فاطمہ اور ص۹۴ ج۲

۵- ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ ص۱۵۶ جلد اوّل، باب ذکران فاطمہؓ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکرؓ

۶- تفسیر کبیر للرازی ص۲۳ ج۳، تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولاکم ...... الخ

۷- تفسیر روح المعانی ص۲۲۰-۲۲۱ ج۴، تحت آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم ..... الخ

۸- البدایہ ص۲۸۹ ج۵۔ ص۳۳۳ ج۶ طبع اوّل مصری

۹- فتح الباری شرح بخاری شریف ص۱۵۱ ج۶، کتاب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۱۰- عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص۲۰ ج۱۵، باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

۱۱- وفاء الوفاء للسمہودی ص۹۹۶ ج۳، تحت عنوان طلب فاطمہ عن ابی بکر صدقات ابیہا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رضامندی سیّدہ فاطمہؓ کے حوالہ جات کئی دیگر کتابوں میں بھی دستیاب مگر یہاں صرف چودہ[۱۴] عدد حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ان تمام حوالہ جات میں حضرت فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ سے رضامند ہونا اور ان دونوں حضرات کا باہم خوشنود ہونا مذکور ہے۔

شیعہ کتب سے رضامندی

اکابر شیعہ علماء نے حضرت سیّدہ فاطمہؓ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رضامندی کے مسئلہ کو بڑے عمدہ طریقہ سے واضح الفاظ میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح نہج البلاغہ میں ذکر کرتے ہیں:-

"ابوبکرؓ کہتے ہیں اے فاطمہؓ! رضائے الٰہی کے لئے آپ کا مجھ پر حق ہے فدک کے معاملہ میں وہی عملدرآمد کروں گا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جاری کئے ہوئے تھے پس اس چیز پر حضرت فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہوگئیں۔ اور اس پر انہوں نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور اقرار لیا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۱۲ مدارج النبوۃ للشیخ محدث دہلوی ص۵۷۳ ج۲، تحت وصل در ذکر غم والم مفارقت آنحضرتؐ

۱۳- سیرت حلبیہ ص۳۹۹ ج۳ تحت حالات وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۴- تحفہ اثنا عشریہ فارسی تحت جواب طعن سیزدہم باب مطاعن ابی بکر۔

"... فرضیت بذلک واخذت العهد علیہا الخ"

مندرجات کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق ...ت صدیق اکبر اور حضرت فاطمہ رضؓ کے مابین نزاع ختم ہوگیا تھا اور ایک ... سرے کے حق میں دل صاف ہوچکے تھے کوئی کدورت باقی نہیں رہی ی اور سب آپس میں راضی ہوگئے تھے۔

۱۔ شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی ص۱۰۷ ج۵ طبع طہران
تحت مقصد ثامن از مقاصد ہشردہ
خط علی المرتضیٰ رضؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ =
بلی کانت فی ایدینا فدک = الخ

۲۔ درۃ النجفیۃ شرح نہج البلاغۃ ص ۳۳۱/۳۳۲ قدیم طبع ایران
تحت خط علی المرتضیٰ رضؓ بجانب عثمان بن حنیف عامل بصرہ =

فدک کے لئے ہبہ و عطیہ و وثیقہ اور وقف

کے عنوانات

احباب جب توریث اور وراثت فدک کے اثبات میں ناکام ہو تے ہیں تو اس بحث کے لئے یہ پہلو اختیار کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے عنایت فرمایا تھا اور بعض روایات کے اعتبار سے ایک وثیقہ تحریر کر کے حوالہ کر دیا تھا پھر ان خلفاء نے وہ ہبہ شدہ و عطا فرمودہ حق کو تلف کر دیا اور اس وثیقہ کو چاک کر دیا اس طرح یہ بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے۔

اس سلسلہ میں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ وراثت اور توریث کی روایات جسقدر صحیح دستیاب ہوتی ہیں ان کا محمل اور مفہوم بیان ہم نے کر دیا ہے۔ اب "ہبہ اور عطیہ" یا وثیقہ کی روایات جو دوستوں کی طرف سے ہماری کتب سے پیش کی جاتی ہیں ان کے متعلق بطور قاعدہ کے یہ تحریر ہے کہ:-

مفہوم ہم نے بیان کر دیا ہے =

قواعد کا لحاظ

ان مسائل میں جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح اور درست پائی جائیں ان کے جواب کے ہم ذمہ دار ہیں اور جو روایات اس فن کے قواعد کی رو سے صحیح نہیں اور علماء نے ان پر نقد کر دیا ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور ہمارے لئے ان کا جواب پیش کرنا ضروری نہیں۔

مسائل میں ہر نوع اور ہر قسم کی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر جب تک کسی روایت کی صحت ثابت نہ ہو جائے تب تک وہ روایت کسی مسئلے کے لئے قابل اعتماد اور حجت قرار نہیں پاتی۔ فلہٰذا جو روایات از روئے قواعد صحیح ہوں گی وہ قابل قبول ہیں اور جو روایات مجروح و مقدوح ہوں گی وہ قابل قبول نہیں۔

ابو سعید کی روایات کا تجزیہ

ایک قلیل سی تلاش کے ذریعے یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض روایات جو ہبہ اور عطیہ کے متعلق ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں ان کے اسانید جتنا قدر دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کی تحقیق کرنے سے واضح ہوا کہ یہ روایات حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ان کا کلام نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ ابو سعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے۔ علماء رجال نے عطیہ عوفی کے حق میں تحقیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ شخص "کثیر الخطاء" اور نہایت ضعیف آدمی تھا اس سے روایت لینا اور اس کی حدیث لکھنا ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے تو کی جاتی ہے۔ یہ شخص شیعہ تھا۔ حق مذہب سے برگشتہ تھا اور مشہور کذاب محمد ابن السائب الکلبی کے پاس جا کر اس سے روایتیں لیتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعید تجویز کر رکھی تھی جہاں یہ ابو سعید سے نقل کرتا ہے۔

وہاں اس کی مراد الکلبی کذاب ہوتا ہے اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی کے نام کے ساتھ اشتباہ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ فریب کھا کر اس روایت کو خوب قبول کر لیں۔

لہ (۱) تہذیب التہذیب لابن حجر ص $\frac{۲۲۵}{۲۲۶}$ جلد سابع تحت عطیہ ابن سعد العوفی الکوفی

(۲) میزان الاعتدال للذہبی ص $\frac{۲۰۱}{ج-۲}$ طبع مصری قدیم تحت عطیہ ابن سعد العوفی

عطیہ ابن سعد کی مزید تشریح ہماری کتاب "حدیث ثقلین" میں ص ۴۹ تا ص ۵۲ طبع ثانی تحت اسناد طبقات ابن سعد ملاحظہ فرمائیں وہاں عطیہ مذکور کے متعلق تشریح موجود ہے۔

دراصل ابو سعید سے مذکورہ روایات آیت وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ ...... الخ کے ساتھ منضم کر کے بیان کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کو فدک عطا کر دیا۔"

تو اس کے متعلق یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ سورۃ (الاسریٰ پ ۱۵) مکی ہے اور یہ آیت بھی مکی آیات میں سے ہے اس وقت تک ہجرت مدینہ نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی خیبر فتح ہوا تھا تو پھر فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس طرح عطا کیا گیا؟ یہ چیز واقعات کے برخلاف ہے فلہٰذا یہ قابل تسلیم نہ ہو گی۔ لہ

حضرت ابو سعید کی مذکورہ روایات کی طرح بعض دیگر صحابہ اور تابعین سے اسی نوع کی روایات منقول ہیں ان میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فدک متبین کر دیا تھا اور بعض روایات اس مفہوم کی بھی ملتی ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا مطالبہ کیا تو اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شہادت طلب کی تو اس میں ام ایمن رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے شہادت دی مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت رد کر دی۔

لہ { تحفہ اثناء عشریہ ص ۴۴ تحت کید سی و دوم ۳۲ (شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ)

دعویٰ فدک پر شہادت طلبی

مذکورہ بالا تمام اقسام کی روایات متعلق یکجا معروضات ذیل پیش خدمت ہیں:-

اسی طرح کی روایات کے متعلق اکابر علماء قبل ازیں تحقیق فرما کر تنقید کر چکے مثلاً :-

۱- حافظ بدر الدین عینی حنفی نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں مذکورہ قسم کی روایات پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت بے سروپا ہے اور حضرت فاطمہؓ کے دعویٰ پر ان کے حق میں حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس شہادت کو رد کرنے کا واقعہ بالکل بے اصل اور مصنوعی ہے۔

"ھذا لا اصل له ..... انما ھو امرٌ مفتعلٌ لا یثبت"[1]

۲- ہمارے اکابر نے فرمایا ہے کہ اس نوع کی روایات صحیح نہیں اور جو اس قسم روایات ملتی ہیں وہ شیعہ راویوں کے افتراء میں سے ہیں اور نہایت درجہ کی ضعیف ہیں اور ان کے بیشتر راوی مجروح و مقدوح اور شیعہ ذہنیت سے متاثر ہیں

چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ہم چوں قسم روایات اہل سنت کی (معتبر و معتمد) کتابوں میں نہیں یہ محض شیعوں کا افتراء ہے اہل سُنّت کو ان روایات سے الزام دینا اور اس کا جواب طلب کرنا بالکل خفتِ عقل پر دال ہے[2]

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ص ۲۰ ج ۱۵ لبدر الدین العینی
باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی

[2] (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۷ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

نیز فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے کہ فدک کے ہبہ کے دعویٰ کی روایات انتہا درجے کی ضعیف پائی جاتی ہیں اور یہ شیعوں کی تلبیس اور اختلاط کے قبیلے میں سے ہیں "معارج النبوۃ" میں اسی قسم کی روایات اخذ کر کے درج کر دی گئی ہیں۔[1]

ہبہ سے متعلق ایک قاعدہ

ہبہ کے مسئلہ میں اہل سُنّت اور شیعہ کے ہاں قاعدہ مسلّم ہے کہ ہبہ شدہ چیز کو جب تک کہ موہوب لہ (جس شخص کے لئے ہبہ کیا گیا ہے) کے قبضہ اور تصرف میں نہ دے دیا جائے تب تک ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔

چونکہ حیات نبویؐ میں فدک کو حضرت فاطمہؓ کے قبضہ اور تصرف میں نہیں دیا گیا تھا اور آنجنابؐ کے تصرف میں تھا فلہذا فدک کا ہبہ درست نہ ہوا[2]

اگر بالفرض والتقدیر حضرت فاطمہؓ کو فدک بطور ہبہ اور عطیہ کے مل چکا تھا، جیسا کہ شیعہ کی پھیلائی ہوئی روایات بتلاتی ہیں تو حضرت فاطمہؓ کا حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس دعویٰ کس لئے تھا؟ اور کس بنا پر تھا؟ فدک تو ان کے ملک اور تصرف میں تھا[3]

---

[1] (فتاویٰ عزیزی فارسی ص ۱۰۰ ج ۲ تحت مسئلہ ہذا)

[2] ۱- منہاج السنۃ لابن تیمیۃ ص ۱۶۶ ج ۲
تحت جواب ہبہ فدک

۲- تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۸ تحت جواب طعن سیزدہم ۱۳

[3] میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۲۸ ج ۲ طبع مصری قدیم
تحت ذکر علی بن عباس ارزق اسدی کوفی۔

شقِ وثیقہ کا واقعہ

شیعہ احباب فدک کے متعلق [illegible] مراحل میں ناکام ہونے کے بعد ایک دیگر چیز [illegible] کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مذکورہ مطالبے پر ایک وثیقہ یعنی ایک تحریر لکھ دی تھی، کہ "فدک حضرت حضرت فاطمہؓ کو بطور میراث کے اپنے والدؐ سے دیا جاتا ہے۔" اس کے بعد جناب عمر بن الخطابؓ آگئے اور انھوں نے یہ وثیقہ حضرت فاطمہ سے لے کر پھاڑ دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو کہا کہ عرب جنگ کے لئے آپؐ کے مقابل کھڑے ہو گئے ہیں تم مسلمانوں پر کہاں سے خرچ کرو گے۔ ؟؟؟

اس چیز کے متعلق مندرجہ ذیل معروضات ملاحظہ فرمائیں۔ ا[illegible]ہ دور ہو جائے گا۔

۱ - روایت مذکورہ بالا شیعہ بزرگوں کی تصنیف شدہ ہے اور ان کی کتاب اصول کافی جلد اوّل صفحہ ۳۵۵ (طبع نول کشور لکھنؤ) "باب الفیئ والانفال وتفسیر الخمس" میں ابوالحسن موسیٰ سے مروی ہے۔ اسی مضمون کو بعض تقیہ باز بزرگوں نے مثلاً سبط ابن الجوزی وغیرہ نے اپنے کلام میں نقل کر کے ہماری کتب میں مروج کر دیا ہے۔

سبط ابن الجوزی جس کا نام یوسف بن فرغلی یا قزاوغلی ہے اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "حدیث ثقلین" صفحہ ۱۹۰ تا صفحہ ۱۹۲ طبع اوّل اور صفحہ ۱۸۵ تا صفحہ ۱۸۷ طبع ثانی میں پوری تشریح کر دی ہے کہ وہ سنیوں میں سُنّی اور شیعوں میں شیعہ مذہب رکھتا تھا اور بعض اوقات حنفیوں کے لئے فقہ حنفی پر کتابیں مدون کرتا تھا اور عجیب قسم کا ابن الوقت وابن الدراہم اور تقیہ باز بزرگ تھا۔

۲ - ہمارے علماء نے سبط ابن الجوزی" کے کلام سے اگر یہ واقعہ کہیں نقل کر دیا ہے تو انھوں نے "دفی کلام سبط ابن الجوزی" لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت اس کے فرمودات میں سے ہے اور ہماری روایت ہرگز نہیں ہے۔

اب ان گذارشات سے مسئلہ واضح ہو گیا کہ وثیقہ کی روایت مذکورہ بالا اگر ہماری کتابوں میں کہیں مذکور ہے تو ان تقیہ باز بزرگوں کے ذریعے نقل ہوئی ہے، اور علماء حضرات کو ان کے مکائید طیبہ سے خبردار رہنا چاہیے یہ عجیب قسم کی حیلہ گری اور فریب دہی کیا کرتے ہیں۔

شریعت یا جہالت (اضافہ شدہ ایڈیشن) از محمد پالن حقانی

رسوم و بدعات کی اصلاح کے لیے اور اسلامی عقائد و نظریات کے مطالعہ کیلئے ایک مدلل کتاب۔ ہر مسئلے کا حوالہ مستند اور معتبر اسلامی کتابوں سے دیا گیا ہے۔
قیمت ۴۵/۰۰ روپے

فریادِ آدم کا منظر

مولانا محمد اسحٰق دہلوی کی مشہور کتاب آمسانۂ آدم عرف فریادِ آدمؑ کا منظر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کے مکمل حالات و واقعات۔
قیمت بمعہ پلاسٹک کور ۱۵/۰۰ روپے

موت کی یاد از: مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

آخرت کی فکر پیدا کرنے والی فکر انگیز اور عبرت آموز کتاب جسے شیخ الحدیث نے بہت درد اور خیرخواہی کے جذبہ سے عام مسلمانوں کی اصلاح کے لیے تحریر فرمایا ہے۔
قیمت ۵/۰۰ روپے

وقف فدک کا مسئلہ

احباب حسب مندرجہ مذکورہ بالا صورتوں میں اپنا مدعیٰ ثابت نہیں کر سکتے تو پھر حضرت فاطمہ رض پر فدک کے وقف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو ہماری کتب سے ثابت کرنے کے لئے عجیب ترین جعل سازی فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاویٰ عزیزیہ میں وقف فدک کی روایت فلاں صفحہ پر موجود ہے اور "منکر اہل بیت" کے ہاتھ اس کو مٹا نہیں سکتے وغیرہ .... "

ناظرین کرام اس کے متعلق یاد رکھیں کہ :-

۱ — شاہ عبدالعزیز رح اپنے فتاویٰ عزیزی میں اس مقام میں شیعہ بزرگوں کی پیش کردہ متعدد روایات کا جواب فرما رہے ہیں اور وقف کی یہ روایت ان میں سے تیسری ہے جس کو آج کل کے دوستوں نے بطور دلیل کے فراہم کیا ہے۔

۲ — فتاویٰ مذکور میں اس وقف والی روایت سوم کو رد کرنے کی خاطر نقل کیا گیا ہے پھر اس پر جرح تحریر کر دی ہے۔

۳ — یہ دستور ہے کہ ہمیشہ فریق مخالف کے اقوال و اعتراضات کو پہلے نقل کیا جاتا ہے پھر اس کا رد کیا جاتا ہے۔ یہاں دوستوں نے اپنی کمال وقاحت کا ثبوت پیش کیا کہ جس روایت کو صاحب کتاب (بعد از نقل) خود رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کے سامنے اپنی دلیل بنا کر پیش کر دیا اور فریب دینے کا بالکل نرالا طرز اختیار کیا۔ اس طریق سے وہ اپنی قوم کو خوش و خرم کر کے شاباشی اور تحسین ارزاں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۴ — شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے مذکورہ روایتِ وقف کا رد اس طرح فرمایا ہے کہ :—

۱ — یہ روایت کتاب "معارج النبوۃ" سے لی گئی ہے اور وہ کتاب کوئی معتبر و معتمد نہیں ہے (یعنی رطب و یابس ہر نوع کی روایات کا کشکول ہے)

۲ — نیز روایت ہذا کے الفاظ و عبارت قدیم لغت کے برخلاف ہے۔ (یعنی دورِ نبوی کی عبارات کے موافق اس کی تعبیر نہیں ہے یہ مصنوعی معلوم ہوتی ہے)۔

۳ — اور بالفرض حضرت فاطمہ رض پر وقف فدک کی روایت صحیح ہو تو یہ امامیہ شیعہ مذہب کے برخلاف ہے کیونکہ اس سے تو معلوم ہوا کہ وہ قریہ (فدک) میراث نبوی نہیں تھا اور نہ وہ ہبہ تھا بلکہ وہ قریہ وقف تھا۔ یہی چیز تو اہل سنت کہتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام متروکہ چیزیں وقف تھیں (اور صدقہ فی سبیل اللہ تھیں) تو اس سے شیعہ مذہب کا مقصد ثابت نہ ہوا...... الخ

آخر میں اہل علم کے تنبہ کے لئے درج ہے کہ "صاحب معارج النبوۃ" تو حضرت علی رض کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "وصی" قرار دیتا ہے۔ حضرت علی رض کا وصی ہونا خاص شیعہ کا مذہب ہے اہل السنۃ کا نہیں۔ جس شخص کے ایسے غلط نظریات ہوں اس کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ مندرجہ ذیل مقام میں مسئلہ وصی کے لئے رجوع فرمائیں[1]

---

[1] معارج النبوۃ ص ۸۵/۸۶ جلد سوم رکن چہارم باب چہاردہم فصل پنجم تحت وقائع بعد از وفات آنحضرت صلعم۔ مطبوعہ قدیم بمبئی۔

تنبیہ

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اسلام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا "وصی" ہونا اور بعد النبیؐ ان کی امامت بلافصل کو فرض قرار دینا شیعہ اکابر کا اہم نظریہ ہے۔

اس کی نشاندہی ہم ان کی قدیم ترین کتب سے کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں۔

قرن ثالث اور قرن رابع کے اکابر علمار شیعہ نے نظریہ بالا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ صاحب "رجال کشی" نے رجال کشی میں اور علامہ ابو محمد الحسن بن موسےٰ النوبختی نے "فرق الشیعہ" میں بعبارت ذیل بیان کیا ہے اور متاخرین علماء شیعہ نے مثلاً "تنقیح المقال" میں علامہ مامقانی نے بھی یہی مسئلہ درج کیا ہے :-

"وذكر اهل العلم ان عبد الله بن سبا كان يهودياً[1] فاسلم ووالى علياً[2] عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته فی يوشع بن نون وصی موسىٰ بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله فی علی عليه السلام مثل ذالك وكان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی عليه السلام واظهر البرأة من اعدائه وكاشف مخالفيه واكفرهم[3] ...... الخ

(۱) رجال کشی للشیخ ابی عمرو بن محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی ص۱ طبع بمبئی۔ تحت عبد اللہ بن سبا۔

(۲) فرق الشیعہ از علامہ نوبختی ص۴۴ طبع نجف اشرف تحت السبائیۃ

(۳) تنقیح المقال للمامقانی ص۱۸۴ ج۲ تحت عبد اللہ بن سبا۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ شیعہ علمار نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ ابن سبا ایک یہودی شخص تھا پھر (بظاہر) مسلمان ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کی ذات سے محبت کا دم بھرنے لگا یہ شخص اپنے یہودی ہونے کے دور میں یوشع بن نون کو حضرت موسیٰؑ کا "وصی" قرار دیتا تھا اور اسلام لانے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" ہونے کا قول کرنے لگا اور حضرت علیؓ کی امامت (بلافصل) کی فرضیت کا قول، ان کے دشمنوں سے برائت کا اظہار اور ان کو کافر کہنے کا قول، سب سے پہلے اسی شخص نے مشہور کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ :-

۱ــــ حضرت علی المرتضیٰ کے "وصی" ہونے کا نظریہ شیعہ کے اکابر کی طرف سے اختراع کیا گیا ہے۔

۲ــــ اور حضرت علیؓ کی "بلافصل" امامت کے فرض ہونے کا نظریہ بھی ان کی طرف سے افتراء کیا گیا ہے۔

۳ــــ شیعہ کے اکابر حضرات نے ان ہر دو نظریات کو تسلیم کیا ہے اور رد نہیں کیا۔

ان گزارشات کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے "وصی" ہونے کا نظریہ اور حضرت علیؓ کی "بلافصل امامت" کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے بلکہ شیعہ مذہب کا اپنا مخصوص نظریہ ہے فلہذا اس نوع کے حامل نظریات کے مصنفین کی تصانیف ہم پر حجت نہیں ہو سکتیں۔

یاد رہے شیعہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سبا، حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور میں انہیں "الٰہ" اور اپنے آپ کو "ان کا نبی" کہتا تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کے سامنے اس کا اقرار بھی کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اسے تین دن توبہ اور استغفار کی مہلت

دی مگر وہ اپنے قول سے باز نہ آیا۔ اس بنا پر حضرت علیؓ نے اسے آگ میں ڈلوا کر جلا ڈالا[1]

ناظرین پر واضح ہو گیا کہ ابن سبا کو "الوہیت مرتضوی" اور نبوت کے دعویٰ" کی بنا پر جلوایا گیا تھا لیکن وصایت و امامت (بلا فصل) کے نظریات یعنی یہ اس کے دونوں عقیدے شیعہ میں مقبول و منظور چلے آرہے ہیں۔ فافہم۔

---

[1] ۱۔ رجال کشی ص۷۱ طبع بمبئی تحت عبداللہ بن سبا

۲۔ تنقیح المقال ص۱۸۴ ج۲ جلد ثانی۔ تحت عبداللہ بن سبا

"فدک اور وصیت نبوی"

فدک کے متعلق جب ھبہ اور عطیہ کی روایات بے کار ثابت ہوتی ہیں اور وثیقہ اور وقف کی روایات بھی لاحاصل ٹھہرتی ہیں اور مدعا ثابت نہیں ہوتا تو پھر یہ لوگ یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کے متعلق ایک وصیت فرمائی تھی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے اس وصیت کا ایفا نہ کیا اور پیغمبر صلعم کی وصیت کا خلاف کر ڈالا اور پیغمبر صلعم کے نافرمان ہوئے۔

اس طعن کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

۱۔ وصیت کے دعویٰ مذکورہ بالا کو ثابت کرنے کے لئے اہل سنت کی معتبر کتابوں سے صحیح روایت پیش کرنا لازم ہے۔ ضعیف اور بے اصل روایات پیش کرنے سے دعویٰ مسموع نہیں ہوگا۔ اس نوع کی روایات اگر کہیں دستیاب ہوتی ہیں تو اس فن کے قواعد معتبرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ جو قواعد کے خلاف چیز ہو وہ قابل التفات نہیں ہوتی۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ شیعہ اور سنی علماء فرماتے ہیں کہ وصیت میراث کی خواہر ہے (یعنی الوصیۃ اخت المیراث)۔ پس جس مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی اس مال میں وصیت کس طرح جاری ہوگی ؟؟

وجہ یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کے فوت ہو جانے کے بعد میراث اور وصیت کا ملک منتقل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام انتقال کے بعد اپنے مال کے مالک نہیں رہتے بلکہ ان کا مال اللہ تعالٰے کا مال ہوتا ہے، اور

بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت ثابت نہ ہوئی تو وصیّت مالی" کا نفاذ بطریق اولیٰ نہ ثابت ہوگا۔ اس واسطے کہ وصیّت سے وراثت قوی تر ہے اور وصیّت ضعیف ہے[۱]

۳ — اگر بالفرض وصیت نبویؐ اس معاملے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی گئی تھی اور صدیق اکبرؓ نے اس کا ایفاء نہ کیا اور پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کر ڈالی تو حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی خلافت کے عہد میں اس وصیت کا اتمام اور ایفاء کیوں نہ کیا؟ اور حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کو یہ حق کیوں نہ ادا کیا؟ عدم ایفاء کے ثبوت کے لئے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو شیعہ اکابر نے لکھے ہیں[۲]

(ان مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے "فدک" کو حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کی طرف رد نہیں کیا تھا۔)

۴ — اور پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس نبویؐ وصیّت کو کیوں نہ مکمل کیا؟ اور حق بحق دار رسید کا قاعدہ کیوں پورا نہ کیا؟؟

۵ — نیز قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر وصایا کو صحابہ کرامؓ اور اُمّت محمدیہ نے پورا کرنے میں تمام تر مساعی صَرف کر دیں تو حضرت فاطمہؓ کے حق میں وصیّت کو پورا کرنے کے لئے تمام تر صحابہؓ بشمول ہاشمی حضرات کے کیوں متساہل ہو گئے؟ اور فرمان نبوی کو کیوں متروک قرار دیا؟؟

---

[۱] تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۹ طبع لاہور۔ تحت جواب طعن چہار دھم

[۲] کتاب الروضۃ (در آخر کتاب فروغ کافی) جلد سوم ص ۲۹/۳۰ طبع نول کشور لکھنؤ — تحت خطبہ امیر المومنین علیہ السلام

"خلاصۂ کلام"

اس بحث میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبرؓ سے مالی حقوق کا مطالبہ بیان کرنا ملحوظ خاطر تھا جس کو بقدر ضرورت تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، یعنی صدیق اکبرؓ سے حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ بطور وراثت اور توریث کیا اور صدیق اکبرؓ نے اس مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی مالی وراثت نہیں ہوتی۔ ان کا متروکہ مال وقف اور صدقہ ہوتا ہے اور آپؐ کا جو مالی حق عہد نبویؐ میں ادا کیا جاتا تھا وہ من وعن جاری رہے گا۔

حضرت فاطمہؓ یہ مسئلہ معلوم کر کے صدیقی فیصلہ پر مطمئن ہو کر خاموش ہو گئیں اور اسی کے ساتھ ان کی رضامندی تھی پھر اس کے بعد نہ حضرت فاطمہؓ نے یہ مطالبہ دوہرایا ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ یا دیگر ہاشمی حضرات نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ یہ چیز صدیق اکبرؓ کے فیصلے کے برحق ہونے کی عملاً تائید ہے اور اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اس فیصلہ میں صدیق اکبرؓ کا موقف درست تھا۔ اور انہوں نے اعزّہ نبویؐ کا کوئی "مالی حق" ضائع نہیں کیا۔

بحث ۴ رابع

(احراق بیت سیّدہ فاطمہ رضی کے متعلقات)

معترض دوستوں نے حضرت فاطمہؓ کے سوانح اور حالات میں یہ چیز بڑے شدّ و مد سے ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بیعت کی خاطر بلانے کے لئے ان کے گھر حضرت عمرؓ فاروق کو بھیجا ان کے ساتھ دیگر صحابہ بھی تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے گھر پر جا کر ان کو گھر سے باہر نکالنے کے لئے بڑی سختی اور درشتی کا مظاہرہ کیا۔ اور خانہ فاطمہؓ سے باہر نہ آنے کی صورت میں گھر کو جلا ڈالنے کی دھمکی دی اور سیّدہ فاطمہؓ کے ساتھ بُرے سلوک سے پیش آئے ان کی بعض روایات میں یہاں تک ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کو زد و کوب بھی کیا اور بہت ایذا پہنچائی۔ (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ

یہ طعن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ دونوں پر قائم کیا جاتا ہے اور ان حضرات کا اہل بیت نبوی کے ساتھ یہ بدسلوکی کرنا ان کے ہاں تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔

اب اس الزام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں ان سے بعونہٖ تعالیٰ اس طعن کا پوری طرح ازالہ ہو جائے گا۔ پہلے باعتبار روایت کے کلام کیا جاتا ہے اس کے بعد درایۃً کلام ہوگا۔

"روایت کے اعتبار سے تجزیہ"

۱۔ جن روایات کی بنا پر طعن مذکور کو مرتب کیا گیا ہے وہ حدیث کی صحاح کی روایات نہیں ہیں۔ صحیح احادیث اور صحیح روایات میں ان واقعات کا نام و نشان تک نہیں ملتا اور جن کتب روایت اور تاریخ سے یہ طعن تیار کیا گیا ہے ان پر اس فن میں کوئی اعتماد و اعتبار نہیں ہے۔

۲۔ نیز جن روایات سے یہ قصّہ تصنیف شدہ ہے وہ اہل علم و اہل فن کی اصطلاح میں سنداً منقطع اور متناً منکر ہیں۔ (علماء اس صورتِ نقل کو خوب سمجھتے ہیں۔)

عام احباب کے لئے اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ قصّہ نقل کیا ہے وہ خود واقعہ ہذا میں موجود نہ تھے کسی شخص نے ان کو بیان کر دیا۔ اس قصّہ کا ناقل خدا جانے کیسا شخص تھا؟ اور کون تھا؟ اور جو کچھ قصّہ میں مذکور ہے وہ اس دور کے صحیح واقعات کے برخلاف پایا جاتا ہے اور اس موقعہ کے دیگر واقعات اس داستان کی تائید نہیں کرتے اور اس عدم تائید پر عنقریب قرائن و شواہد پیش کئے جائیں گے۔ اور ان میں کئی ایسے راوی ہیں جن کو علماء رجال "احذق بالکذاب" (یعنی دروغ گوئی میں بہت بڑے ماہر) قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر رواۃ بھی مختلف قسم کی جرح سے بُری طرح مجروح ہیں

۳۔ کبار علماء نے مذکورہ بالا واقعہ کی متعلقہ روایات کے حق میں تصریحاً لکھا ہے کہ :-

۱ــــ "این قصّہ سراسر واھی وبھتان وافتراء است ھیچ اصلے نہ دارد"

یعنی (حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو ایذارسانی وبدسلوکی کا) یہ قصّہ سراسر واہیات، بہتان اور افترا ہے اور بالکل بے بنیاد ہے اس کا کوئی اصل نہیں [1]

۲ــــ نبراس شرح "شرح عقائد نسفی" میں مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:-

......" قلنا کذب محض" یعنی ہم کہتے ہیں کہ یہ خالص جھوٹ ہے [2]

۳ــــ حضرت فاطمہؓ کی مذکورہ ایذارسانی کو بعض شیعہ علماء نے بھی غیر معتبر وغیر معتمد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شیعی اپنی شرح "نہج البلاغہ" میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

واما ما ذکرہ من الھجوم علی دار فاطمۃ ؓ وجمع الحطب لتحریقھا فھو خبر واحد غیر موثوق بہ لا معول علیہ فی حق الصحابۃ بل ولا فی حق احدٍ من المسلمین ممن ظھرت عدالتہ" [3]

---

[1] { تحفہ اثنا عشریہ ص۲۹۲ طبع لاہور
بحث مطاعن فاروقی تحت جواب طعن دوم

[2] { نبراس ص۵۲۹ تحت عبارت
ولا یشترط فی الامام ان یکون معصوماً۔ طبع قدیمی ملتان (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مکان پر لوگوں کا ہجوم کر کے آنا اور اس کے جلانے کے لئے لکڑیوں کا جمع کرنا وغیرہ کی خبر واحد ہے، قابلِ اعتماد نہیں ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار ہے، نہ صحابہ کے حق میں (یہ چیز) جائز ہے بلکہ مسلمانوں میں سے جن کی عدالت اور دیانت نمایاں ہے ان میں سے کسی مسلمان کے حق میں بھی (یہ چیز) جائز نہیں"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص۶۳۱ ج۴ طبع بیروت
{ تحت متن قولہ علیہ السلام لعمار بن یاسر وقد سمعہ یراجع
کلاماً دعہ یا عمار

"درایت کے اعتبار سے تجزیہ"

حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ موقعہ ہذا پر ایذا رسانی اور بد سلوکی کی یہ داستان ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے اور اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں اکابر صحابہؓ کو مطعون کرنے کی خاطر یہ روایت وضع کی گئی ہے۔

۱۔ بالفرض والتقدیر اگر مندرجہ بالا قصے صحیح ہیں تو یہ حضرت علیؓ کی شجاعت اور غیرت پر ایک ناقابل تلافی داغ ہے اور یہ چیز اس دور کے واقعات کے بھی بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم چیز ہے کہ حضرت علیؓ نے انہی خلفاء سے بیعت کر لی تھی اور ان کی اقتداء میں نماز پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کرتے رہے تھے اور ان کی آراء اور جماعتی مشوروں میں برابر شریک و شامل رہے اور مجالس مشاورۃ میں بارہا انہیں حاضر دیکھا گیا آپ بیت المال سے عطایا اور اموال بھی حاصل کرتے رہے اور ان خلفاء سے رشتہ داری کا نسبی تعلق بھی انھوں نے قائم رکھا تھا[1]۔

۲۔ نیز اکابر ہاشمی حضرات اس واقعہ ہائلہ پر کیوں خاموش رہے؟؟ حالانکہ مذکورہ چیزیں ان کے خاندانی وقار اور حمیّت کے منافی تھیں۔

۳۔ اور اسی طرح اکابر صحابہ کرامؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ اظہار رفاقت اور حمایت کیوں نہیں کیا؟؟ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت

[1] کتاب تنزیہ الانبیاء ص۱۳۲ طبع ایران — للشیخ المرتضیٰ علم الهدیٰ الشیعی

عمر فاروقؓ کے مقابلہ میں حق کی حمایت سے کیوں دستبردار ہوئے اور حق گوئی سے کیوں خاموش ہوگئے؟؟؟ اہل تواتر کا محض کذب پر جمع ہونا کسی طرح لائق قبول نہیں۔

درحقیقت بات وہی درست ہے جو مولانا حیدر علی نے اپنی کتاب "منتہی الکلام" میں واقعہ ہذا کے متعلق تحریر کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"...... یہ سب تہمتیں صنعا کے یہودیوں کے اکابر کی طرف سے ہیں اور ایران کے مجوسیوں کی پیدا کردہ ہیں جنھوں نے اپنے جگر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں کاری زخم کھائے ہوئے تھے اور اپنے سینہ میں دیرینہ عداوت کے تخم کاشت کئے ہوئے تھے۔ معتبر روایات سے آپ کو معلوم ہے کہ مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لئے صدیق اکبرؓ جب اٹھے تھے تو حضرت فاروق اعظمؓ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی کلمہ گوئی کا حق صدیق اکبرؓ کو یاد دلایا تھا۔ پس ایسی شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ کے منصب خلافت پر قائم ہونے کے وقت اہل بیت اطہار کے حق میں حمایت کرنے سے گریز کرینگے اور حق گوئی سے دستبردار ہو جائیں گے"؟؟؟

یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا[1]

دراصل اس وقت جناب صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کا مسئلہ درپیش تھا۔

[1] منتہی الکلام از مولانا حیدر علیؒ فیض آبادی — ص۵۳ طبع قدیم تحت بحث مسئلہ ہذا۔

اس پر باہمی گفتگو اور رائے دہی کی جا رہی تھی جو واقعتہً کوئی بری بات نہیں۔ وہاں کوئی ہنگامہ آرائی اور فتنہ خیزی نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے بشمول ہاشمی اکابر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کر لی تھی اور یہ مسئلہ تین ایام کے اندر اندر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ طے ہو کر منزل تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

بالفرض اگر کوئی چیز اس موقعہ پر اختلاف رائے کے درجہ میں پیش آئی تھی جو عند العقلاء کوئی قبیح نہیں ہے) تو وہ بھی قلیل مدت میں عمدہ اسلوب کے ساتھ تمام ہو گئی تھی۔ اس کو کھینچ کر شش ماہ تک لیجانا رواۃ کی اپنی طرف سے ہے۔

(فافہم)۔

بحث ۵ خامس

سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

معترض احباب اس چیز کو بھی بڑے آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر شب وفات میں ہی دفن کر دیا۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ناراض تھیں اس وجہ سے حضرت علیؓ نے ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ کو کوئی اطلاع نہ کی اور ان حضرات کو سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل نہیں ہونے دیا۔

اس شبہ کے ازالہ کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان کے ملاحظہ کرنے سے یہ اشتباہ زائل ہو کر حقیقت واقعہ سامنے آجائے گی۔

— (اوّل) —

حضرت فاطمہؓ کا انتقال پُر ملال شب سہ شنبہ (منگل) سوم رمضان شریف ۱۱ھ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریباً شش ماہ بعد ہوا تھا۔ اور یہ مدینہ شریف کا واقعہ ہے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا مسجد نبویؐ کے متصل شرقی جانب دولت خانہ تھا۔ اسی میں آنمحترمہؓ کا انتقال ہوا اور صدیق اکبرؓ کا دولت خانہ اسی مسجد نبویؐ کے متصل غربی جانب تھا گویا ان دونوں گھروں کے درمیان صرف مسجد نبویؐ تھی اور کوئی دوسرا گھر تک نہیں تھا نیز حضرت علیؓ پانچ وقت مسجد نبویؐ میں با جماعت نماز

کے لئے تشریف لاتے تھے ظاہر ہے کہ ان کی صدیق اکبرؓ سے ملاقات ہوتی تھی [1]

نیز یہ اہم چیز قابل لحاظ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر سے حضرت علیؓ کے گھر تشریف لاتی تھیں اور ان کی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ یہ تمام امور ثابت کرتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہؓ کے حال احوال تک کی ان کو خبر ضرور ہوتی تھی ظاہر ہے کہ انتقال کی اطلاع بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بالیقین تھی سیّدہ فاطمہؓ کے ارتحال کی صدیق اکبرؓ کو خبر نہ ہونا اس موقعہ کے واقعات و حالات کے بالکل برعکس ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ صدیق اکبرؓ اور دیگر حضرات صحابہؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں یقیناً شامل ہوئے تھے اور ان حضرات نے اپنے مقدس نبی کی صاحبزادی کی صلوٰۃ جنازہ کا برابر حق ادا کیا تھا جیسا کہ درج ذیل حوالہ جات سے یہ مسئلہ واضح ہو رہا ہے۔

۱ — حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی [2]

۲ — جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بازو کو پکڑ کر نماز جنازہ کے لئے مقدم کیا اور انہوں نے جنازہ پڑھایا پھر

---

[1] (کتاب سلیم بن قیس الشیعی ص ۲۲۴/۲۲۵ مطبوعہ نجف اشرف مطبع حیدریہ)

[2] ۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹ ج ۸ تحت تذکرہ فاطمہؓ (طبع لیدن)

۲۔ المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص ۶۳ ج ۲ (طبع اوّل مصری) باب غسل المیت

(سیّدہ فاطمہؓ) کو رات میں ہی دفن کر دیا گیا [1]

مندرجہ بالا حوالہ جات میں ان کبار علماء نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہوئے اور صلوٰۃ جنازہ پڑھی فلہذا حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں حضرت فاطمہؓ کے جنازہ میں عدم شمول کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

---

[1] ۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ ج ۴ کتاب الجنائز۔ (طبع اول دکن)

۲۔ کنز العمال ص ۱۱۴ ج ۷ تحت فضائل سیدہ فاطمہؓ (طبع اوّل دکن)

۳۔ کنز العمال ص ۳۱۸ ج ۷ تحت فضل صدیقؓ (مسندات علی بن ابی طالب)

۴۔ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ص ۱۵۶ ج اوّل باب وفات فاطمہؓ

۵۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ص ۹۶ ج ۴ تحت میمون ابن مہران

۶۔ البدائع والصنائع لعلاؤ الدین کاشانی ص ۳۱۳ ج اوّل

۷۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۷۵ (طعن چہاردہم مطاعن صدیقی)

(دوم)

مسئلہ ہذا کے متعلق اسلامی ضابطہ

اس مقام میں "شرعی قاعدہ" یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہو یا دیگر جماعت سے ادا کی جانے والی نمازیں ہوں ان کی امامت کا حقدار خلیفۂ اسلام ہوتا ہے۔ اگر خلیفۂ وقت موجود نہ ہوں یا کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے تو اُن کی طرف سے مقرر شدہ شخص امامت کا مستحق ہوتا ہے اسی قاعدہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نمائندے حضرت سعید کو امامت کے لئے آگے کیا تھا۔

یہ قاعدہ ابتدائے اسلام سے لے کر ہر دور کے مسلمانوں میں مسلّم چلا آیا ہے۔ شیعہ و سُنّی علما، اس مسئلہ کو درست تسلیم کرتے ہیں اور اپنی تصانیف میں باب **الامامۃ** "کے عنوان کے تحت، دونوں حضرات اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجُوع کر کے تسلی کر لیں۔ یہاں صرف شیعہ کُتب سے دو حوالے ذیل میں مذکور ہیں:۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے امامت کا زیادہ حق دار ہے۔" [1]

---

[1] (۱) فروغ کافی ص ۹۳ ج-اوّل کتاب الجنائز- باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت

۲- { الاشعثیات ص ۲۱۰ مع قرب الاسناد
باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت- تالیف محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی }

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے کہیں غائب یا سفر وغیرہ میں نہیں تھے اور ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی اطلاع یقیناً تھی اور وہ ضرور تشریف لائے تھے [1]

قاعدہ مذکورہ بالا کی رو سے خلیفہ اوّل امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانے کے زیادہ حق دار تھے اس بنا پر اُنھوں نے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے مقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

مزید تفصیلات ہماری کتاب "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" حصہ صدیقی ص ۱۷۹ تا ص ۱۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] کتاب سلیم بن قیس الہلالی الشیعی ص ۲۲۶ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۱

(سوم)

مسئلہ ہٰذا کے متعلق تاریخی شواہد

شرعی قاعدہ کے موافق اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے تمام جنازے اور ہاشمی حضرات کے جنازے بھی امیر وقت اور حاکم وقت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اس چیز پر ہم ذیل میں واقعات کی صورت میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی حضرات کے یہ سب جنازے خلفاء وقت نے خود پڑھائے۔

۱ — نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کی وفات ۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی اور خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[۱]

۲ — حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا انتقال ۳۲ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفہ وقت تھے۔ اُنھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔"[۲]

---

[۱] (۱) طبقات ابن سعد ص ۳۱/۳۲ جلد ثانی۔ تحت ذکر نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
(۲) مستدرک للحاکم ص ۲۴۶ ج ۳ ۔ تحت ذکر وفات نوفل بن حارث

[۲] (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۴ تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۲) الاستیعاب ص ۱۰۱ جلد ثالث مع الاصابہ۔ تحت ذکر عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب
(۳) تاریخ اسلام للذہبی ص ۹۹ ج ۲ تحت ذکر عباس بن عبدالمطلب

۳ — حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال بعض روایات کے مطابق سنہ ۵۰ھ میں مدینہ شریف میں ہوا۔ اس وقت خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے مدینہ شریف میں والی اور امیر سعید ابن العاص اموی تھے اس وقت حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی خود بہ نفس نفیس حاضر تھے جب جنازہ تیار ہوا تو حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو مقدم کرتے ہوئے فرمایا" اگر یہ سنت شرعی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔ آپ امیر وقت ہیں جنازہ پڑھائیے"۔ چنانچہ سعید بن العاص اموی نے حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتدار میں اپنے پیارے بھائی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اہل علم حضرات کے لئے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مذکور فرمان بلفظہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جو طرفین کے نزدیک ایک مسلّم فرمان ہے۔

لولا انها السنّة لما قدّمتك[۱] ... الخ

اور شیعہ کے اکابر علماء نے بھی حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو مقامات ذیل میں نقل کیا ہے[۲]

---

[۱] (۱) الاستیعاب ص ۳۷۳ ج اوّل تحت تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ
(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹ کتاب الجنائز
(۳) المبسوط لشمس الائمہ السرخسی ص ۶۲ ج ثانی باب غسل المیّت ۔ طبع اوّل مصری

[۲] (۱) مقاتل الطالبین لابی الفرج الشیعی الاصفہانی ص ۵۱ ج اوّل تحت آخر تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ
(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الشیعی ص ۲۵ ج رابع طبع بیروت تحت ذکر موت الحسن رضی اللہ عنہ و دفنہ۔

۴ — سنہ ۸۰ھ میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ حضرت ابان بن عثمانؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے پڑھایا۔[1]

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے جنازہ کے متعلق اسی طرح لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا جنازہ حضرت ابان بن عثمان غنیؓ نے مدینہ شریف میں پڑھایا تھا۔[2]

مزید تفصیلات کے لئے ہماری کتاب رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ حصہ صدیقی کے ص۱۸۳ تا ص۱۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا تاریخی شواہد پر نظر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ وقت باقی نمازوں کی طرح نماز جنازہ پڑھانے کا بھی زیادہ حقدار ہے بالخصوص سیدنا حضرت حسینؓ کے مذکورہ قول و عمل نے اس قاعدہ شرعیہ کے صحیح ہونے پر مہر تصدیق لگادی ہے۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر جو تمام مسلمانوں میں اور خصوصاً بنی ہاشم میں مروج رہا ہے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پڑھائی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ اس جنازہ میں شریک و شامل تھے۔

---

[1] (۱) الاستیعاب ص۲۶۷ ج۔ ثانی تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ طیار

(۲) اسد الغابہ ص۱۳۵ ج۔ ثالث تذکرہ عبداللہ بن جعفرؓ

[2] (۱) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص۳۸ تحت بحث عقب جعفر طیارؓ

(۲) منتہی الآمال ص۲۰۵ ج۔ اول فصل ہفتم تحت ذکر عبداللہ بن جعفرؓ طیار

(چہارم)

اِشتباہ کا ازالہ

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کے مسئلہ کو ہم نے ایسے طریقے سے واضح کر دیا ہے کہ ایک منصف مزاج آدمی گذشتہ معروضات پر نظر کرنے کے بعد اطمینان حاصل کرے گا کہ سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھایا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور دیگر اکابر ہاشمی حضرات اور صحابہ کرام اس میں شامل تھے۔

اب یہ چیز باقی رہ گئی ہے کہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ :-

"حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ پر نماز جنازہ پڑھی اور رات کو ہی دفن کر دیا اور ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع تک نہیں کی۔"

اس چیز کے متعلق ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ :-

۱ مذکورہ بالا الفاظ اصل روایت میں راوی کی اپنی طرف سے تشریحاً اضافہ کئے گئے ہیں اصل روایت کے الفاظ نہیں اور اس موقعہ کی دیگر تمام روایات اس بات کو نمایاں طور پر واضح کرتی ہیں۔

اصل روایت میں اپنی جانب سے اضافہ کرنے والے بزرگ "ابن شہاب زہری" ہیں جنھوں نے اپنی طرف سے اصل واقعہ میں آمیخت اور ادراج کر کے اسے پیش کیا ہے اور اسی وجہ سے عام ناظرین کو اس معاملہ میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

۲ — نیز مذکور بالا خط کشیدہ الفاظ کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور نہ کسی صحابی نے فرمائے ہیں۔ بلکہ یہ صرف ابن شہاب الزہری کا اپنا گمان اور خیال ہے اور اس قول زہری کے حق میں "تعامل صحابہ کرام" "تعامل بنی ہاشم" یا تعامل اُمّت کوئی ایک بھی مؤیّد و مصدّق نہیں پایا گیا بلکہ یہ تینوں اس کے برخلاف ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

۳ — اور یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس روایت میں ادراج کرنے میں ابن شہاب الزہری "متفرد" ہیں۔ ان کے ساتھ اس مسئلہ میں کوئی دوسرا راوی متفق نہیں۔ اور ایسے راویوں کے منفرد اقوال قبول نہیں کئے جاتے اور ایسے اقوال کو راوی کے اپنے ظن اور گمان کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو دوسروں پر حجت نہیں۔ اور راوی ثقہ بھی ہو تو اس کا ادراج سند نہیں بنتا۔ فلہذا "الزہری" کا یہ گمان متروک ہے۔ اور مسئلہ وہی صحیح ہے جو اُوپر مذکور ہوا کہ قاعدہ شرعی کے موافق حضرت صدیق اکبرؓ (خلیفۂ اسلام) نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا تھا۔

دفع توہمات

قبل ازیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کے آخر میں چند اہم مباحث ذکر کیے گئے تھے یہاں بعض لوگوں نے عوام النّاس میں آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ پر توہمات پھیلا دیئے ہیں۔ اس وجہ سے ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ دفع توہمات کا عنوان قائم کر کے ان توہمات کا بھی ازالہ کیا جائے۔ اور جو چیزیں قابل جواب ہوں ان کا مناسب جواب دے دیا جائے۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے پیدا کردہ وہم کو درج کیا ہے اس کے بعد ساتھ ہی اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔

وہم ① اوّل

دعوت عشیرۃ کا مسئلہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

"وانذر عشیرتک الاقربین .... الخ (سورہ شعراء رکوع آخری)

"یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے زیادہ قریبیوں کو ڈرائیے۔

اس مسئلہ کو "دعوت عشیرۃ کا مسئلہ" سے تعبیر کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی، عذاب قیامت سے ڈرایا اور اپنے اپنے عمل و کردار کے محاسبہ کی فکر اور آخرت کے حساب کی طرف توجہ دلائی اور اپنے قبیلہ کے لئے انذار و تنذیر کا حق ادا فرمایا :۔

اس موقعہ پر قریش کے اہم قبائل کو آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر خطاب کیا تھا مثلاً یا معشر قریش (اے قریش کی جماعت) یا بنی کعب، یا بنی مرّہ یا بنی عبد مناف یا بنی عبد شمس یا بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب وغیرہ وغیرہ عنوانات کے ساتھ پکار کر دعوت مذکورہ پیش کی۔

واقعہ ہٰذا سے متعلق صحاح کی روایات ایک طرح کی ہیں اور صحاح کے ماسوا کتب کی روایات ایک دوسرے مضمون پر مشتمل ہیں۔

صحیحین کی بعض روایات میں ان مذکورہ بالا قبائل میں سے تین افراد کے نام شخصی طور پر ندا کے ساتھ ذکر کئے ہوتے ہیں ایک حضرت عباسؓ (عم نبویؐ) دوسرے حضرت صفیہؓ (بنت عبد المطلب۔ عمۃ محترمہ نبویؐ) اور تیسرے حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی قبائل میں سے کسی فرد کے حق میں شخصی طور پر ندا مذکور نہیں۔ البتہ قبیلہ کے نام سے خطاب موجود ہے۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ دوست یہاں ایک وہم پیدا کیا کرتے ہیں کہ اس مخصوص اقربا کے اجتماع میں صرف حضرت فاطمہؓ کو شامل کیا گیا ہے اگر کوئی دوسری حقیقی بیٹی ہوتی تو اسے بھی اس اجتماع میں بلا کر شامل کیا جاتا۔

یعنی حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اگر حقیقی اور نسبی و صلبی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی اس مخصوص قریبی رشتہ داروں کے اجتماع میں شامل کیا جاتا۔ یہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی حقیقی بیٹی (حضرت فاطمہؓ) ہونے کی دلیل ہے۔

دفع وہم

اس مقام میں مختلف قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے غیر صحاح کی روایات قابل اعتناء نہیں ہیں۔

اور جو روایات صحاح میں مذکور ہیں ان کے اعتبار سے ذیل میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

صحاح کی روایات میں سے بعض میں صرف قبائل قریش کو ہی ندا دی گئی ہے کسی کو شخصی نام سے نہیں پکارا گیا اور بعض روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کو شخصی طور پر ندا دی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں قبائل قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تینوں حضرات کو شخصی ناموں سے پکارا جانا مذکور ہے۔

ایک مسلّم قاعدہ ہے کہ عدم ذکر الشئ، عدم وجود الشئ کو مستلزم نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ایک شئ کا ذکر باقی اشیاء کے موجود ہونے کی نفی نہیں کر سکتا اس قاعدہ کے ماتحت:۔

۱— روایت میں صرف حضرت عباسؓ (حقیقی عم نبویؐ) کا ذکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی غیر مذکور اعمام نبویؐ حضرت حمزہ اور ابو طالب زبیر بن عبدالمطلب حارث بن عبدالمطلب وغیرہم کے غیر موجود ہونے اور غیر حقیقی چچا ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ چونکہ آپ نے اس اجتماع میں صرف حضرت عباس کو آواز دی تھی اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے حقیقی چچا صرف یہی تھے حضرت حمزہ، اور ابو طالب آپ کے حقیقی چچا نہ تھے۔

۲— اسی طرح روایت میں صرف ایک پھوپھی حضرت صفیہؓ (حقیقی عمۃ النبیؐ) کا ذکر موجود ہے سو ان کا ذکر بھی غیر باقی عمات نبویؐ مثلاً عاتکہ بنت عبدالمطلب، برّہ۔ ام حکیم بیضاء وغیرہا کے غیر موجود ہونے پر اور انکے غیر حقیقی و غیر صلبی پھوپھیاں ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۳— غیر صحاح کی روایات میں صرف ایک حضرت علی المرتضٰیؓ کا نام مذکور ہے۔ تو حضرت علیؓ کے باقی برادران حضرت جعفر، عقیل وغیرہما کے مذکور نہ ہونے سے ان کے غیر موجود ہونے پر اور ان کے غیر حقیقی غیر صلبی اور غیر نسبی برادر ہونے پر

استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

بریں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا روایات میں مذکور ہونا آنمحترمہؓ کی باقی غیر مذکور خواہران کے وجود کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے غیر صلبی اور غیر نسبی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا اور ان دیگر خواہران کے غیر حقیقی ہونے پر اس طرح استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

معقول وجہ

شیعہ بزرگوں نے یہاں ایک سوال قائم کیا ہے کہ دعوتِ عشیرۃ کے موقع پر حضرت فاطمہؓ کی باقی بہنوں کے حاضر نہ ہونے اور شامل نہ کئے جانے کی معقول وجہ پیش کی جائے، حالانکہ وہ تینوں عاقلہ بالغہ مکہ میں زندہ موجود تھیں پھر ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا ؟؟

اس کے لئے مندرجہ ذیل معروضات ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ فرمانے کی ضرورت ہے مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۱— اقربین کے اجتماع میں بنی ہاشم کے مردوں اور بنی عبدالمطلب کے مردوں میں سے دعوتِ عشیرۃ میں حضرت عباسؓ اور ابو لہب ہی نظر آتے ہیں باقیوں کا ذکر غائب ہے۔ تو آپ ان کے عدم ذکر کی اور عدم شمول کی جو معقول وجہ بیان کریں گے اس کی روشنی میں ہم بھی ان تینوں بیٹیوں کے عدم ذکر کی وجہ عرض کر سکیں گے۔

۲— ہاشمی اور مُطلبی بہت سی خواتین ہیں دعوتِ عشیرۃ میں ان اکابر خواتین میں سب سے بڑی خاتون صرف ایک حضرت صفیہؓ نظر آتی ہیں باقی سب خواتین غائب ہیں۔ تو آپ ان خواتین کے عدم ذکر اور عدم شمولیّت کی جو معقول وجہ پیش کریں گے آپ کو اپنے سوال کا جواب بھی اس میں نظر آجائے گا۔

۳— اقربین کے اس اجتماع خاص میں نوخیز لڑکوں میں سے بعض غیر صحاح کی روایات

کے اعتبار سے) صرف ایک حضرت علیؓ نظر آتے ہیں باقی ان کے برادران سب غائب ہیں۔ ان کے عدم ذکر اور عدم شمول کی معقول وجہ پیش کرنی چاہیے کیا اس عمر کے نوجوانوں میں اور کوئی حضورؐ کے اقربین میں سے نہ تھا؟؟

بنی ہاشم کی لڑکیوں میں سے اس اقرباء کے اجتماع میں صرف ایک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نام مذکور ہوا ہے باقی لڑکیوں اور باقی صاحبزادیوں میں سے اگر کسی کا نام مذکور نہیں تو اس کی معقول وجہ آپ کو ہمارے پہلے سوالوں کے جواب میں نظر آجائے گی۔

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ باقی اعمام نبویؐ، باقی عمات نبویؐ اور باقی عم زاد نبویؐ حضرات کی عدم شمولیت اور غیر حاضری اور غیر مذکور ہونے کی کیا معقول وجہ ہے؟؟ یہ حضرات مکہ شریف میں زندہ موجود اور حاضر تھے اور ندا نبویؐ تمام اقرباء کے لئے عام تھی۔ پھر آپؐ نے ان کو کیوں نہ بلایا اور اگر بلایا تھا تو آپ نے خطاب میں انہیں کیوں نہ نمایاں کیا۔ ما ھو جوابکم فھو جوابنا +

خلافت بلافصل پر شیعہ کا استدلال

شیعہ کے قدیم علماء اور مجتہدین آیت وانذر عشیرتک الاقربین.....الخ کے تحت غیر صحاح کی جس روایت سے حضرت علی المرتضٰی کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ہذا کے نزول کے بعد اپنے اقرباء کا ایک خصوصی اجتماع فرمایا اور ان کو دعوت طعام پیش کی۔ اس میں دین اسلام کی دعوت پیش کرنا مقصود تھی لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ اور قوم خورد و نوش کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اسی طرح متعدد بار یہ مجلس طعام قائم ہوئی۔ اقرباء کی اس مجلس طعام کا انتظام کرنے والے حضرت علیؓ تھے۔ آخری بار آنجناب نے اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ

میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی خیر لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی طرف آپ کو دعوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اور فرمایا...... وایکم یوازرنی علی امری ویکون اخی ووصیتی وخلیفتی......الخ (یعنی تم میں سے کون ہے وہ شخص جو میری اس معاملہ میں معاونت کرے اور میرا بھائی بنے اور میرا وصی ہو اور میرا خلیفہ ہو......الخ)

اس دعوت پر تمام قوم خاموش ہوگئی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں ان سب میں نو عمر تھا میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا اس معاملہ میں وزیر ہوں گا۔ تو آنجنابؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا:-

"......قال ان ھذا اخی ووصیتی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا......" الخ

"یعنی آنجناب نے میری گردن کو پکڑا اور فرمایا کہ تم میں سے علیؓ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو......الخ)"

شیعہ حضرات اس روایت میں "وصی" اور "خلیفتی" کے الفاظ سے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے ہیں۔

دفع وہم

یہ روایت جس آیت کے تحت بیان کی جارہی ہے پہلے اس آیت پر غور کیجیے۔

۱ــــ آیت مذکورہ بالا سے خلافت کا مضمون ہرگز ثابت نہیں، اور نہ ہی مسئلہ

خلافت پر اس آیت کی دلالت پائی جاتی ہے آیت میں صرف اقربا کے انذار و تنذیر کا حکم پایا جاتا ہے خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

۲۔ اب روایات کے باب میں اس مقام میں جو صحاح کی روایات ہیں اور ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ان روایات میں کہیں حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ مضمون نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس کا ذکر موجود ہے۔

۳۔ اب غیر صحاح کی وہ روایات جو آیت مذکورہ بالا کے تحت اس واقعہ کے متعلق دستیاب ہوتی ہیں اور ان میں دعوتِ طعام اور "وصی اور خلیفتی" کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ ایسی روایات فن روایت کے قواعد کے اعتبار سے ہرگز درست نہیں۔ ان کے رواۃ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو وغیرہ جیسے راوی نہایت مجروح اور مقدوح ہیں ان کا شیعہ ہونا علمائے شیعہ نے تسلیم کیا ہے اور ہمارے علماء نے ان کو متروک کذاب شیعہ اور رافضی کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ناقلین روایت ہذا کی نقل در نقل فرما رہے ہیں مثلاً خازن بغوی سے ناقل ہے اور بغوی طبری سے ناقل ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسی مجروح روایات سے مسئلہ خلافت بلافصل کو ثابت کرنا ہرگز درست نہیں جبکہ یہ روایات ہمارے ہاں غایت درجہ کی مقدوح ہونے کی وجہ سے متروک ہیں اور ناقابل قبول ہیں۔

فریق مقابل کے سامنے وہی دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں جو ان کے ہاں قابل قبول ہو سکتے ہوں۔

تنبیہ

روایت مذکورہ بالا کو بے شمار علماء نے رد کیا ہے اور اس کو متروک قرار

دیا ہے اس کی طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف چند ایک حوالہ جات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اطمینان خاطر کے لئے رجوع فرمالیں۔[۱]

حاصل کلام

مختصر یہ ہے کہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین ..... الخ سے نہ ایک دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہو سکی۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کا مسئلہ ثابت ہوا۔ تو یہاں تقریب تام نہ ہوئی اور دلیل مدعیٰ کے لئے مثبت نہ ہوئی اور ساتھ ہی یہ الگ بات ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اپنی خلافت بلافصل کے اثبات کے لئے کبھی پیش نہیں کیا۔

اور جو روایات فریق ثانی نے پیش کی ہیں وہ مجروح و متروک ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

لہ ۱ - اللآلی المصنوعہ للسیوطی ص ۱۹۷/۱۹۸ تحت روایت ہذا - طبع قدیم لکھنؤ

۲ - السیرۃ الحلبیہ از برہان الدین الحلبی ص ۳۰۹ ج ۳ تحت روایت غدیر خم

۳ - الموضوعات الکبیر لملا علی ص ۷۹ طبع دہلی - تحت روایت ہذا

۴ - موضوعات قاضی شوکانی ص ۱۲۵ طبع قدیم لاہور - تحت روایت ہذا۔

۵ - قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین از شاہ ولی اللہ رح ص ۲۷۹ طبع مجتبائی دہلی۔ تحت بحث ہذا

وہم ۲ ثانی

(آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربٰی۔

(پ۲۵ سورۃ الشوریٰ رکوع ۳)

"یعنی کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ اجر مگر دوستی چاہیئے قرابت میں"
مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تبلیغ پر میں کوئی اجر نہیں چاہتا مگر قرابت کی دوستی کا لحاظ کرو یعنی (میرے ساتھ صلہ رحمی کرو) اور ایذا نہ پہنچاؤ۔"

شیعہ کا استدلال

آیت مذکورہ بالا کے متعلق بعض روایات کتابوں میں ملتی ہیں اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! من ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم؟ قال علیؓ وفاطمہؓ وابناھما"

یعنی وہ کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی ہم پر مودت و دوستی واجب ہے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؓ فاطمہؓ حسن اور حسینؓ ہیں۔

ان روایات کے پیش نظر شیعہ احباب اس مقام میں مندرجہ ذیل مسائل تجویز کرتے ہیں اور آیت مذکورہ بالا کو اپنے دلائل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آیت میں لفظ "القربٰی" سے یہ چار نفوس (حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ) مراد ہیں اور ان حضرات کی محبت واجب ہے اور جس کی

محبت واجب ہو اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اور جس کی اطاعت واجب ہو وہ امام برحق ہے اور وہی خلافت کا مستحق ہے۔

فلہذا حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ ہی خلافت کے مستحق ہیں

۲۔ روایت مذکورہ بالا میں صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مذکور ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک حقیقی صاحبزادی ہے اور دیگر کوئی حقیقی صاحبزادی نہیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو یہاں اس کا نام بھی ذکر کیا جاتا اور "فی القربٰی" میں اس کو شمار کیا جاتا اور اسی طرح ان کے ازواج کے نام بھی روایت میں شامل ہوتے اور انہیں بھی "فی القربٰی" میں ذکر کیا جاتا۔

دفع وہم

۱۔ آیت مذکورہ بالا میں خلافت کا کچھ مضمون نہیں اور خلافت بلافصل تو دور کی بات ہے۔

نیز اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک یا چار صاحبزادیاں ہونے کا کچھ مفہوم مذکور نہیں۔

البتہ روایت ہذا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے درمیان مودت و دوستی کا مسئلہ مذکور ہے۔

یہاں پہلے آیت ہذا کا صحیح مفہوم پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد ان کی طرف سے پیش کردہ روایت کا جواب ہوگا اور پھر باقی چیزیں جو یہاں قابل ذکر ہیں پیش کی جائیں گی۔

آیت کا صحیح مفہوم

جمہور مفسرین و جمہور محدثین اور اکابر علماء کے نزدیک آیت مذکورہ بالا کا مفہوم اور اس کی تشریح صحیح روایات کی روشنی میں ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:-

آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار قریش کو کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس ابلاغ دین اور نصیحت کرنے پر کچھ سوال نہیں کرتا مگر تم سے صرف اتنا طلب کرتا ہوں کہ حقوق قرابت کی رعایت کرتے ہوئے مجھ سے اپنے شر کو روک لو اور مجھے ابلاغ رسالت کے معاملے میں کھلا چھوڑ دو۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو قرابتداری کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ۔ [1]

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے آیت مذکورہ بالا کی بالفاظ ذیل تشریح فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ:-

"...... والمعنی الّا ان تودّونی لقرابتی فتحفظونی والخطاب لقریش خاصةً والقربی قرابة العصوبة والرّحم فکانه قال احفظونی للقرابة إن لم تتبعونی للنبوة ...... وجزم بان الاستثناء منقطع" [2]

---

[1] { تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲-۱۱۱ جلد رابع / تحت آیت المودة فی القربیٰ)

[2] { فتح الباری لحافظ ابن حجر ص ۴۵۸ جلد ۸ / تحت الا المودة فی القربیٰ۔

مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی وجہ سے تم میرے ساتھ دوستی کرو اور مجھے اپنے شر سے محفوظ رکھو۔

آیت میں خاص طور پر قریش سے خطاب ہے اور "القربیٰ" سے قبیلہ اور رشتہ داری کی قرابت مراد ہے گویا کہ آنجناب نے فرمایا کہ اگر تم نبوت کی وجہ سے میری تابعداری نہیں کر سکتے تو قرابتداری کی بناء پر (اپنے شر سے) مجھے محفوظ رکھو۔

بناء بریں اِلّا اس مقام میں استثناء منقطع کی صورت میں مستعمل ہے۔

مزید تشریح کے لئے "تحفہ اثنا عشریہ" سے آیت ہذا کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ:-

"عن ابن عباس نیز این روایت در بخاری موجود است و بتفصیل مذکور است کہ ہیچ بطنے از بطون قریش نبود الا آنحضرت را بایشاں قرابتی بود آں قرابت را یاد دہانید ند و ادائے حقوق آں قرابت لا اقل ترک ایذا کہ ادنیٰ مراتب صلہ رحم است از ایشاں درخواستند پس استثناء منقطع است۔ امام فخر رازی و جمیع مفسرین متاخرین ہمیں معنیٰ را پسندیدہ اند۔ [1]

یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری شریف میں جو روایت منقول ہے اس میں بتفصیل مذکور ہوا ہے کہ قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ کے

---

[1] { تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۲۰۵ / تحت تشریح آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرًا ...... الخ

ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت تھی اس قرابت کو یاد دلا کر فرمایا گیا کہ قرابت داری کے حقوق کی ادائیگی کا لحاظ کرو اور کم از کم ایذا رسانی کو ترک کرو جو صلہ رحمی کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ پس یہاں استثنار منقطع ہے۔ امام فخر رازی نے اور مفسرین متاخرین نے اسی معنیٰ کو پسند کیا ہے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت جو بخاری شریف سے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کی ہے وہ روایت مسند امام احمدؒ میں بھی مذکور ہے۔ ذیل مقامات کی طرف رجوع فرمائیں [1]

حاصل یہ ہے کہ لفظ "القربیٰ" سے چار عدد مخصوص افراد مقصود نہیں۔ بلکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا علی سبیل العموم قبیلہ قریش مراد ہے جس طرح کہ اوپر اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے مسئلہ کو آیت بالا کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ آیت میں جو مضمون ہے وہ دوسرا ہے۔

پیش کردہ روایت کا جواب

قارئین کرام یاد رکھیں کہ اس مقام میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں اور عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی گئی ہیں ان میں سے جو صحیح روایت ہے اور جس سے آیت

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ۷۱۳ ج ثانی کتاب التفسیر تحت آیت المودۃ فی القربیٰ - طبع نور محمدی - دہلی

(۲) مسند امام احمدؒ ص ۲۲۹ ج اوّل تحت مسندات عبداللہ بن عباس

کا مفہوم واضح ہوتا ہے وہ ماقبل میں آیت کی تشریح میں پیش کر دی گئی ہے اور وہ درست ہے بخاری شریف و مسند احمد وغیرہما میں پائی جاتی ہے۔

اور معترض دوستوں کی طرف سے ابن عباسؓ کی طرف منسوب شدہ جو روایت ہماری کتابوں سے پیش کی جاتی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ من هٰؤلاء الذین امر الله بمودتهم؟ قال علیؓ و فاطمةؓ و ابناهما"

یعنی جن کی مودت اور دوستی ہم پر اللہ نے واجب فرمائی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ وہ علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہے۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں پیش کی جاتی ہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ دوستوں کے استدلال کی بے بنیادی اور بے ثباتی واضح ہو جائے گی۔

روایت ہذا پر کبار علماء نے نقد کیا ہے وہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں روایت ہذا کے متعلق ایک مقام میں فرمایا ہے۔ "واسنادہ ضعیف وھو ساقط لمخالفته هذا الحدیث الصحیح"

اسی مقام میں حافظ ابن حجر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:-

"...... واسنادہ واہٍ فیه ضعیف و رافضیٌ" [1]

ہر دو حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کا اسناد ضعیف ہے اور صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہونے کی وجہ سے یہ روایت ساقط ہے

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۴۵۸ ج ۸ کتاب التفسیر تحت آیت المودۃ فی القربیٰ پ ۲۵

اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس کا اسناد بے اصل ہے اور اس کے اسناد میں ضعیف اور رافضی راوی ہیں۔

۲— علامہ حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ هذا اسناد ضعیف فیه مبهم لا یعرف عن شیخ شیعی محترقٍ و هو حسین الاشقر ولا یقبل خبره فی هذا المحل" ؏۱

یعنی یہ اسناد ضعیف ہے اس میں بعض مبہم مجہول لوگ ہیں جو اپنے جلنے والے شیعہ شیخ سے نقل کرتے ہیں۔ اور وہ جلنے والا شیعہ شیخ حسین الاشقر ہے اور اس مقام میں اس کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

۳— معترض احباب نے خاص طور پر "الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی" سے مذکورہ بالا روایت کو نقل کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خیانت کی ہے کہ ابن حجر الہیتمی نے اس روایت کے متصل جو نقد و جرح تحریر کی تھی اسے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ابن حجر نے روایت ہذا نقل کرنے کے بعد متصلاً تحریر کیا ہے کہ :۔

...... وفی سنده شیعی غال

"یعنی اس روایت کے اسناد میں سخت قسم کے غالی شیعہ موجود ہیں"۔ ؏۲

مطلب یہ ہے کہ علامہ الہیتمی نے روایت لانے کے بعد اس کا سقم بھی واضح کر دیا تھا لیکن معترض بزرگ نے اسے نقل نہ کیا۔

؏۱ تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ ج-۴ تحت آیت المودة پ ۲۵

؏۲ { الصواعق المحرقه لابن حجر الهیتمی ص ۱۰۱ طبع قدیم مصر
تحت آیت الرابع عشرة قل لا اسئلکم علیه اجراً.....

مختصر یہ ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والے غالی شیعہ ہیں۔ فلہذا یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور قابل قبول نہیں ہے۔

۴ شاہ عبدالعزیزؒ نے اسی روایت پر "تحفہ اثنا عشریہ" میں کلام کرتے ہوئے جو تحریر فرمایا ہے ناظرین کرام کے افادہ کے لئے بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

...... طبرانی و احمد از ابن عباسؓ ہمیں قسم روایت کردہ اند لیکن جمہور محدثین ایں روایت را تضعیف نمودہ اند زیرا نکہ ایں سورت یعنی سورۃ شوریٰ بتمامہا مکی است و دراں جا امام حسنؓ و حسینؓ نہ بودند و نہ حضرت فاطمہ را علاقہ زوجیت با حضرت علیؓ بہم نرسیدہ بود۔ و در سلسلہ ایں روایت بعضی شیعہ غالی واقع اند ؏۱

"یعنی طبرانی اور امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے اس نوع کی روایت نقل کی ہے لیکن جمہور محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ سورۃ شوریٰ سب کی سب مکی ہے اور اس موقع پر امام حسنؓ اور حسینؓ مولود ہی نہیں تھے اور حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح اور شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ نیز اس روایت کے اسناد میں بعض غالی شیعہ پائے جاتے ہیں"۔

ان وجوہ کی بنا پر معترض احباب نے جو روایت پیش کی ہے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

؏۱ { تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۴ طبع جدید۔ لاہور
تحت تشریح آیت المودة فی القربیٰ۔

مختصر یہ ہے کہ روایت ہذا واقعات کے برخلاف ہے جیسا کہ ابن کثیر اور شاہ عبد العزیزؒ دونوں بزرگوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ شریف میں اس کا نزول بعید ہے نہ ہی اس وقت حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہوا اور نہ ہی حضرت علیؓ کی اولاد تھی تو ان کے حق میں لوگوں کا نہ ہی سوال کرنا درست ہوا اور نہ ہی جواب فرمانا درست ہوا۔

اگر اس چیز سے چشم پوشی بھی کر لی جائے تب بھی یہ روایت مجروح رواۃ کی تصنیف شدہ ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں جس طرح کہ کبار علماء کے بیانات سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے۔ اور حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں بیشمار علماء نے اس مقام میں نقد و تنقید ذکر کی ہے ہم نے صرف چار عدد نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

ایک دختر ہونے کا مسئلہ

گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے کہ آیت "المودۃ فی القربیٰ" میں مسئلہ خلافت کا کچھ ذکر نہیں۔ بالکل اسی طرح آیت ہذا میں ایک دختر نبویؐ ہونے کا بھی کچھ مضمون نہیں۔ آیت میں صرف قرابت داروں سے محبت و مودّت کا مضمون موجود ہے۔

اور معترض حضرات ایک دختر نبویؐ ہونے کے ثبوت میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کی متعلقہ تشریح بھی سطور گذشتہ میں کر دی گئی ہے کہ یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اسناد میں مجروح مقدوح اور غالی شیعہ و رافضی وارد ہیں۔

اگر بالفرض مذکورہ روایت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس

روایت میں حضرت فاطمہؓ کے اسم گرامی کے مذکور ہونے سے انؓ کی باقی بہنوں کی نفی ہرگز لازم نہیں آتی۔

اور اگر معترض کا یہ طریق استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو روایت میں صرف حضرت علیؓ کے اسم مبارک ذکر ہونے سے ان کے باقی برادران (حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ وغیرہم) کی نفی لازم آئے گی جسے معترض بھی تسلیم کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اور واقعتاً بھی یہ ہرگز درست نہیں۔ فلہذا یہ طرز و طریق استدلال بیّن طور پر غلط ہے۔

مقبول عام کتاب

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

یورپ کی علمی بددیانتی کو بے نقاب کرتے ہوئے پروفیسر طفیل ہاشمی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی کون کونسی ایجادات کا سہرا انہوں نے اپنے سر باندھ لیا ہے۔ اس معرکۃ الآرا کتاب میں طب، ہیئت، ریاضی، کیمیا، طبعیات، نباتات، زراعت اور ٹیکنالوجی میں مسلمانوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن، اسلام اور سائنس کے تمام اشتراکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ کتاب سائنسدانوں، محققین، پروفیسرز، تاریخ، سائنس کے ماہرین، علوم اسلامیہ کے طلباء اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے دیگر قارئین کے لیے بے نظیر تحفہ ہے۔

اپنے موضوع پر سب سے مدلل اور تحقیقی کتاب۔ اعلیٰ ایڈیشن -/۴۵ روپے - عام -/۳۲ روپے

فتنہ انکار حجیت پیغمبر کے سدباب کے لیے ایک علمی اور تحقیقی پیش کش

حدیث ثقلین

تالیف: حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی

سنت نبویؐ کی جگہ آئمہ کی امامت کو حجت اور دلیل قرار دینا مناسب اور درست نہیں ہے۔ زیر نظر کتاب میں کتاب و سنت کی حجیت کو مدلل طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے شریعت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنت کو نکال کر اس کی بجائے ملت کی پرویزی یا مرکز امامت کی عجمی سازش بردو غلط راہیں ہیں۔ امامت کے خود ساختہ نظریئے کا بے لاگ جائزہ۔ ایک بے مثال کتاب جو کہ اہل علم اور عوام میں یکساں بے حد مقبول ہوئی۔

مکتبہ گنج بخش ۵۔ بخش سٹریٹ، بیرون موری دروازہ، لاہور

وھم ③ ثالث

آیت تطہیر کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ احزاب (پ۲۱ کا آخر اور پ۲۲ کی ابتدا) میں ازواج مطہرات (اہل بیت النبیؐ) کے حق میں ایک مستقل رکوع نازل فرمایا ہے اس میں سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے لئے آداب اور شرف وفضل اور مقام ومرتبہ کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

فتوحاتِ کثیرہ کی بنا پر جب مسلمان آسودہ حال ہونے لگے تو ازواج مطہرات نے اپنی فقروفاقہ کی حالت ختم کرنے کی خاطر اپنے خرچ واخراجات میں اضافہ کا مطالبہ پیش کیا تھا۔ اللہ کریم کو دنیا کی طرف اس قدر التفات پسند نہیں آیا، اور یہ آیات نازل ہوئیں اور پورا رکوع ان کے حق میں اتارا۔ آیت تطہیر انہی آیات میں سے ایک آیت ہے۔

یہاں پہلے اس رکوع کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آیت مذکور کا مفہوم سیاق وسباق کے لحاظ سے معلوم ہوسکے:۔

خلاصہ مفہوم

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات دنیا کی آرائش اور زینت کی کی طالب نہیں تھیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کو طلب کرنے والی

تھیں اور دار آخرت کے درجات عالیہ کا ارادہ رکھتی تھیں ورنہ ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے طریقے سے الگ کردیتے جیسا کہ ان کو حکم خداوندی تھا۔ لیکن ان کو چھوڑ کر الگ نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ازواج نیک کردار ونیک اعمال اور نیک نیت تھیں اور اللہ کریم نے ان کے لئے اجر عظیم تیار فرمایا ہے۔

۲۔ ہر کار خیر اور عمل صالح میں ازواج مقدس کے لئے دوگنا اجر ہے اور عمدہ رزق آخرت میں ملے گا۔ اگر بالفرض ان سے کوئی صریح بداخلاقی یا نافرمانی کی کوئی بات صادر ہوجائے تو اس کی سزا بھی دُوگنی ہے اور یہ چیز ان کے بڑے درجہ اور مقام کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔

۳۔ (اس امت کی) تمام عورتوں میں ان کے مرتبے کی کوئی عورت نہیں اگر یہ پرہیزگاری اختیار کریں۔ اور بوقت ضرورت مردوں کے ساتھ گفتگو کرنے میں نرم لہجہ ہرگز اختیار نہ کریں تاکہ ان کے دِل میں خیال فاسد کا طمع راہ نہ پا سکے۔

۴۔ ازواج مقدس کے لئے اپنے خانۂ مبارک میں قرار پذیر رہنے کا حکم ہے اور جاہلیّت کے دَور کے موافق زیب وزینت دکھلانے کے لئے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔

۵۔ ازواج مطہرات کے لیے حکم ہے کہ نماز (پنجگانہ) قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں رہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اخلاق رزیلہ اور حب مال وغیرہ) کی پلیدی دُور کرنا چاہتے ہیں اور بحکم "ارادہ تشریعی" ان کو خوب پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتے ہیں۔

۷۔ تقویٰ وطہارت کی صفت ان کی دائمی ہے اس بنا پر ان کو "ازواج مطہرات" کے مبارک لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت ودانش کی باتیں جو ان کے پاک گھرانوں میں ہمیشہ تلاوت کی جاتی اور کہی جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھنے کا حکم انہیں فرمایا گیا ہے۔ اس بنا پر کہ نبی اقدس کا گھرانہ حکمت کا خزینہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

۹۔ وحی الٰہی جیسی نعمت عظمیٰ صرف ازواجِ مطہرات کے پاکیزہ گھروں میں نازل ہوتی ہے اور کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

۱۰۔ مذکورہ آداب وفضائل کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات کے احترام کے لئے ایک خصوصی چیز جو ابتداء سورۃ ہذا میں بیان کی گئی ہے۔ امت مسلمہ کے لئے اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے وہ یہ ہے:۔

فرمانِ خداوندی ہے "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم" یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ ان کی جانوں سے اور آنجنابؐ کے ازواج (مقدس) مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواج مقدسہ کے حق میں "تمام مومنوں کی مائیں" ہونے کا یہ عالی رتبہ باقی فضائل کے ساتھ مسلّم ومشہور ہے اور دائماً اس کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

اس تمام رکوع پر نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخاطب اور کلام شروع ہے آداب واخلاق سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کے شان کے مناسب فضائل ومراتب بیان فرمائے گئے ہیں جو ان کے علو مقام کے آئینہ دار ہیں۔

فریق مقابل کا استدلال

شیعہ احباب نے آیات مذکورہ میں سے نصف آیت تطہیر کو مندرجہ ذیل مسائل کے لئے اپنا مستدل بنایا ہے یہ پوری آیت کا قریباً نصف حصہ ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا۔

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ لے جاتے تم سے اے نبی کے گھر والو رجس یعنی ناپاکی کو۔ اور تم کو خوب پاک کر دے۔

طرز استدلال

روایات میں آتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ کو بلایا۔ ان پر اپنی چادر اوڑھائی اور فرمایا کہ اے اللہ! میرے یہ اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور فرما اور ان کو پاک کر دے۔

شیعہ احباب کہتے ہیں کہ اس مقام سے معلوم ہوا کہ:۔

۱۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چار حضرات (حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ) کو اپنی چادر میں داخل فرمایا تو "اہل البیت" یہی چار افراد ہیں جو قرآن مجید کی آیت بالا میں مذکور ہے (یعنی ازواج النبیؐ "اہل البیت" میں شامل نہیں ہیں اور اس کا مصداق نہیں)

۲۔ نیز معلوم ہوا کہ اگر آنجنابؐ کی کوئی اور صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی اس چادر میں داخل کیا جاتا۔ اور اہل بیت میں شامل کیا جاتا۔ پس حضرت فاطمہؓ ایک

ہی صاحبزادی تھیں اور آنجنابؐ کی کوئی دوسری صاحبزادی نہ تھی۔

۳— اور واضح ہو گیا کہ یہ چاروں نفوس "معصوم عن الخطا" تھے اور ان کی تطہیر نص سے ثابت ہو چکی ہے۔

دفع دہم

فریق مقابل کے استدلال کی خفت واضح کرنے کے لئے اس مقام میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان پر توجہ کرنے سے ان کی کمزوری استدلال پوری طرح نمایاں ہو جائے گی۔

(۱)

تحریر مدعیٰ کے طور پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن مجید کی آیت (آیت تطہیر) میں اہل البیت کا مصداق اصل میں سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات ہیں اور ان کو ہی اہل البیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور باقی آنجناب صلعم کی اولاد شریف کو خبر واحد کے ذریعے بالتبع اہل بیت میں شامل کیا گیا ہے۔

اب ہم اس چیز پر ذیل میں چند شواہد پیش کرتے ہیں کہ اصل میں اہل البیت کی مصداق آنجنابؐ کے ازواج مطہرات ہیں۔

۱ قرآن مجید کے دوسرے مقام میں اہل بیت کا لفظ "زوجہ" پر اطلاق کیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ (حضرت سارہ) کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کلام کرتے ہیں:-

قالوا اتعجبين من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت ...... الخ (پ۱۲ سورۃ ہود تحت واقعہ ابراہیمؑ)

یعنی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں نے کہا اے سارہ!) کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے امر سے۔ اللہ کی رحمت اور برکات ہوں تم پر اے اہل البیت (یعنی اے گھر والو)۔"

یہاں "اہل البیت" کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے حق میں فرمایا گیا ہے اسی طرح دیگر آیات میں بھی "اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق "زوجہ" پر ہوا ہے مگر یہاں صرف اختصار کی خاطر صرف ایک آیت کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۲— صحیح حدیث میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات پر "اہل البیت" کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح اور شادی کی۔ اس موقعہ پر دعوتِ ولیمہ ہوئی اور جب دعوتِ ولیمہ سے فارغ ہوتے تو آنجنابؐ حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے پھر اس کے بعد حضرت زینبؓ کے گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا "السلام علیکم اہل البیت" فقالت وعليك ورحمة الله كيف وجدت اهلك بارك الله لك ..... الخ یعنی اے اہل بیت تم پر سلام ہو...... الخ

اس کلام میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لئے اہل البیت کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور "اہل البیت" کے الفاظ کا

اطلاق گھر والوں پر کیا ہے [۱]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ "اہل البیت" کا اطلاق ازواج پر، اور اپنے اہل خانہ پر درست ہے۔

۳۔ آیت تطہیر کے ماقبل میں "فی بیوتکن" اور اس آیت کے مابعد میں "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ" کے الفاظ میں ازواج مطہرات کے "بیوت" کا ہی ذکر خیر ہے اور یہ ازواج مطہرات کے ہی گھر ہیں۔ آیت میں انہیں کو "بیت" اور ان کے مکینوں کو اہل البیت فرمایا گیا ہے۔ یہاں ازواج مطہرات کے ماسوا کسی دوسرے کو اہل البیت نہیں فرمایا گیا۔

بیوت کی اضافت جو "کن" کی طرف ہے اس سے یہ تخصص واضح ہو رہا ہے (علماء اس نکتہ کو خوب جانتے ہیں) چاہے یہ اضافت ملک کی یا اضافت سکنی کی قرار دی جائے۔

اب کسی خبر واحد کے ذریعے یہاں اہل البیت کے مفہوم سے ازواج مطہرات کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ روایت کے ذریعے اہل البیت کے مفہوم میں اولاد شریف کو بالتبع شامل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ روایت ازروئے قواعد محدثین صحیح ثابت ہو جائے۔

[۲] نیز لفظ "البیت" میں جو الف ولام استعمال ہوا ہے اسے قاعدہ لغوی نحوی کی رو سے "الف ولام عہد خارج" کہا جاتا ہے جو اپنے استعمال کے اعتبار سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیوت کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ وہی بیوت ہیں جو اس

---

[۱] بخاری شریف ص۷۰۶ ج۲

باب قولہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم پ۲۲ سورۃ احزاب

آیت کے ماقبل میں "فی بیوتکن" میں ذکر ہو چکے ہیں اور ما بعد میں فی بیوتکن میں دوبارہ مذکور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

رفع اشتباہ کے طور پر یہاں مختصراً اتنا ذکر کر دینا مناسب ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ "عنکم" اور "یطہرکم" کے "کم" ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔ یعنی عنکم میں کم ضمیر مجرور متصل ہے اور یطہرکم میں کم ضمیر منصوب متصل ہے)

یہاں سے فریق مخالف یہ اشتباہ پیدا کر دیتے ہیں کہ:۔

اگر یہ خطاب ازواج مطہرات کو تھا تو "جمع مذکر" کی بجائے جمع مؤنث کی ضمیر چاہیئے تھی اور وہ نہیں لائی گئی تو گویا لغوی قواعد کے خلاف یہ چیز ہے۔

اس کے متعلق معروضات پیش خدمت ہیں:۔

اوّل:۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت "وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ" پ۱۲ سورہ ہود میں حضرت سارہ (مؤنث) کے لئے "علیکم" کی ضمیر جمع مذکر استعمال ہوئی ہے۔

دوم: اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو فرماتے ہیں۔

"اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ"

(پ۱۹ سورۃ نمل) اس آیت میں بھی مؤنث سے خطاب ہے مگر ضمیر مؤنث کی بجائے "جمع مذکر" استعمال ہوئی ہے۔

سوم: سابقاً اسی مسئلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں "السلام علیکم اہل البیت فقالت وعلیک"..... الخ کے الفاظ

نقل کیے گئے ہیں اس میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے (علیکم میں) کم ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے [1]

چہارم :- اسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ میں ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی۔" فقال هو عليها صدقة ولكم هدية فكلوه "یعنی فرمایا کردہ چیز (بریرۃ) پر صدقہ ہے اور تمہارے لئے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا سکتے ہو۔

پنجم : ایک دفعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے (کھانے کی کسی چیز کے متعلق) دریافت فرمایا:- هل عندكم شيئ ؟ ؟ قالت لا الا ان نسيبة بعثت الينا الخ یعنی تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ؟ تو (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا اور تو کوئی چیز نہیں مگر نُسَیبہ نے جو کچھ بھیجا ہے وہ موجود ہے۔ الخ

یہاں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ کے لئے "عندکم" میں "کم" ضمیر جمع مذکر استعمال فرمائی ہے [2]

مذکورہ بالا آیات قرآن اور احادیث نبویؐ میں اپنے اپنے ازواج کے حق میں خطاب فرماتے ہوئے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال فرمائی گئی ہیں۔ اور موقعہ مؤنث

---

[1] (۱) بخاری شریف ص ج-۲ طبع دہلی
باب قوله تعالى لا تدخلوا بيوت النبى الا ان يوذن لكم پ ۲۲ (سورہ احزاب)

(۲) مسلم شریف ص ۳۴۵ ج-اوّل آخر کتاب الزکوٰۃ
باب اباحة الهدية - طبع دہلی۔

کا تھا ان سوالات کا جو جواب شیعہ دوست دیں گے ان کے اپنے سوال کا جواب بھی انہیں انہی کے جواب میں مل جائے گا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی جمع مؤنث سے خطاب کے لئے جمع مذکر کی ضمیر کا استعمال ذکر کیا ہے۔ امالی الشیخ الطوسی" میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی شادی کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ :- هيئوا لابنتى وابن عمى ..... الخ یعنی اے بیبیو! میری بیٹی اور میرے چچا کے بیٹے کیلئے زفاف کی تیاری کرو [1]

یہاں بھی مؤنث کے موقعہ میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی گئی ہے۔

لفظ اہل البیت :-

۱ ـــ لغوی لحاظ سے لفظ" اہل البیت" مذکر ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق (ازواج النبیؐ) مؤنث ہو مگر لفظ کی رعایت کے اعتبار سے یہاں مذکر ضمیریں (کم) لائی جاسکتی ہیں۔

۲ ـــ اور لفظ اہل البیت میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی داخل ہے اس بناء پر کہ آپؐ ان میں ہی مقیم تھے اس وجہ سے مذکر کی ضمیر (کم) ان پر بھی تغلیباً لائی جاسکتی ہے۔

۳ ـــ نیز یہ بات بھی استعمال لغت عرب میں پائی جاتی ہے کہ اگرچہ موقعہ ضمیر مؤنث کا ہو مگر وہاں مذکر کی ضمیر اظہار عظمت و محبت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہے مندرجہ استعمالات اور مذکورہ امور کے پیش نظر یہ واضح ہو گیا کہ آیت تطہیر میں (عنکم ۔ ویطہرکم) میں ضمیر جمع مذکر کا استعمال

---

[1] امالی الشیخ الطوسی ص ۲۴ طبع نجف اشرف تحت واقعہ رخصتی حضرت فاطمہ

بالکل درست ہے اور کچھ قابل اشکال نہیں مندرجہ چیزوں سے شبہ اور اشکال عمدہ طریقہ سے مرتفع ہوگیا ہے۔

آیت تطہیر و حدیث کساء میں ہمارا موقف

اس مقام میں ہمارے علماء اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر (اپنے سیاق و سباق کے اعتبار سے) ازواج مطہرات رض کے حق میں ہے اور اس آیت کا بالاصل مصداق ازواج مطہرات ہیں پھر جب اس کا نزول ہوچکا اور یہ شرف ازواج مقدسہ کے لئے ثابت ہوگیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات (حضرت فاطمہ رض حضرت حسن رض و حسین رض اور حضرت علی رض) کو اس شرف میں دعا کے ذریعے شامل فرمایا ہے چنانچہ اس مسئلہ کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بعبارت ذیل ذکر فرمایا ہے:۔

۱۔۔۔ ...... فهذه دعوة من النبی صلی الله علیه وسلم لهم بعد نزول الآیة، احب ان یدخلهم فی الآیة التی خوطب بها الازواج" مطلب یہ ہے کہ نزول آیت (تطہیر) کے بعد ان چاروں حضرات کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ دعا ہے اور آپ پسند فرمارہے ہیں کہ جس آیت میں ازواج کو خطاب فرمایا گیا ہے۔ اس میں ان کو شامل کریں[1]

۲۔۔۔ اور علامہ ذہبی نے المنتقی میں بھی یہی مضمون درج کیا ہے[2]

---

(۱)[1] { تفسیر القرطبی (الجامع لاحکام القرآن) ص ۱۸۳/۱۸۴ جلد ۱۴ تحت الآیت واذکرن ما یتلی فی بیوتکن...... الخ (سورہ احزاب)

(۲) - المنتقی للذہبی ص ۴۲۸ تحت بحث آیت تطہیر۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز رح تحفہ اثناعشریہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

۳ ام سلمہ رض گفت کہ مرا نیز شریک بکن فرمود کہ انتِ علی خیر او انتِ علی مکانکِ" دلیل صریح است بر آنکہ نزولِ آیت در حق ازواج بود و آنحضرت ص ایں چہار کس را نیز بہ دعائے خود دریں وعدہ داخل ساخت۔ واگر نزول آیت در حق اینہا می بود حاجت بدعا چہ بود؟ و آنحضرت ص چرا تحصیلِ حاصل می فرمود؟ ولہذا ام سلمہ رض را دریں دعا شریک نہ کرد کہ در حقِ او ایں دعا را تحصیل حاصل دانست[1]"

"یعنی ام المؤمنین ام سلمہ رض نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ اس میں شریک کریں تو آنجناب ص نے فرمایا کہ تو تو پہلے خیر پر ہے یا تو اپنے مقام و مرتبے پر ہے" (یعنی تجھے اس کی حاجت نہیں)۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آیت تطہیر کا نزول ازواج مطہرات کے حق میں تھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چہار افراد کو بھی اپنی دعا کے ذریعے اس وعدہ میں شامل فرمایا اگر آیت کا نزول ان چہار نفوس کے حق میں تھا تو ان کے لئے دعا کی کیا حاجت تھی؟ اور آنجناب ص نے تحصیل حاصل کیوں فرمائی؟ اور اسی وجہ سے ام سلمہ رض کو اس دعا میں شامل نہیں فرمایا تھا کہ یہ دعا اس کے حق میں تحصیل حاصل سمجھی"۔

---

(۱)[1] { تحفہ اثناعشریہ ص ۲۰۳ طبع جدید لاہور در بحث آیت تطہیر۔

دفع وہم دوم

دوسری چیز جو فریق مخالف یہاں سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ:۔

"آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اگر کوئی دوسری صاحبزادی ہوتی تو اس کو بھی چادر میں لے کر اہل بیت میں شامل کرتے۔"

اس کے متعلق کچھ گزارشات ذیل میں پیش خدمت ہیں ان پر توجہ فرمالیں:۔

۱— آیت تطہیر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے عدد کا کچھ ذکر خیر نہیں نہ ایک دختر کا ذکر ہے نہ متعدد صاحبزادیوں کا۔ دوسرے لفظوں میں بنات کے عدد بیان کرنے کے متعلق آیت ہذا کا کچھ تعلق نہیں۔ یہاں صرف ازواج مطہرات کا ہی ذکر ہے سطور گذشتہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے۔

۲— اسی طرح روایت کساء میں صرف ایک دختر کا ذکر ہے لیکن اس چادر میں ایک بیٹی کے آنے سے دیگر بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہرگز نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ روایت بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد و تعداد بیان کرنے کے لئے ہے۔ یہ روایت کساء صرف فضیلت کے بیان میں ذکر کی گئی ہے۔

۳— نیز یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک داماد کو ذکر کرنے کے بعد دیگر دامادوں (حضرت ابوالعاصؓ و حضرت عثمانؓ) کی نفی نہیں کرتی۔ یہ رشتے اپنی جگہ تاریخی حقیقت ہیں روایت کساء کی فضیلت اگر کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے تو اس سے ان رشتوں کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔

۴— اور یہ روایت حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی دیگر اولاد شریف یعنی حضرت زینبؓ بنت علیؓ یا حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کی نفی نہیں کرتی۔ جبکہ روایت ہذا میں صرف حضرات حسنؓ اور حسینؓ کا ذکر آیا ہے اور باقی اولاد کا نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ حضرت زینب بنت علی اہل بیت میں سے نہیں کیونکہ آپ اس چادر کے نیچے نہ تھیں تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ حضرت حسین کی حقیقی بہن نہ تھیں کس قدر کمزور استدلال ہوگا۔

بنا بریں دعا مذکور میں عدم شمول سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی دیگر بنات رسولؐ کی نفی کے لئے کلام چلایا گیا ہے۔ چادر نبویؐ میں حضرت علیؓ کے ماسوا ان کی حسنین شریفین کے بغیر دیگر اولاد کو داخل نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقارب مثلاً حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وغیرہم کو نہ ہی بلایا گیا اور نہ ہی ان کو چادر میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ یہ سب حضرات رشتہ داران نبویؐ اور اقربائے خاص ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ان مذکور چاروں حضرات کو اس فضیلت حاصل ہونے سے دیگر حضرات اقرباء نبوی کے شرف و فضیلت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ان تینوں صاحبزادیوں کے لئے جو شرف و فضیلت اسلام میں حاصل ہے اور جو نسبی و صلبی نسبت انہیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے اس پر ان چاروں حضرات کی فضیلت کچھ اثر انداز نہیں ہوتی ہر ایک کا الگ ایک مقام و مرتبہ ہے جو اسے حاصل ہے

دفع وہم سوم

اس آیت سے تیسری چیز جو فریق مقابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ :-

" آیت تطہیر کا مصداق یہ چاروں نفوس (حضرت فاطمہؓ حضرات حسنینؓ اور حضرت علیؓ) ہیں اور اس آیت کے ذریعے ان کی تطہیر ثابت ہے یعنی یہ چاروں معصوم عن الخطاء ہیں۔ ان سے خطا صادر نہیں ہوتی"

مندرجہ بالا وہم کے جواب میں درج ذیل گذارشات ملاحظہ فرمائیں۔

۱ — پہلی بات یہ ہے کہ آیت مذکور میں ان چاروں حضرات کا کوئی ذکر موجود ہی نہیں اور نہ ہی سیاق وسباق سے ان کا ذکر جاری ہے بلکہ اس کے برعکس اس رکوع کی تمام آیات ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جس طرح کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۲ — دوسری بات یہ ہے کہ آیت بالا کے الفاظ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا) سے ان حضرات کا معصوم عن الخطاء ہونا مراد لیا جائے تو اسی نوع کے الفاظ دیگر حضرات (مثلاً وہ صحابہ کرام جو جنگ بدر میں حاضر تھے) کے حق میں بھی وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً

وینزل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم ویذھب عنکم رجز الشیطٰن (پ۹ سورۃ انفال رکوع ۲) یعنی اُتارتا ہے تم پر آسمان سے پانی تاکہ تم کو اس سے پاک کر دے اور لے جائے تم سے شیطان کی پلیدی۔

دوسری آیت ولکن یُرید لیطھرکم ولیتمّ نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (پ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۲)

یعنی لیکن اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر گذار ہو۔

اگر یہ کلمات معصومیّت کا فائدہ دیں اور عصمت کے لئے مفید ہوں تو جن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کیا گیا ہے انکی عصمت اور معصومیّت بھی ثابت ہونی چاہیئے حالاں کہ ان اصحابؓ کے حق میں علو مراتب کے باوجود کوئی بھی سُنّی یا شیعہ معصومیت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔

اس مفہوم کو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں آیت تطہیر کی بحث کے آخر میں بالفاظ درج ذیل فرمایا ہے۔

" اگر ایں کلمہ مفید عصمت مے شد بایستے کہ ہمہ صحابہ علی الخصوص حاضران جنگ بدر قاطبۃ معصوم مے شدند زیرا انکہ در حق ایشاں تبفریق فرمودہ اند۔ قولہ تعالیٰ۔ ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (وقولہ تعالیٰ) لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان[1] ..... الخ

مختصر یہ ہے کہ آیت تطہیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خطاؤں کے دور کرنے اور لغزشوں سے معافی دینے اور پاک کرنے کا ارادہ تشریعی) رکھتے ہیں جیسا کہ دیگر احکام شرعی میں ارادہ تشریعی

---

[1] (۱) { تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۴ (فارسی) طبع جدید لاہور تحت بحث آیت تطہیر۔

مراد ہوتا ہے۔ مثلاً یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔

بنا بریں یہاں سے عقیدہ عصمت کا مستنبط کرنا درست نہیں یہ عقیدہ نہ ازواج مطہرات کے حق میں اور نہ ہی اولاد نبویؐ کے حق میں صحیح ہے۔

آخر میں یہ تحریر ہے کہ :-

"یہ الگ بات ہے کہ خود سیدہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے اکیلی دختر نبوی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور آیت تطہیر کو اپنے اس دعویٰ پر کبھی دلیل نہیں بنایا یہ چیز قابل توجہ ہے غور فرما دیں۔

وہم (۴) رابع

آیت : یایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ...... الخ

(پ۲۲ رکوع ۷ از سورۃ احزاب)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے (پردے کا حکم دیتے ہوئے اپنے نبی اقدس صلعم کو ارشاد فرمایا) :-

"اے نبی! اپنی ازواج (مطہرات) اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیں۔ یہ بات اس چیز کے زیادہ قریب ہے کہ یہ پہچانی جائیں اور ان کو ایذا نہ پہنچائی جائے"..... الخ

معترض لوگوں نے آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) تجویز کرنے کے لئے (اور باقی دختران نبوی صلعم کی نفی کرنے کے لئے) دلیل بنایا ہے۔ اس نص قطعی کا خلاف کرتے ہوتے اپنے مذعومہ دعویٰ کو مدلل کرنے کے لئے کلام چلایا ہے۔ اس زعم کو دُور کرنے کے لئے چند چیزیں پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دفع وہم

۱۔ آیت ہذا اپنی عبارت النص کے اعتبار سے اس مسئلہ کو بیان کر رہی ہے کہ پردے کا حکم (جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

کی تمام ازواج مطہرات آپ کی تمام صاحبزادیوں اور مومنوں کی ان تمام عورتوں کے لیے ہے جو نزول آیت کے وقت تک ایمان لا چکی تھیں۔ اوّلاً و بالذات یہ نیک و صالح بی بیاں مخاطب ہیں اور پھر ثانیاً و بالعرض آنے والی تمام مسلمان عورتیں اس حکم میں داخل ہیں۔

۲ — آیت ہذا کی عبارت اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ازواج تھے جن کو پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا گیا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیاں تھیں جن کو تستّر کا حکم فرمایا گیا اور اسی طرح مؤمنون کی بہت سی خواتین تھیں جن کو پردہ داری کا حکم دیا گیا یعنی آیت کے الفاظ ازواج[۱] بنات[۲] اور نساء[۳] تینوں جمع کے الفاظ ہیں اس اعتبار سے ان تمام خواتین کے لئے یہ حکم ہے۔

آیت ہذا میں جمع کے مذکورہ بالا ہر سہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور ان تینوں الفاظ میں یہاں باعتبار تعظیم کے لفظ جمع سے واحد مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

۳ — مفسّرین حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں آیت ہذا کے تحت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چار صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے اور ہر ایک صاحبزادی کے الگ الگ احوال تحریر فرماتے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ مفسّرین کے نزدیک بھی آیت ہذا کے لفظ "بناتک" کا صحیح مصداق متعدد دختران نبوی صلعم ہیں۔ صرف ایک دختر مراد نہیں۔ اور ہم نے قبل ازیں بنات ثلاثہ کے سوانح میں تفسیر قرطبی سے بھی ان کے احوال نقل

کر دیئے ہیں[۱]

۴ — آیت ہذا کے نزول کے وقت آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا زندہ موجود ہونا ثابت ہے جیسا کہ ان کے الگ الگ سوانح حیات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور شیعہ کے ائمہ کرام و علماء و مجتہدین کے فرمودات کو اس پر بطور شواہد پیش کیا ہے۔

فلہذا آیت مذکورہ کا لفظ "بناتک" دختران نبویؐ کے حق میں بلحاظ تعداد درست ہے۔ اور اس لفظ جمع کی واحد کے لئے تاویل کرنا بلاوجہ اور بغیر ضرورت کے ہے اور اس طرح تاویل کرنے سے آیت ہذا کا صحیح مفہوم مجروح ہوتا ہے۔ اور واقعات جو حقیقت پر مبنی ہیں ان کا خلاف ہوتا ہے اور انکی تکذیب ہوتی ہے اور اپنے اکابر و اسلاف کی مخالفت اور تکذیب کرنا بلکہ تغلیط کرنا مستحسن طریق نہیں۔

۵ — اور اگر لفظ "بناتک" میں جمع تعظیم کی تاویل کر کے صرف ایک دختر مراد لی جائے تو یہاں سے ایک دوسرا غلط مفہوم کوئی اور شخص بھی اخذ کر سکتا ہے کہ اگر "بناتک" سے صرف ایک دختر مراد ہے تو لفظ "ازواجک" سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی "زوجہ" مراد ہے اور ازواج یہاں جمع تعظیم کے طور پر مذکور سمجھا جائے گا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دیگر زوجہ ہی نہیں ہے۔

امید ہے معترض حضرات اس تاویل کو پسند نہیں فرمائیں گے۔ فلہذا جس طرح

---

[۱] تفسیر احکام القرآن للقرطبی ص ۲۴۲/۲۴۳ جلد (۱۴) رابع عشر
تحت آیت قل لازواجک وبناتک ...... الخ (سورۃ احزاب)

یہ تاویل درست نہیں بالکل اسی طرح لفظ "بناتک" میں ان کی مجوزہ تاویل (کہ یہ قطعیاً جمع ہے) بھی درست نہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ تاویل سنت نبوی (صلعم) ملی سیرت و اسلامی تاریخ اور واقعات کے برخلاف ہے۔ سابقاً اس کی تفصیل دے دی گئی ہے اور ابتداء کتاب میں "اصل استدلال" کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

قاعدہ یہی ہے کہ مستعمل شدہ لفظ کو اپنے اصل معنیٰ اور ظاہر مفہوم پر ہی رکھا جاتا ہے۔ ظاہر عبارت سے ہٹا کر دوسرا مفہوم نہیں مراد لیا جاتا۔ مگر وہاں کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو تو تب اس کے اصل معنیٰ کو چھوڑ کر دوسرا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ اور آیت بالا میں قرینہ صارفہ موجود ہی نہیں ہے۔

بنا بریں آیت مذکورہ کے الفاظ "ازواجک وبناتک" میں یہی قاعدہ ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ورنہ آیت کا جو صحیح مفہوم و معنی ہے وہ غلط ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں غلط استدلال قائم کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز روا نہیں۔

ناظرین کرام! ان چند معروضات پر اگر توجہ فرما سکیں تو معترض احباب کے استدلال کی کج روی اور کج بحثی عیاں ہو جائے گی۔

یہ بحث کتاب ہذا کی ابتداء میں بقدر ضرورت پیش کر دی گئی تھی لیکن یہاں دفع وہم کے طور پر مزید ذکر کر دی گئی ہے تاکہ اچھی طرح دفع اشتباہ ہو جائے۔

وہم ⑤ خامس

بناتِ ثلاثہ رضی اللہ عنہن کے متعلق خلاف لکھنے والوں نے یہ ایک وہم پیش کیا ہے کہ "سہم ذوی القربیٰ" میں سے ان تینوں صاحبزادیوں کو حصہ نہیں دیا گیا اور نہ ان کے ازواج کو حصہ خمس میں شامل کیا گیا۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ اور ان کے زوج حضرت علیؓ کو برابر "سہم ذوی القربیٰ" سے حصہ عطا کیا جاتا رہا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور ایک ہی داماد حضرت علی المرتضیٰؓ تھے۔ اگر کوئی اور صاحبزادی یا داماد ہوتے تو ان کو بھی "سہم ذوی القربیٰ" سے حصہ دیا جاتا۔ ان لوگوں نے ایک دختر نبوی ہونے کی یہ دلیل بنائی ہے اور بطریق مذکور استدلال قائم کیا ہے۔

دفع وہم

نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو مالِ غنیمت سے حصہ خمس دیا جاتا تھا۔ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہ حصہ اقرباء کو برابر دیا جاتا رہا۔ لیکن اس حصہ کے مستحق ہونے کی بنیاد فقر اور احتیاج پر تھی۔ اس بناء پر جو حضرات اقرباء میں سے اپنے فقر و احتیاج کی بناء پر مستحق تھے ان کو حصہ خمس دیا جاتا تھا۔

اس ضروری تشریح کے بعد مسئلہ واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ بمع دیگر اقارب کے فقر و احتیاج کی بناء پر خمس کے مستحق تھے اس وجہ سے ان کو

یہ حصّہ ادا کیا جاتا تھا۔

باقی صاحبزادیاں اور ان کے ازواج چونکہ غنی تھے ان میں فقر و احتیاج نہیں تھا اس لئے انہیں یہ حصّہ ادا نہیں کیا جاتا تھا۔

علماء احناف نے اس مسئلہ کی دلیل دو طرح سے ذکر کی ہے۔

(۱)

ایک تو خلفاء الراشدین حضرات ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا عمل اور فعل اسی طرح پایا گیا ہے کہ اقرباء نبویؐ میں سے حصّہ خمس صرف فقراء اور قابل امداد لوگوں کو ہی دیا جاتا تھا اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

۱— چنانچہ علامہ بدر الدین العینیؒ نے شرح الہدایۃ میں اس مسئلہ کو بعبارت ذیل درج کیا ہے:۔

"......ثم قسم ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنهم ثلاثة اسهم، سهم لليتامى و سهم للمساكين و سهم لابناء السبيل، وكان ذالك بمحضر من الصحابة ولم ينكر عليهم احد فحل الاجماع وكفى بهم قدوة" [1]

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ چاروں حضرات، مال خمس کو تین حصّوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصّہ

[1] { عینی شرح ہدایۃ ص ۸۳۵ / ج ثانی طبع ہند
تحت کتاب السیر }

یتیمی کے لئے ایک حصّہ مساکین کے لئے اور ایک حصّہ مسافروں کے لئے۔ اور یہ معاملہ تمام صحابہؓ کی موجودگی اور حاضری میں پیش آتا تھا۔ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے انکار اور اعتراض نہیں کیا۔ پس یہ مسئلہ اجماع کے مقام میں ٹھہرا اور خلفاء اربعہ اُمّت کے لئے پیشوائی میں کافی ہیں یعنی ان حضرات کا عمل تمام اُمّت کے لئے قابل استدلال ہے اور صحیح ہے۔

۲— نیز ابوبکر الجصاص رازیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے دریافت کیا کہ:۔

......ما فعل علیؓ بسهم ذوی القربیٰ حین ولی فقال سلك به سبيل ابی بكرؓ و عمرؓ...... قال ابوبكر الجصاص لو لم يكن هذا رأيه لما قضى به....... فثبت ان رأيه و رأيهما كان سواء فی ان سهم ذوی القربیٰ انما يستحقه الفقراء منهم و لما اجمع الخلفاء الاربعة عليه ثبتت حجيته باجماعهم لقوله صلّى الله عليه و سلم عليكم بسنّتی و سنة خلفاء الراشدين من بعدی [1]......

"مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے سہم ذوی القربیٰ کے مسئلہ میں جبکہ وہ اپنے دور میں خود خلیفہ اور حاکم ہوئے تو کیا صورت اختیار کی تو

[1] { احکام القرآن للجصاص ص ۸۷ / ج-۳
تحت باب القسمه الخمس }

جواب میں محمد باقرؒ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا...... ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اپنی رائے اور حضرات شیخینؓ کی رائے یکساں تھی اس مسئلہ میں کہ ذوی القربیٰ میں سے صرف فقراء حضرات خمس کے مستحق ہیں۔ جب خلفاء اربعہ کا اس مسئلہ پر اجماع ہو گیا تو ان کے اجماع کے ذریعے حجت قائم ہو گئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری سُنّت کو لازم پکڑو اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوط پکڑو۔"

۳۔ اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بھی یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؒ سے سہم ذوی القربیٰ کا سوال کیا کہ حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں کیا صورت اختیار فرمائی؟ جبکہ وہ اپنی خلافت میں والی وحاکم تھے۔ تو محمد باقرؒ نے فرمایا۔

"سلك به والله سبيل ابي بكرؓ وعمرؓ" [1]

"کہ اللہ کی قسم! اس مسئلہ میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا راستہ اختیار فرمایا۔"

یعنی کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی اور ذوی القربیٰ میں سے جو فقراء ومحتاج ہوتے تھے ان کو خمس سے حصّہ دیا جاتا تھا۔ اغنیاء کو نہیں دیا جاتا تھا۔

---

[1] فتح القدیر لابن الہمامؒ ص ۳۲۹ ج ۴ — کتاب السیر

(۲)

دوسری دلیل حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول ہے جو صحیح روایات میں موجود ہے کہ:-

"ان بنا العام عنه غنىً وبالمسلمين اليه حاجة"

یعنی حضرت عمرؓ کے دَور میں جب مال غنیمت سے حِصّہ خمس الگ کر کے حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ یہ آپ حضرات اقرباء نبویؐ کا حق ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ:-

"اب ہمیں امسال حق خمس سے استغناء حاصل ہے لہذا اسے ہمارے سوا دوسرے حق داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دیگر مسلمانوں کو اس کی حاجت وضرورت ہے۔" [1]

مختصر یہ ہے کہ تصریحات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اقرباء محتاج اور قابل امداد ہوتے تھے ان کو خمس سے حِصّہ دیا جاتا تھا۔ بنابریں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو

---

(۱) مسند امام احمد ص ۸۴/۸۵ جلد اوّل — تحت مسندات علیؓ

(۲) ابوداؤد شریف ص ۶۱ ج ۲ بیان مواقع قسم الخمس — طبع مجتبائی دہلی

(۳) کتاب الخراج للامام ابی یوسف ص ۲۰ — باب فی قسمة الغنائم

فقر واحتیاج کی بنا پر خمس سے حصہ دیا جاتا تھا اور باقی صاحبزادیاں اوران کے ازواج چونکہ محتاج نہیں تھے اوران کی مالی حالت بہتر تھی اس بنا پر ان کو خمس سے حصہ نہیں دیا گیا۔

اب اس چیز کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونیکی دلیل بنانا اور تقسیم خمس کے ذریعے استدلال قائم کرنا ہرگز درست نہیں۔

معترض دوستوں نے اس مسئلہ کو غلط رنگ دے کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے کی دلیل بنا لیا ہے۔ جو کسی پہلو سے صحیح نہیں ہے۔

نیز ناظرین کرام پر واضح ہو کہ تقسیم خمس میں سہم ذوی القربیٰ کا مسئلہ "رحماء بینھم" حصہ اول (صدیقی) میں گزر چکا ہے اس کی متعلقہ تفصیلات مطلوب ہوں تو وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

دفعہ ⑥ سادس

دعوت مباہلہ کا مسئلہ

قرآن مجید میں ہے :-

"فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکذبین" (پ۳ سورۃ آل عمران)

یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ :-

"پس جو شخص آپ سے جھگڑا کرے (حضرت عیسیٰ کے بارے میں) آپ کے پاس علم آجانے کے بعد۔ تو کہہ دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں ہم اپنی ذاتوں کو بلائیں اور تم اپنی ذاتوں کو بلاؤ۔ پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں۔ پس جھوٹ بولنے والوں پر ہم اللہ کی لعنت کریں"

یہ واقعہ ۹ھ میں نصاریٰ نجران کے ساتھ اہل اسلام کو پیش آیا تھا۔ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئی معاملات میں خصوصاً حضرت عیسیٰ کے متعلق کج بحثی شروع کر دی اور قرآن مجید کی جانب سے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو چیزیں بیان کی گئی تھیں ان پر نصاریٰ کو تسلی نہیں ہوئی تھی تو اس موقعہ پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے تم مباہلہ کر لو جس

طرح کہ آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں اور نصاریٰ دونوں جماعتوں کو حکم ہے کہ اپنے اپنے لڑکوں، عورتوں اور اپنوں کو بلالائیں پھر سب خدا کے سامنے عاجزی کے ساتھ دُعا مانگیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

اس دعوت مباہلہ پر نصرانی آپس میں مشورہ کرنے کے بعد مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے اور نصرانیوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مباہلہ عمل میں نہ آسکا اور تیاری کے مراحل میں ہی ختم ہو گیا یعنی عملاً مباہلہ نہیں ہوا۔ نصرانیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا اور واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کی تفصیلات آیت ہذا کے تحت تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں۔

روایات میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مباہلہ کے لئے تیار ہونے لگے تو آپؐ نے حضرات حسنینؓ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اسی وقت بُلا لیا تھا۔

ایک صاحبزادی ہونے پر شیعہ کا استدلال :

واقعہ مباہلہ سے شیعہ صاحبان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی ہونے پر اس طرح استدلال قائم کرتے ہیں کہ

"نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین حضرت علیؓ اور صرف حضرت فاطمہؓ کو ساتھ لیا تھا اور اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو انہیں بھی اس موقعہ پر ساتھ لیا ہوتا۔ اور بالفرض اگر دوسری صاحبزادیاں فوت ہو چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلا لیا ہوتا" صرف ایک فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بلانے سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی تھی اور حقیقی داماد بھی ایک علیؓ بن ابی طالب تھے۔

دفع دھم

مسئلہ ہذا کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چیزیں مختصراً پیش خدمت ہیں، ان پر غور کر لینے سے دوستوں کے استدلال کی خامی خوب واضح ہو جائے گی اور مسئلہ ہذا کی حقیقت صحیح شکل میں نظر آسکے گی۔

۱ــــ پہلی بات یہ ہے کہ ان دوستوں نے آیت مذکورہ بالا سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر استدلال قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ آیت ہذا میں اولاً تو لفظ "بنات" مذکور ہی نہیں وہاں عورتوں کے لئے نساءنا اور بیٹوں کے لئے ابناءنا کے الفاظ موجود ہیں لیکن بیٹیوں کے لئے "بنات" کے الفاظ مذکور ہی نہیں۔ تو آیت قرآنی میں اپنی بیٹیوں اور دختروں کو بلانے کا حکم ہی مذکور نہیں فلہذا ایک دختر ہونے پر آیت قرآنی سے استدلال کس طرح صحیح ہوا ؟؟

۲ــــ دوسری بات یہ ہے کہ روایت میں حضرت فاطمہؓ کو بلانے کا ذکر موجود ہے تو وہ استدلال بالروایۃ متصوّر ہوگا۔ استدلال بالآیۃ نہ ہوگا۔ یعنی اس آیت کا "بنات" کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں صرف روایت میں یہ مسئلہ ہے۔

۳ــــ تیسری بات یہ ہے کہ اس مقام میں متعدد روایات موجود ہیں یہاں ان کو ملحوظ خاطر رکھنا دیانت داری کا تقاضا ہے بعض روایات کو قابل اعتماد سمجھنا اور دوسری روایات کو بلاوجہ قابل اعتنا نہ سمجھنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس مقام کی ایک روایت تو وہ ہے جس میں مباہلہ کے موقع پر حضرات

حسنینؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو بلا کر ساتھ لینے کا ذکر ہے وہ بالکل درست ہے۔

اس روایت سے شیعہ حضرات یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی تھی اور حقیقت داماد صرف حضرت علیؓ ہی تھے۔ اگر دیگر صاحبزادیاں ہوتیں یا حضرت علیؓ کے بغیر کوئی اور بھی حقیقی داماد ہوتا تو ان کو بھی اس موقع پر بلا کر ساتھ لیا ہوتا

اب یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ شیعہ کے نزدیک واقعہ ہذا (مباہلہ) ۹ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۱۰ھ میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ تلخیص الشافی (ص۳۸۳ طبع قدیم اور ص۷ ج۳ طبع جدید فصل فی ان امیر المومنین علیہ السلام افضل الصحابۃ) میں اسی طرح درج کیا ہے۔ اس واقعہ سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیاں اس عالم سے انتقال فرما چکی تھیں۔ اور یہ چیز فریقین کے درمیان مسلمات میں سے ہے کوئی مختلف فیہ چیز نہیں۔

حضرت رقیہؓ سن دو ہجری (جنگ بدر کے موقع پر) میں فوت ہوئیں۔ اور حضرت زینبؓ سن ۸ھ (آٹھ) میں اور حضرت ام کلثوم شعبان ۹ھ میں قبل از واقعہ مباہلہ فوت ہو چکی تھیں۔

(جیسا کہ ہر سہ صاحبزادیوں کے حالات میں بیان کیا گیا) اس بنا پر ان صاحبزادیوں کا واقعہ ھذا میں شامل نہ ہونا ایک ظاہر بات ہے۔ لہٰذا اس موقعہ پر صرف ایک حضرت فاطمہؓ زندہ تھیں اور انھیں ساتھ لیا گیا۔ نیز یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ خواتین میں سے صرف حضرت فاطمہؓ کا روایت میں ذکر کیا جانا اور مردوں میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰؓ کا ذکر کیا جانا اور اسی طرح حضرات حسنینؓ کے ذکر کیے جانے سے اس واقعہ میں شامل باقی خواتین اور دیگر حضرات کی نفی لازم نہیں آتی دوسرے لفظوں میں روایت مذکورہ میں ان حضرات کا ذکر کیا جانا دیگر حضرات کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور عدم ذکر الشی سے

عدم وجود الشی لازم نہیں آتا۔

چنانچہ اس موقعہ کی دیگر روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ :-

عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھٰذہ الآیۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا..... الخ

الآیۃ قال فجاء بابی بکر وولدہٖ وبعمر وولدہٖ وبعثمان وولدہٖ وبعلی وولدہٖ۔" [1]

مطلب یہ ہے کہ امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ کو ان کی اولاد سمیت۔ عمر فاروقؓ کو ان کی اولاد سمیت اور عثمان غنیؓ کو ان کی اولاد سمیت اور علی المرتضیٰؓ کو ان کی اولاد سمیت (موقعہ مباہلہ پر) بلا کر ساتھ لائے۔"

نیز علماء کرام نے یہاں ایک اور روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے کہ :-

عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو لاعنتہم یارسول اللہ بید من کنت تاخذ؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم آخذ بید علیؓ وفاطمۃؓ والحسنؓ والحسینؓ وعائشۃؓ وحفصۃؓ۔" [2]

---

[1] (۱) { تفسیر الدر المنثور للسیوطی ص۴۰ ج۲ ۔ تحت الآیۃ فقل تعالوا...... الخ

۲۔ تفسیر روح المعانی ص۱۹۰ ج۳ پارہ سوم تحت الآیۃ

۳۔ تفسیر للشوکانی ص۳۴۸ ج۱ ۔ اوّل تحت آیت مباہلہ پارہ سوم

[2] (۱) { سیرۃ حلبیہ ص۲۴۲ ج۳ ۔ باب یذکر فیہ ما یتعلق بالوفود التی وفدت علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیرۃ حلبیہ ۱۵۱/۶ اردو

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آنجنابؐ (نجران والوں کے ساتھ) مباہلہ کرتے اور بددعا فرماتے تو آپؐ کن کن لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کی بددعا فرماتے؟ تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ میں علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ عائشہؓ اور حفصہؓ کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کرتا۔

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ:-

۱۔ حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تینوں حضرات کو بھی اس موقعہ پر مع ان کی اولاد کے بلا لیا گیا تھا۔ اور مباہلہ کی تیاری میں یہ تمام حضرات مدعو تھے۔ اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ ساتھ یہ تینوں حضرات بھی مع اولاد کے شامل کیے جاتے۔

۲۔ اسی طرح خواتین میں سے حضرت فاطمہ کے علاوہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی اس موقعہ پر شامل کیا جانا منظور خاطر تھا اور اگر مباہلہ کا عملی اقدام ہوتا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بھی ساتھ لیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ واقعہ مباہلہ میں شیعہ صاحبان نے جو ایک آدھ روایت کو سامنے رکھ کر تخصصات قائم کیے ہیں وہ بالکل بے جا ہیں اور اس سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی ہونے یا صرف ایک حقیقی داماد ہونے کا جو استنباط کیا ہے وہ کسی پہلو سے درست نہیں ہے اس کو غلو عقیدت کا ہی نتیجہ کہا جاسکتا ہے اور بس۔

خلافت بلافصل پر شیعہ کا استدلال

اس دور کے شیعہ حضرات نے واقعہ مباہلہ سے آنجنابؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حقیقی صاحبزادی ہونے پر استدلال کیا ہے اور ہم نے اس استدلال کی خفت اور کمزوری سطور گذشتہ میں واضح طور پر بیان کر دی ہے۔

اور شیعہ کے سابق علماء اس واقعہ سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت بلافصل پر استدلال کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ بے جا اور غیر موزوں استدلال ہے۔ اور کچھ وزنی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ:-

(۱) آیت مباہلہ میں تو مسئلہ خلافت کا ذکر تک موجود نہیں اور روایت مباہلہ میں بھی مسئلہ خلافت کے متعلق کلام نہیں پایا گیا وہاں اس کا فقدان ہے نیز یہ بات بھی ہے کہ آیت مباہلہ یا روایت مباہلہ سے خود حضرت علیؓ نے نہ اپنی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے اور نہ ہی کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔

البتہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کی تیاری میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کے صاحبزادوںؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو مدعو کرنے کی عزت بخشی اور یہ اعزاز اپنی جگہ فضیلت کی چیز ہے جس کے ہم قائل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیگر روایات کی رو سے (جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) حضرات خلفاء ثلاثہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ (امہات المؤمنین) بھی اسی شرف دعوت سے مشرف ہوئے تھے فلہٰذا ان تمام حضرات کا احترام اور شرف بھی لائق لحاظ اور قابل قدر ہے۔

(۲) اگر آیت مباہلہ کے لفظ "انفسنا" سے بقول شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کی ذات مراد لی جائے اور نفس رسولؐ قرار دیا جائے اور رسول اللہؐ کی جمیع صفات نبوت میں حضرت علیؓ کے لئے مساوات تسلیم کی جائے تو حضرت علیؓ کو نبوت و رسالت ختم نبوت اور بعثت الی کافۃ الخلق وغیرہ وغیرہ صفات سے متصف تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے۔

بصورت دیگر حضرت علی المرتضیٰ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات

میں مساوات تسلیم کی جائے تو کوئی مفید ہی نہیں اور نہ ہی اس سے اصل مقصد کا اثبات ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر بالفرض آیت مباہلہ کو حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت و امامت کی دلیل قرار دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ حضرت علیؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں ہی آنجناب کے خلیفہ ہوں اور یہ بھی صحیح نہیں اور واقعات کے خلاف ہے۔

پس آیت مذکورہ میں لفظ "انفسنا" سے اہل قرابت "ہم نسب" "ہم ملت" اور اپنی جماعت" کے افراد مراد ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی دیگر آیات مبارکہ مثلاً "ولا تخرجون انفسکم من دیارکم" ثم انتم ھٰؤلاء تقتلون انفسکم۔ اور ولا تلمزوا انفسکم وغیرہ وغیرہ آیات میں "انفس" کا مفہوم و مراد اہل قرابت، اہل دین، اور اپنی جماعت کے لوگ ہیں۔

فلہذا آیت مباہلہ کا مطلق خلافت سے کوئی تعلق نہیں چہ جائیکہ اسے خلافت بلافصل کی دلیل قرار دیا جائے۔ اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا استدلال آیت مباہلہ سے کسی پہلو سے درست نہ ہوا۔ اور علمی اصطلاح میں یہ دلیل اپنے مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکی۔ فلہذا یہاں تقریب تام نہیں۔

وہم ⑦ سابع

اس دور میں ہوائے نفس غالب ہونے کی وجہ سے لوگ مسلمات اور حقائق کے انکار پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور کتاب و سنت اور اسلامی سیرت و تاریخ کے برخلاف کرنے میں کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے۔

چنانچہ آجکل یہ چیز بڑی شدومد سے پیش کی جا رہی ہے کہ نبی اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کے دختران نبیؐ ہونے کی نفی کی جا رہی ہے۔

معترضین کا استدلال

چونکہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کثرت سے مختلف کتاب میں پائے جاتے ہیں اور "دیگر صاحبزادیوں کے حالات و فضائل سے کتابوں کے صفحات کورے نظر آتے ہیں" اس لئے یہ چیز حضرت فاطمہؓ کے ایک ہی دختر نبوی ہونے کی دلیل ہے ..... اور زینبؓ رقیہؓ اور اُم کلثومؓ صلبی و نسبی دختران نبوی نہیں ہیں بلکہ نبی کی "روایتی" اور رواجی بیٹیاں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ کثرت فضائل فاطمہؓ وحدت بنت النبیؐ ہونے کی دلیل ہے دیگر دختران کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی فلہذا وہ دختران نبیؐ نہیں ہیں۔

دفع وہم

مذکورہ بالا وہم کے ازالہ کے لئے درج ذیل چیزوں پر نظر فرمائیں معترضین کے استدلال کی سبکی معلوم ہو جائے گی۔

۱— ناظرین کرام پر واضح ہے کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک صاحبزادی کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں ان میں ہر سہ صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے احوال زندگی کے ہر پہلو کو بیان کیا ہے اس میں ان کے فضائل و کمالات پوری طرح آ گئے ہیں۔ اگر اطمینان خاطر مقصود ہو تو ایک دفعہ ان صاحبزادیوں کے سوانح کی فہرست مضامین پر ہی نظر کر لیں۔ تو آپ پر معترض احباب کی غلط بیانی اور دروغ گوئی کا اندازہ ہو جائے گا۔

ہم نے ان صاحبزادیوں کے سوانح حیات میں پیدائش سے وفات تک کے احوال کو شیعہ و سنی کتب سے نقل کیا ہے۔ اب یہاں گذشتہ چیزوں کے دوہرانے کی مزید حاجت نہیں۔ سابقہ تحریر کردہ حالات ہی اس چیز پر کافی شاہد ہیں۔ اور معترض صاحب کی دروغ بیانی پر گواہ ہیں

۲— ایک شخصیت کی "کثرت فضیلت" سے دوسروں کے نسب کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ مثال کے طور پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل کثرت سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن ان کے بھائیوں حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیل نسبتاً کم ملتے ہیں اب کوئی شخص حضرت علیؓ کے فضائل کثرت سے ملتے ہیں اور وہ اس چیز کو دوسرے برادران کی نفی پر دلیل بنا دے تو کے برادران مذکور کی اس لئے نفی کر دے کہ انکے فضائل کم دستیاب ہوتے ہیں اور بالطبع استدلال درست نہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت فاطمہؓ کے فضائل اگر زیادہ پائے جاتے ہیں اور ان کی دوسری بہنوں کے فضائل نسبتاً کم دستیاب ہیں تو اس سے حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے نسب کی نفی کرنا اور فضائل کی کمی بیشی کو نسب کی نفی کے لئے دلیل بنانا ہرگز درست نہیں۔

مختصر یہ ہے کہ عدم کثرت فضائل سے عدم نسب و نفی نسل کا قاعدہ تجویز کر لینا عقلاً و نقلاً صحیح نہیں ہے۔

۳— نیز یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں حضرت فاطمہؓ آنجنابؐ کی اولاد شریف میں سے اکیلی رہ گئی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (سگی ماں) بھی بہت پہلے فوت ہو چکی تھیں اور آپ کی کوئی خالہ بھی زندہ موجود نہ تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی سگی بہنیں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ بھی یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے چکی تھیں۔ اب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے آپ کی توجہات کریمانہ کا واحد مرکز صرف حضرت فاطمہؓ تھیں اور حضرت فاطمہؓ کی رعایت ملحوظ خاطر رہتی تھیں۔

عموماً اس دور میں سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے متعلق متعدد فضائل کی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ جو صحیح روایات میں مذکور ہیں اور وہ اپنی جگہ درست ہیں۔

لیکن یہاں سے حضرت فاطمہؓ کی دیگر بہنوں کے نسبی و صلبی ہونے کی نفی کرنا نہایت قبیح امر ہے اور ان ہر سہ صاحبزادیوں کو "روایتی بیٹیاں" اور "رواجی بیٹیاں" کہنا، آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کی (معاذ اللہ) تحقیر و تذلیل ہے جو کسی مسلمان کے لئے

ہرگز درست نہیں۔

نیز یہ چیز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہؓ کی ایذائے روحانی کا باعث بھی ہے یہ ان حضرات کے حق میں پسندیدہ طریق نہیں ہے نہ یہ حضرت فاطمہ رضؓ کی خیر خواہی ہے نہ سرورِ دوعالم صلعم کی۔

وہم ⑧ ثامن

معترض احباب نے سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ثابت کرنے کے لئے ایک روایت تفسیر الدر المنثور سے نقل کی ہے اور اسے ایک صاحبزادی ہونے پر کھلا ہوا آسمانی ثبوت تجویز کیا ہے۔

اس روایت کے راوی "فرقد السبخی" ہیں اور ابن ابی حاتم نے اسے تخریج کیا ہے۔ فرقد السبخی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی انجیل میں ہوئی تھی اور اس روایت میں ہے کہ آخر الزماں نبیؐ کی نسل ایک مبارک زوجہ سے ہوگی اس کے لئے ایک بیٹی ہوگی پھر اس بیٹی کے لئے دو بیٹے ہونگے الخ

اس روایت میں آخری نبیؐ کی ایک دختر کا ذکر ہے پس ایک بنت رسولؐ ہونا یہاں سے معلوم ہوگیا یہ ایک کھلا ہوا آسمانی ثبوت ہے۔

دفع وہم

اس وہم کے ازالہ کے لئے مندرجہ ذیل معروضات پر توجہ فرمائیں:۔

①

اہل علم حضرات پر خواب واضح ہے کہ تفسیر الدر المنثور میں ہر قسم کی

روایات فراہم کر دی گئی ہیں۔ اور عموماً ان کی صحت و سقم پر صاحب کتاب کچھ کلام نہیں فرماتے۔ علامہ السیوطی روایت کے تخریج کرنے والے محدث اور راوی کا نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ناظرین خود صاحبِ تخریج اور راوی کی طرف رجوع کر کے روایت کی صحت یا عدم صحت پر نظر کر لیں اور اس کے درجہ قبولیت کا اندازہ کر لیں۔

(۲)

روایت مذکورہ بالا کا راوی "فرقد السبخی البصری" (ابن یعقوب) ہے اسکے متعلق علماء نے مندرجہ ذیل کلام کیا ہے جس سے اس راوی کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس کا لائق اعتبار و اعتماد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱— ابن ابی حاتم رازی (صاحب تخریج روایت ہذا) کہتے ہیں کہ فرقد السبخی
• صاحب حدیث نہیں یعنی محدثین میں اس کا کوئی مقام نہیں ...... یہ معروف روایات کے مقابلے میں منکر روایات لاتا ہے ...... مقام حدیث میں ضعیف ہے قوی نہیں[۱]"

۲— طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ شخص حدیث میں ضعیف ہے اور منکر روایات لاتا ہے اور صاحب حدیث نہیں[۲]

---

[۱] { کتاب الجرح والتعدیل ص ۸۲-۸۱ جلد ۳ قسم دوم لابن ابی حاتم الرازی۔ تحت فرقد السبخی۔

[۲] { طبقات ابن سعد ص ۱۱ ج ۷ قسم ثانی تحت فرقد ابن یعقوب السبخی۔

۳— تقریب میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ فرقد حدیث میں کمزور ہے اور کثیر الخطاء ہے[۱]

۴— تہذیب میں ہے کہ فرقد حدیث میں "لا شیئ" ہے اس کی حدیث میں مناکیر ہوتے ہیں ...... اور یہ شخص احکام اور سنن میں حجت نہیں۔ ...... اور فرقد مرسل روایت کو مرفوع بنا دیتا تھا اور موقوف کو مسند بنا دیتا تھا اور اس کا اس کو پتہ نہ چلتا تھا اس وجہ سے اس کے ساتھ حجت پکڑنا باطل ہے[۲] ...... الخ

اس فن کے اکابر علماء کی مذکورہ بالا تصریحات اور خود ابن ابی ~~طالب~~ حاتم کی تحقیق کے مطابق یہ شخص باب حدیث میں ضعیف، کثیر الخطا اور منکر روایات لانیوالا ہے۔ اور قابل استدلال اور لائق حجت نہیں۔

فلہذا اس کی مذکورہ روایت اثبات حکم کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ مقام استدلال میں صحیح روایت سے دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ محدثین کے نزدیک جو صحیح روایت ہو وہ پیش کریں۔

(۳)

بالفرض والتقدیر اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو روایت مذکورہ بالا کی عربی عبارت :-

...... انما نسلہ من المبارکۃ یعنی خدیجۃ ...... لہا ابنۃ

---

[۱] - تقریب لابن حجر عسقلانی ص ۴۱۴ - تحت فرقد ابن یعقوب

[۲] - تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۲۶۴-۲۶۳ ج ثامن - تحت فرقد

یعنی فاطمہ ولها ابنان فیستشهدان یعنی الحسن والحسین ...الخ

میں غور کرنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ :-

۱— روایت میں ہر سہ الفاظ المبارکۃ[۱]، ابنتہ[۲] اور ابنان[۳] کی جو تشریح لفظ یعنی سے کی گئی ہے وہ رواۃ میں سے کسی راوی کے اپنے توضیحی الفاظ ہیں۔ اصل روایت میں وارد نہیں۔ بلکہ اس سے خارج ہیں۔

۲— روایت ہذا کے ذریعے پیغمبر آخر الزمانؐ کے حق میں بشارت دی جا رہی ہے اور پیش گوئی فرمائی جا رہی ہے کہ اس نبی اُمیؐ کی نسل ایک مبارک خاتون سے جاری ہو گی اور اس کی ایک ایسی بیٹی ہو گی جس کے دو بیٹے ہونگے جو شہید ہونگے ...... الخ

مطلب یہ ہے کہ یہاں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے جاری ہونے کا سلسلہ ذکر فرمایا جا رہا ہے اس روایت میں نہ تو آنجناب کے باقی ازواج مطہرات کی نفی کی جا رہی ہے اور نہ ہی حضرت خدیجہؓ کی دیگر اولاد شریف خواہ بیٹے (قاسم۔ عبداللہ) ہوں یا بیٹیاں (زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ) کی نفی مقصود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر روایت ہذا کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کی اجرائے نسل کی پیشگوئی مذکور ہوئی نہ کہ آنجنابؐ کی صرف ایک دختر ہونے کا مسئلہ بیان ہوا۔

وہم ⑨ تاسع

معترض لوگوں کی طرف سے ایک دختر نبویؐ ہونے پر یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خطبات جمعہ ہوں یا عیدین، ان میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے صرف ایک حضرت فاطمہؓ کا نام مبارک ذکر کیا جاتا ہے اور کسی دیگر دختر نبویؐ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا۔

یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ اگر دیگر صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو ان کے اسماء گرامی بھی خطبات میں ذکر کیے جاتے۔

دفع وہم

پہلی بات تو یہ ہے کہ عموماً خطبات میں ایک صاحبزادی کا ذکر خیر آنے سے دوسری صاحبزادیوں کی نفی نہیں ہوتی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے متعلق مسلمانوں کے بعض طبقوں (خارجی، ناصبی وغیرہ) کے خیالات خلاف تھے اور حضرت فاطمہؓ کو عقیدت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس بناء پر حضرت فاطمہؓ کا ذکر خیر خطبات میں علمائے کرام کر دیتے تھے تاکہ مخالف عناصر کے غلط خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔

موجودہ دور سے قبل دیگر ہر سہ[۳] صاحبزادیوں حضرت زینبؓ حضرت رقیہؓ حضرت اُم کلثومؓ کے خلاف لوگوں کے جذبات نہیں پائے جاتے تھے۔ اس

بناء پر ان معزز خواتین کا ذکر خیر خطبات میں لانا ضروری خیال نہیں کیا گیا۔
اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں اور نظریات میں عظیم تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی ہر سہ صاحبزادیوں کو مبارک نسل نبویؐ سے خارج قرار دیا جا رہا ہے اور بڑے تحقیر آمیز کلمات کے ساتھ ان مقدس ہستیوں کا ذکر "روایتی بیٹیوں" اور "رواجی بیٹیوں" کے عنوانات سے کیا جا رہا ہے۔ تو یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے اسماء گرامی خطبات میں ذکر کئے جائیں تاکہ معترضین کے غلط اور فاسد خیالات کا ازالہ ہوتا رہے۔ اور اہل اسلام کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت مندی قائم و دائم رہے۔

حالات کے بدل جانے سے مسائل میں تبدیلیاں واقع ہوا کرتی ہیں۔
مثلاً حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی خطبات میں اسی لئے رکھے گئے تھے اس دور میں اس کی ضرورت سامنے آتی تھی۔ اب اس دور میں ہر چہار صاحبزادیوں کے اسماء مبارکہ کا خطبات میں ذکر کرنا انہیں حالات کی وجہ سے ہوگا۔

وھم عاشر

بعض لوگوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے پر مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی کی ایک عبارت پیش کی ہے جس میں درج ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں۔
اس کے متعلق ہم چند چیزیں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان پر نظر غائر کر لینے سے مذکورہ حوالہ کا خود بخود جواب پورا ہو جائے گا اور اکلوتی بیٹی ہونے کے وہم کا دفع ہو سکے گا۔
اصل بات یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی ہونے کا نظریہ بعض شیعہ لوگوں نے ایجاد کیا ہے تو جو لوگ شیعوں کے نظریات سے متاثر ہیں وہی اس قسم کے خیالات ذکر کیا کرتے ہیں۔
اب ہم جناب علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی (مترجم صحاح ستہ) المتوفی ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ / ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کے نظریات اور خیالات کو ان کی اپنی ہی عبارات کی صورت میں ناظرین کی خدمت میں مختصراً پیش کرتے ہیں۔ تفصیلات کا موقع نہیں ہے اور اتنی چیز پہلے معروض خدمت ہے کہ جناب وحید الزمان (وقار نواز جنگ) کچھ زمانہ سنی حنفی تھے۔ اسی دور میں انہوں نے شرح وقایہ کا ترجمہ "نور الہدایہ" کے نام سے کیا تھا۔
ان کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلوّن مزاجی اور انتہا پسندی تھی۔ کچھ عرصہ مقلّد رہنے کے بعد غیر مقلّد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے

کاربند ہو گئے۔ اِسی دَور میں اُنہوں نے صحاح ستّہ کے تراجم کیے۔

پھر ایک مدّت دراز کے بعد ملا معین سندھی ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب" وغیرہ سے متاثر ہوئے اور شیعی نظریات کے عامل ہو گئے۔ اسی دَور میں اُنہوں نے "انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات" مرتب کی۔ اس میں متعدد مقامات پر اُنہوں نے اپنے ان شیعی خیالات کا اظہار کیا ہے، ان میں سے چند ایک حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں جس سے ان کے معتقدات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

جناب وحید الزمان صاحب "مسئلہ خلافت" کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

۱۔ "حضرت علیؓ اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق جانتے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابتِ قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق، مگر چونکہ آنحضرتؐ نے کوئی صاف و صریح نص خلافت کے بابؐ وفات کے وقت نہیں فرمائی اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بلحاظ "مصلحتِ وقت" ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنا لیا تو آپ صبر کر کے خاموش رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دینِ اسلام مِٹ جاتا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عجز)

اسی طرح ایک دوسری جگہ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ:

۲۔ "اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں میں کون افضل ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہلِ سُنّت حضرت علیؓ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی۔ نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکانِ دین سے ہے، زبردستی اس کو متکلمین نے

عقائد میں داخل کر دیا ہے۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات
تحت مادہ عثم)

ایک مقام پر جناب وحید الزمان صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

۳۔ "... بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے، جو نہ مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے آنحضرتؐ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔ فتح مکّہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علی، طلحہ اور زبیر کو قتل کر ڈالیں۔ اس کے بعد خواہ مخواہ ظلم اور زبردستی سے مستحق کا حق تلف کر کے خود بلا مشورہ خلیفہ اور حاکم بن بیٹھے۔ ہزارہا صحابہ اور تابعین اور کمل اولیاء اللہ کو قتل کرایا اور زندگی بھر اپنی خطاء پر اصرار کرتے رہے اور اہلِ بیت کے، جنکے جوتوں کے طفیل انہیں یہ عزّت ملی تھی، دشمن بن گئے۔ بر سرِ منبر حضرت علی المرتضیٰ پر سب و شتم و لعن کرتے رہے اور تمام خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر خطبہ میں حضرت علی کو بُرا کہا کریں۔ معاذ اللہ ان پر لعنت کرتے رہیں۔"

انوار اللغۃ، ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸
تحت مادہ عزّ)

تھوڑا سا آگے چل کر اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:

۴۔ "... کسی سچّے مسلمان کا جس میں ایک ذرّہ برابر بھی پیغمبر صاحبؐ

کی محبت ہو، دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے؟ البتہ ہم اہلِ سُنّت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں۔ اس لیے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرینِ احتیاط ہے۔ مگر ان کی مدح وثنا کرنا اور ان کی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت و رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بیباکی ہے، اللہ محفوظ رکھے۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات پارہ ۱۸

تحت مادہ عز)

نیز "انوار اللغۃ" ہی میں وحید الزمان صاحب نے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص دونوں پر اپنے اندرونی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ظالم اور فاسق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

۵۔ "..... ہم اہلِ سُنّت اور جماعت معاویہ اور عمرو بن العاص اور حجاج وغیرھم کی تکفیر نہیں کرتے نہ اُن پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ انکو ظالم اور فاسق سمجھتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ اگر وہ چاہے گا تو بخش دے گا کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن العاص کو صحابیت کیوجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے، اُنھوں نے غلطی کی۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ صبر)

اسی انوار اللغۃ میں ایک جگہ حضرت امیر معاویہؓ کے بارے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۶۔ "..... بعضے کم علم لوگ یہ کٹ حجتی کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تو حضرت علی سے لڑے۔ پھر جو ان کا حکم ہے وہی معاویہ کا حکم ہوگا۔ ان کا جواب یہ ہے ان تینوں بزرگوں سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی جس سے اُنھوں نے رجوع کیا اور تائب اور شرمندہ ہوئے، برخلاف معاویہ کے۔ وہ تو مرتے دم تک اہلِ بیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علی کو گالیاں دینے کے لیے تمام خطیبوں کو حکم دیا۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ صبر)

اب ہم آخر میں ایک حوالہ مزید درج کرتے ہیں جس میں ماتم کے ساتھ جناب وحید الزمان صاحب کی گہری عقیدتمندی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"..... اکثر لوگوں نے سال ہجری کا شروع محرم سے رکھا ہے مگر جب سے امام حسینؓ کی شہادت محرم میں ہوئی یہ مہینہ خوشی کا نہیں رہا مترجم کہتا ہے اگر سب مسلمان مل کر سال کا آغاز ماہ شوال سے کریں، تو بہت مناسب ہوگا اور غرہ شوال سال کا پہلا دن ہو۔ اس دن خوشی کریں، کھائیں پئیں۔ محرم کا مہینہ شہادت کیوجہ سے غم کا مہینہ ہوگیا ہے دوسری قومیں سال کے پہلے دن میں خوشی اور خرمی کرتی ہیں اور مسلمان روتے پیٹتے اور غم کرتے ہیں۔"

(انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات

تحت مادہ عود)

ان مطاعن کے جواب کے لیے ہماری کتاب "مسئلہ اقربا نوازی" کا باب

امیر معاویہؓ دیکھنا مفید ہے۔ مندرجہ بالا مطاعن یے کار روایات سے تجویز کیے گئے ہیں۔ علماء نے اپنے اپنے مقام پر ان کے جوابات درج کر دیئے ہیں۔ اسوقت ہم اس چیز کے جواب کے درپے نہیں۔

مندرجہ بالا حوالہ جات پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے جناب وحیدالزمان صاحب کے اندرونی نظریات ناظرین کرام خوب توجہ سے سماعت فرمالیں۔

یہ خیالات ان کے معتقدات کو نمایاں کر رہے ہیں کہ یہ بزرگ زندگی کے آخری ایّام میں شیعی نظریات کے حامل ہو گئے تھے اور شیعہ لوگ حضرت فاطمہؓ کو اکلوتی بیٹی کہہ دیں تو ان کو اختیار ہے۔

کتاب و سُنت اور تاریخ اسلامی کا خلاف کرنے میں ان کو کون روک سکتا ہے جو شخص پہلے سُنّی حنفی ہو، پھر کچھ مدّت کے بعد تقلید سے آزاد ہو کر غیر مقلد ہو جائے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ شیعہ نظریات کو اختیار کر لے تو ایسے متلوّن مزاج بزرگ کے بیانات پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے ؟ خدا تعالیٰ مُسلمانوں کو دین و ملّت کے اتفاقی مسائل پر استقامت نصیب فرمائے۔

اختتامی کلمات

کتاب (بناتِ اربعہ) یعنی (چہار صاحبزادیاں)

بحمدہٖ تعالیٰ تمام ہوئی ہے اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان چاروں مقدس خواتین (رضی اللہ تعالیٰ عنھن) کے حالاتِ زندگی ایک ترتیب سے ذکر ہوں۔ تمہیدات کے بعد حضرت اُم المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلقات اور ان کی اولاد کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

اس کے بعد شیعہ اکابرین کی طرف سے تائید ۱۴ - ۱۵ کتب معتبرہ سے نقل کی ہے پھر ہر ایک صاحبزادی رضؓ کے علی الترتیب سوانح حیات درج کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ ازالہ شبہات کے عنوانات بھی شامل کئے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے حالات کے بعد چند اہم مباحث ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد "دفع توہمات" کا عنوان دیدیا ہے تھے ان کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور اس دور میں جو شبہات

جس میں جو قابل جواب باقی شبہات لوگوں نے پھیلا رکھے ہیں۔

ان کو بعونہٖ تعالیٰ دور کر دیا ہے۔

اپنے سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدس کے مقام

منظور فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے نفع بخشے۔ اور آخرت میں ان حضرات کی سفارش وشفاعت نصیب فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وبناتہ واصحابہ واتباعہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ
مئی ۱۹۸۴ء

ناچیز دعاجو، محمد نافع عفا اللہ عنہ
(محمدی شریف)
ڈاکخانہ جامعہ محمدی شریف۔ تحصیل چنیوٹ۔ ضلع جھنگ
مغربی پنجاب ــــ پاکستان

کتاب نماز (مترجم ومکمل عکسی) از مولانا عبدالرحمٰن میواتی

نماز مترجم کے علاوہ مسائل نماز، مسنون دعائیں، خطبات جمعہ وعیدین و خطبۂ نکاح۔ سورۃ ملک، سورۃ یٰسٓ کے علاوہ آخری دس سورتیں۔ چھ باتیں۔ خوبصورت پلاسٹک کور قیمت ۳/۵۰ روپے

المراجع والمصادر

برائے کتاب

بنات اربعۃ

۱	کتاب الخراج لامام ابی یوسف	۱۸۲ھ
۲	مسند ابی داؤد الطیالسی	۲۰۳-۲۰۴ھ
۳	سیرت لابن ہشام (ابو محمد عبدالملک بن ہشام)	۲۱۳-۲۱۸ھ
۴	طبقات ابن سعد (محمد بن سعد)	۲۳۵-۲۳۳ھ
۵	نسب قریش للمصعب الزبیری	۲۳۶ھ
۶	مسند امام احمد بن حنبلؒ	۲۴۱ھ
۷	کتاب المحبّر (لابی جعفر بغدادی)	۲۴۵ھ
۸	الصحیح للبخاری (محمد بن اسماعیل)	۲۵۶ھ
۹	تاریخ الکبیر للامام البخاری	۲۵۶ھ
۱۰	الصحیح للمسلم (مسلم بن حجاج)	۲۶۱-۶۰ھ
۱۱	کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف یعقوب ابن	

سفیان البسوی ۲۷۰-۲۷۱ھ

۱۲ — ابوداؤد شریف ۲۷۵-۲۷۹ھ

۱۳ — المعارف لابن قتیبۃ الدینوری ۲۷۶ھ

۱۴ — انساب الاشراف للبلاذری (احمد بن یحییٰ) ۲۷۷-۲۷۹ھ

۱۵ — السنن للنسائی ۳۰۳ھ

۱۶ — المنتخب من ذیل المذیل لابن جریر الطبری ۳۱۰ھ

۱۷ — الصحیح لابن حبان ۳۵۴ھ

۱۸ — کتاب الثقات لابن حبان ۳۵۴

۱۹ — احکام القرآن للجصاص ۳۷۰ھ

۲۰ — المستدرک للحاکم ۴۰۵ھ

۲۱ — حلیۃ الاولیاء (از ابونعیم الاصفہانی) ۴۳۰ھ

۲۲ — الاستیعاب لابن عبد البر ۴۶۳ھ

۲۳ — تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ۴۶۳ھ

۲۴ — جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ۴۵۶ھ

۲۵ — دلائل النبوۃ للبیہقی ۴۵۸ھ

۲۶ — السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۵۸ھ

۲۷ — المبسوط لشمس الائمہ السرخسی کا ۴۹۰ھ

۲۸ — شرح السنۃ

(ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی) ۵۱۶ھ ۵۱۸ھ

۲۹ — اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری ۶۳۰ھ

۳۰ — تفسیر احکام القران للقرطبی ۶۷۱ھ

۳۱ — تہذیب الاسماء واللغات للنواوی ۶۷۶ھ

۳۲ — ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری ۶۹۴ھ

۳۳ — مشکوٰۃ المصابیح

للشیخ ولی الدین الخطیب تالیف ۷۳۷ھ

۳۴ — سیر اعلام النبلاء للذہبی)

(تاریخ اسلام للذہبی) ۷۴۸ھ

۳۵ — زاد المعاد لابن قیم ۷۵۶ھ

۳۶ — المنار المنیف لابن قیم ۷۵۶ھ

۳۷ — البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر

(ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی ۷۷۴-۷۷۵ھ

۳۸ — الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ

۳۹ — فتح الباری شرح البخاری

لابن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ

۴۰ — شرح ہدایۃ لبدر الدین العینی ۸۵۵ھ

۴۱ — سیرۃ حلبیۃ لعلی بن برہان الدین الحلبی ۹۰۰ھ

۴۲ — وفاء الوفاء للسمہودی (نور الدین السمہودی ۹۱۱ھ

۴۳ — اللآلی المصنوعۃ للسیوطیؒ ۹۱۱ھ

۴۴ — الخصائص الکبری للسیوطیؒ ۹۱۱ھ

۴۵ — تفسیر الدر المنثور للسیوطیؒ ۹۱۱ھ

۴۶ — الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی ۹۷۳-۹۷۵ھ

۴۷ — کنز العمال لعلی المتقی الہندی ۹۷۵ھ

۴۸ الموضوعات الکبیر لعلی القاری سنہ ۱۰۱۴ھ

۴۹ شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی (سن تالیف) سنہ ۱۱۱۷ھ

۵۰ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (از شاہ ولی اللہ دہلوی) سنہ ۱۱۷۶ھ

۵۱ تحفۂ اثنا عشریہ (از شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ) سنہ ۱۲۳۹ھ

۵۲ نبراس (شرح شرح عقاید)

(از مولانا عبدالعزیز پرہارویؒ) سنہ ۱۲۳۹ھ

۵۳ منتہی الکلام (از مولانا حیدر علی فیض آبادی) سنہ ۱۲۴۷ھ

۵۴ تفسیر للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) سنہ ۱۲۵۰ھ

۵۵ موضوعات للشوکانی (محمد بن علی الشوکانی) سنہ ۱۲۵۰ھ

۵۶ روح المعانی۔ سید محمود آلوسی سنہ ۱۲۷۰ھ

۵۷ الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد بن حنبلؒ)
(از عبدالرحمان البناء الساعاتی) سنہ ۱۳۵۱ھ

۵۸ تاریخ الخمیس الدیار البکری (الشیخ حسین بن محمد بن الحسن) سنہ ۹۶۰ھ

۵۹ الروض الانف للسہیلی (ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی) سنہ ۵۸۱ھ

۶۰ منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد

۶۱ تنزیہ الشریعۃ العراق الکنانی

(ابوالحسن علی بن محمد بن العراق الکنانی) سنہ ۹۶۳ھ

۶۲ فتح القدیر لابن ہمام (الشیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد) سنہ ۸۶۱ھ

۶۳ بدائع الصنائع (از علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی) سنہ ۵۸۷ھ

کتب شیعہ استفادہ نمونہ

برائے کتاب

بنات اربعۃ

۱۔ کتاب سلیم بن قیس الہلالی الکوفی
توفی قریباً سنہ ۹۰ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۲۔ تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب
العباسی سنہ ۲۵۸/۲۵۶ھ طبع جدید۔ بیروت

۳۔ فرق الشیعہ (از ابو محمد الحسن بن موسی النوبختی)
من علماء القرن الثالث ۔ طبع عراق

۴۔ قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی)
من علماء القرن الثالث

۵۔ الجعفریات او الاشعثیات
(از ابو علی محمد بن محمد الاشعث الکوفی) طبع ایران

۶۔ اصول کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔ سنہ ۳۲۹ھ
طبع نول کشور لکھنؤ

۷۔ فروع کافی (از محمد بن یعقوب کلینی رازی سنہ ۳۲۹ھ۔ طبع نول کشور لکھنؤ

۸ــــ مروج الذهب،

۹ــــ التنبیه والاشراف للمسعودی الشیعی ۳۴۶ھ

۱۰ــــ الامالی، للشیخ الصدوق (ابوجعفر محمد بن علی بن
بابویه القمی) ۳۸۱ھ طبع ایران

۱۱ــــ کتاب الخصال للشیخ الصدوق
(ابوجعفر محمد بن علی بن بابویه القمی ۳۸۱ھ

۱۲ــــ رجال کشی (از شیخ ابوعمرو محمد بن عبد العزیز)
من علماء القرن الرابع

۱۳ــــ نهج البلاغة، از تالیفات شیخ سید شریف الرضی
ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین ۴۰۴ھ طبع مصر

۱۴ــــ تنزیه الانبیاء ــــ شیخ مرتضیٰ علم الهدیٰ ــــ ۴۰۶ھ

۱۵ــــ الارشاد للشیخ المفید (محمد بن النعمان المفید ۴۱۳ھ

۱۶ــــ تهذیب الاحکام - لمحمد بن حسن بن علی الطوسی ۴۶۰ھ

۱۷ــــ کتاب الاستبصار 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۶۰ھ

۱۸ــــ تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابوعلی الطبرسی) ۵۴۸ھ

۱۹ــــ کشف الغمه فی معرفة الائمه مع ترجمہ فارسی
للشیخ علی بن عیسیٰ اربیلی ۶۸۶ھ تبریز - ایران

۲۰ــــ الصافی شرح اصولِ کافی از ملا خلیل القزوینی
تالیف ۱۰۶۷ھ نول کشور - لکھنؤ

۲۱ــــ حیات القلوب: از ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ نول کشور - لکھنؤ

۲۲ــــ الانوار النعمانیه للشیخ نعمۃ اللہ الجزائری ۱۱۱۲ھ طبع تبریز

۲۳ــــ منتهی المقال لابی علی ۱۲۰۰ھ

۲۴ــــ تنقیح المقال لعبد الله مامقانی ۱۳۰۰ھ

۲۵ــــ منتهی الآمال للشیخ عباس القمی ۱۳۵۹ھ

۲۶ــــ تحفة العوام حاجی حسن بن علی الشیعی

۲۷ــــ منتخب التواریخ از محمد هاشم الخراسانی ۱۳۵۲ھ

۲۸ــــ بصائر الدرجات للشیخ محمد بن حسن الصفّار ۲۹۰ھ

۲۹ــــ روضات الجنات (محمد باقر مرزا الخوانساری)
تاریخ تالیف ۱۲۸۷ھ

فتنہ انکار حجیت پیغمبر کے سدِ باب کے لیے ایک علمی اور تحقیقی پیش کش
حدیث ثقلین
تالیف: حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی
سنتِ نبوی کی جگہ آئمہ کی امامت کو حجت اور دلیل قرار دینا مناسب اور درست نہیں ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں کتاب و سنت کی حجیت کو مدلل طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے شریعت کے ماخذ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنت کو نکال کر اس کی بجائے ملت کی پرویزی یا مرکز امامت کی عجمی سازشیں بردو غلط راہیں ہیں۔ امامت کے خود ساختہ نظریے کا بے لاگ جائزہ۔ ایک بے مثال کتاب جو کہ اہل علم اور عوام میں یکساں بے حد مقبول ہوئی۔
خاص مجلد - /۳۹ روپے عام مجلد - /۲۷ روپے

آخری سورتوں کی تفسیر مولانا سید محمد متین ہاشمی کے قلم سے نماز میں پڑھی جانے والی مختصر سورتوں کی عام فہم تفسیر مع خواص۔ یہ کتاب ہر نمازی کی اہم ضرورت ہے۔ قیمت ۱۸ روپے
اسلام کا قانونِ شہادت: مولانا سید محمد متین ہاشمی قیمت - /۵۵ روپے
نور البصر فی سیرت خیر البشر: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی 〃 - /۲۴ روپے
تذکرہ نعت گویانِ اردو: پروفیسر سید یونس شاہ 〃 - /۴۵ روپے
جدید عربی سیکھئے: عربی زبان سیکھنے اور عرب ممالک میں ملازمت کے خواہشمند افراد کے لیے ایک نادر تحفہ شفیق مرزا ایم اے قیمت - /۱۰ روپے

ادارہ کی دیگر مطبوعات

- اسلام میں غلامی کی حقیقت
  مولانا سعید احمد اکبر آبادی
- سیرتِ نبوی قرآنی
  مولانا عبد الماجد دریا بادی
- سلطانِ مامحمد
  مولانا عبد الماجد دریا بادی
- حدیث الثقلین
  مولانا محمد نافع
- نور البصر فی سیرت خیر البشر
  مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
- آخری سورتوں کی تفسیر
  مولانا محمد حنیف ہاشمی
- تفسیر سورۃ یٰسین
  مولانا محمد حنیف ہاشمی
- قرآن سے ایک انٹرویو
  محمد رفیق چودھری ایم اے
- حیدر جسم
  محمد رفیق چودھری ایم اے
- حضرت اویس قرنی
  سید بشیر احمد سعدی سنگروری
- جھلکیاں
  محمد حسن عسکری
- اصطلاحاتِ صوفیہ
  شاہ محمد عبد الصمد

دورِ حاضر کی شہرہ آفاق کتاب

رحماء بینھم

مع

مسئلہ اقربا نوازی

(اہم سہ حصہ)

تصنیف: محققِ عصر حضرت العلام مولانا محمد نافع جامعہ محمدی جھنگ

- حضرات خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے باہمی تعلقات کی حسین تصویر
- صحابہ کبار اور خانوادہ علی کے درمیان اختلافات افتراق کی بے بنیاد سازش کی مکمل بیخ کنی
- جماعت صحابہ بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر قدیم و جدید اعتراضات و مطاعن کا مکمل و مسکت جواب
- بین الاقوامی شہرت کی حامل کتاب جس سے ان گنت قلوب منور ہوئے علماء نے تحسین کی
- اہلِ علم کو قلبی تسکین نصیب ہوئی اور بیگانے لاجواب ہو گئے

صدرِ اسلام کے مثالی خدائی مثالی زندگی کا حقیقی عکس

پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا ایڈیشن تیزی سے نکل رہا ہے — جلد حاصل کریں

کتابت طباعت اور کاغذ جلد کے اعتبار سے انتہائی جاذبِ نظر

حصہ علوی — زیرِ ترتیب

حصہ اول: ... دوم: ... سوم: ... مسئلہ اقربا نوازی: ...

مکہ بکس

۵ بخشی مارکیٹ اسلام پورہ موری دروازہ لاہور